سیرۃ النعمان

(مکمل)

علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النعمان

یعنی

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری

مولفہ
مولانا محمد شبلی نعمانی

سیرة النعمان

یعنی

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری

حصۂ اوّل و دوم

اس کتاب کے پہلے حصے مین امام ابو حنیفہ کا نام و نسب - ولادت و سن رشد تعلیم و تربیت - شیوخ حدیث - درس و افتا - بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات - وفات عام اخلاق و عادات - مناظرات و فتاوے - ذہانت و طباعی - اس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہین دوسرے حصے مین امام صاحب کے اصول و مسایل سے جو علم کلام اور فن حدیث سے متعلق ہین تفصیلی بحث ہی اور واقعات و اسانید کے ساتھ ثابت کیا گیا ہی کہ فن حدیث مین انکا کیا پایہ تھا - فن فقہ پر تفصیلی ریویو ہی جسمین تدوین فقہ کی تاریخی حالات کے ساتھ وہ تمام خصوصیتین تفصیلاً بیان کی گئی ہین جنکی وجہ سے فقہ حنفی کو اور ائمہ کے فقہون پر ترجیح حاصل ہے -

خاتمہ مین امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردون کے مختصر حالات ہین -

مولفہ
شبلی نعمانی

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

۱۸۹۲ء

اطلاع مصنف نے حق التصنیف بموجب ایکٹ ۲۵ انگریزی مسل کا اپنے محفوظ رکھا ہے - رجسٹری حسب قانون بست و پنجم ۱۸۶۷ء عمل میں آئی ہے -

ھو المستعان

سیرۃ النعمان

یعنی

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری

کا

حصہ اول

مولفہ

مولانا محمد شبلی نعمانی

مطبع مفید عام آگرہ مین چھپا

طبع دوم

مارچ سنہ ۱۸۹۲ء

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد و ستایش که بعنوان خوشست
شیفتگانیم و پیمبر پرست
تا نجودی پایه نگهدار باش
هرچه زبیش است و زکم - بازدان
در رهِ الفت - که بود هیچ هیچ

نعت همانگونه همانسان خوشست
سجده اگر نیست زمین بوس هست
دم ز شریعت زن و هشیار باش
سجده و تعظیم - زهم بازدان
پا چو نهی - بر تو نگیریم هیچ

من که درین دایره از دیر باز
پای زخلوت نه نهادم فراز
بازبرانم - که درین داورے
دل برم از خلق بافسونگرے

خواسته‌ام طرح دگر ریختن — شعبدهٔ تازه برانگیختن

بزم دگر هست و تماشا دگر — باده دگر آرم و مینا دگر

زمزمهٔ تازه بساز افگنم — غلغله در حلقهٔ راز افگنم

باده فرستم بحریفان دگر — از می دوشین قدری تند تر

زخمه که بر تار سخن میزنم — هان بنگر تا بچه فن میزنم

قاعدهٔ سحر طرازیست این — نیک نگه کن۔ که چه بازیست این

پا چو درین معرکه افشرده‌ام — پایهٔ فن تا بکجا برده‌ام

حرمت این کار نگهداشتن — ق — نامه به لعل و گهر انباشتن

کار من است این حد هر خام نیست — این بود آن می که به هر جام نیست

دست اگر سوی قدح برده‌ام — جای عنب لخت دل افشرده‌ام

کانِ معانی همه کاویده‌ام — کین گهری چند فراچیده‌ام

غارتِ بتخانهٔ چین کرده‌ام — تا صنمی چند گزین کرده‌ام

خاکِ در میکده ها بیختیم — کین می صافی بقدح ریختیم

وایه اگر از دگران خواستم — چاره نه زو بود ازان خواستم

فنِ سیر گرچه بود دلپذیر — نیست درو خود ز روایت گزیر

گرچه متاع از دگر آورده‌ام — قطره ربودم گهر آورده‌ام



گرچہ مرا شیوۂ فن این نبود
پیشۂ ارگرم طلب بودہ ام
بزم چو آن فرہ و آن ساز داشت
لیک چو آن مطرب و ساقی نماند
بزم بطرز دگر آراستم
گرچہ سروبرگ سخن دیگر است
بادگوارا بہ عزیزان تمام

حرف بہ اُردو زدن آئین نبود
بادہ بہ پیمانۂ غیر بودہ ام
ساغر من بادۂ شیراز داشت
بوئے ازان میکدہ باقی نماند
خوشتر ازان نیز کہ میخواستم
شمع ہمانست لکن دیگر است
بادۂ گلگون بہ سفالینہ جام

"ناموران اسلام" جسکا ایک حصّہ المامون چھپکر شایع ہوچکا ہے۔ اوّل اوّل جب مجھکو اسکا خیال پیدا ہوا تو نہایت وسیع بنیاد پر ہوا۔ جسطرح مینے خلافت و سلطنت کے مختلف خاندانون سے ہیروز انتخاب کئے۔ ارادہ تہا کہ اسیطرح علوم و فنون کے جداجدا خاندان قایم کئے جائین اور جو لوگ اون خاص خاص فنون مین اپنا نظیر نہین رکہتے تھے اونکو اوس سلسلہ کا ہیرو قرار دیا جاے۔ مگر اتنا بڑا کام تہا میرے بس کا نہ تہا مجبوراً حیثیت حکومت کی قید لگا کر مینے اس وسیع خیال کو بہت کچھ محدود کر دیا۔ بلکہ سلسلۂ حکومت سے بہی بہت سے خاندان چہوڑ دئے۔ تاہم وہ خیال دلسے نہ گیا کہ فرصت ہو تو اہل کمال کا دربار بہی سجایا جاے کہ السیف والقلم توامان۔

المامون کے بعد مینے **الفاروق** لکھنی شروع کی تہی اور ایک معتدبہ حصّہ لکھ بہی لیا تہا۔ لیکن بعض مجبوریون سے چند روز کے لئے اُسکی تالیف سے ہاتھ اوٹھانا پڑا۔

اسپر کوتاہ بینون نے عجیب عجیب بدگمانیان کین حالانکہ بات اتنی تھی کہ بعض نادر کتابین جو اس تصنیف کے لئے نہایت ضروری ہین اور یورپ مین چھپ رہی ہین ابھی تک پوری چھپکر آنہین چکین - اس زمانۂ انتظار مین بیکار بیٹھنا تو مشکل تھا - خیال ہوا کہ کسی اور نامور کی لایف شروع کرون لیکن یہ دیکھکر کہ الفارق ناتمام ہے - طبیعت رُک جاتی تھی اور اس میدان مین قدم آگے نہ بڑہ سکتا تھا - ادہر یہ خلش چین نہ لینے دیتی تھی کہ علمی نام آورونکے کارنامے دکھانے بھی ضرور ہین - کیونکہ اسلام مین تیغ و قلم کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے -

آخر یہ خیال غالب آیا اور چند روز کے لئے خاندان حکومت کو چھوڑکر علمی سلسلہ کیطرف توجہ کرنی پڑی - فقہ - حدیث - ادب - منطق - فلسفہ - ریاضی - مختلف خاندان سامنے تھے بعض وجوہ سے **فقہ** کو ترجیح دی اور امام **ابو حنیفہ** کو جو فقہ کے بانی ہین اوسکا ہیرو قرار دیا - امام ابو حنیفہ کے اجتہادی مسایل قریباً بارہ سو برس سے تمام ممالک اسلامی مین پھیلے ہوئے ہین - بڑی بڑی عظیم الشان اسلامی سلطنتون مین اُنہین کے مسایل قانون سلطنت تھے اور آج بھی ہین - اسلامی دنیا کا غالب حصّہ اُنہین کے مسایل کا پیرو ہے - عربی - فارسی - ترکی بلکہ یورپ کی زبانون مین - اونکی متعدد سوانح عمریان لکھی گئین - ظلم تھا اگر اونکی لایف خود **اُردو** مین نہ لکھی جاتی جو بلحاظ غالب اونہین کے پیروون کی زبان ہے -

امام ابو حنیفہ کو اسلام مین جو رتبہ حاصل ہے اوسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس کثرت سے اونکی سوانح عمریان لکھی گئین کسیکی نہین لکھی گئین - مسلمانون مین **علم رجال** کو جو ترقی ہوئی - دنیا مین اوسکی کوئی نظیر موجود نہین - تراجم - طبقات - قرون - وفیات - اعیان -

سنین۔ وغیرہ کے نام سے جدا جدا عنوان قایم ہوئے۔ اور ایک ایک عنوان کے ذیل مین اس کثرت سے کتابین لکھی گئین کہ اونکا شمار بھی مشکل ہے۔ لیکن خاص سیرت (لائف) کے فن کو چندان ترقی نہین ہوئی۔ علما۔ شعرا۔ قضاۃ۔ حکما۔ مین سے بہت کم ایسے خوش قسمت ہین جنکے حالات مستقل تصنیفون مین لکھے گئے۔ جہانتک ہمکو معلوم ہے صرف امام ابو حنیفہ ایک شخص ہین جنکے واقعاتِ زندگی کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتنا کیا گیا۔ نہایت کثرت سے اونکی سوانح عمریان لکھی گئین اور اون ناموروں نے لکھین جو خود اس قابل تھے کہ اونکی مستقل سوانح عمریان لکھی جاتین۔ اس خصوصیت مین اگر کوئی شخص امام ابو حنیفہ کا ہمسر ہے تو صرف امام شافعی ہین۔

امام ابو حنیفہ کے حالات مین جسقدر کتابین لکھی گئین اونمین سے جسقدر ہم تحقیق کر سکے حسب ذیل ہین۔

کیفیت	نام مصنف	نام کتاب ۵
امام طحاوی حدیث وفقہ کے مشہور امام اور صرف ایک واسطہ سے امام شافعی کے شاگرد ہین اونکی تصنیفات مین سے معانی الآثار چھپ گئی ہے۔	امام احمد بن محمد طحاوی المتوفی سنہ ۳۲۱	عقود المرجان

۵ یہ فہرست زیادہ تر کشف الظنون سے ماخوذ ہے۔ بعض کتابون کے نام۔ یا مصنفین اور کتب کے زاید حالات اور کتابون سے لئے گئے ہین اور وہان خاص تصریح کر دی گئی ہے۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
قلائد عقود الدرر والعقیان	امام احمد بن محمد طحاوی	یہ عقود المرجان کا خلاصہ ہے۔
الروضۃ العالیۃ المنیفۃ	"	
مناقب النعمان	امام محمد بن احمد بن شعیب المتوفی ۳۵۷ھ	امام محمد بن احمد حدیث مین حاکم کے اُستاد ہین یہ کتاب بیس جزون مین ہے۔ (الجواہر المضیئہ ترجمہ محمد بن احمد)
مناقب النعمان	شیخ ابو عبد اللہ الصیمری حسین بن علی	قاضی صیمری بڑے فقیہ اور فن حدیث مین دارقطنی کے شاگرد تھے۔ مورخ خطیب نے اون سے روایت کی ہے۔ قاضی ابو الولید باجی نے اونکو امام الحنفیۃ کہا ہے۔ ۴۳۶ھ مین وفات پائی۔ یہ تصنیف ایک ضخیم کتاب ہے اور امام ابو حنیفہ کی متعلق تصنیفات کا زیادہ تر ماخذ یہی کتاب ہے۔ (الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ)
مناقب النعمان	ابو العباس احمد بن الصلت الحمانی المتوفی ۳۰۸ھ	نہایت مفصل کتاب ہے۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہی کہ خطیب بغدادی نے ابو العباس کی تضعیف کی ہے۔ جیساکہ حنفیون کی نسبت

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
		اونکی عام عادت ہے۔
شقایق النعمان فی مناقب النعمان	علامہ جار اللہ زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ	زمخشری ایک نامور مصنف ہین تفسیر کشاف اونکی مشہور کتاب ہے۔
مناقب النعمان	موفق الدین بن احمد المکی الخوارزمی المتوفی ۵۶۸ھ	یہ کتاب چالیس بابون مین ہے۔ موفق الدین علامہ زمخشری کے شاگرد ہین۔ فقہ و ادب مین کامل تھے۔ حافظ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ مین انکا ذکر کیا ہے۔
کشف الآثار	امام عبداللہ بن محمد الحارثی	مشہور مصنف ہین۔ ابن جوزی نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ حدیث مین اونکا اعتبار نہین۔ اسپر صاحب جواہر المضیۃ فرماتے ہین کہ امام عبداللہ کا رتبہ ابن جوزی و ابو سعید دونون سے بڑھکر ہے۔
مناقب النعمان	امام ظہیر الدین المرغینانی المتوفی ۵۰۶ھ	مشہور فقیہ ہین۔ جواہر المضیۃ کے مصنف نے لکھا ہے کہ قاضی خان انہین کے شاگرد تھے۔
مناقب النعمان	امام محمد بن محمد الکردری المتوفی ۸۲۷ھ	گیارہ بابون مین ہے اسمین امام کے حالات کے ساتھ اونکے مشہور تلامذہ یعنی قاضی ابو یوسف

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
		امام محمد۔ عبد اللہ بن المبارک۔ امام زفر داود الطائی۔ وکیع بن الجراح۔ حفص بن غیاث۔ یحییٰ بن زکریا۔ حسن بن زیاد۔ کے حالات بھی جداجدا بابون مین لکھے ہین۔ یہ کتاب روم مین بہت متداول ہے سلطان مراد ثانی کے حکم سے محمد بن عمر نے ترکی زبان مین اوسکا ترجمہ کیا۔
مناقب النعمان	ابو القاسم بن کاس	عقود الجمان مین اس کتاب کے اکثر حوالے ہین۔
کتاب الانتہاء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء	قاضی بن عبد البر المتوفی سنہ ۴۶۳	امام ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی کے حالات ہین۔ علامہ بن خلکان نے قاضی ابو یوسف کے ترجمہ مین اس کتاب کا ذکر کیا ہے قاضی بن عبد البر بہت بڑے محدث اور امام ہین۔ اونکی کتاب الاستیعاب صحابہ کے حالات مین ایک مشہور اور مستند کتاب ہے۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
مناقب النعمان	ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد المعروف بابن ابی العوام	
مناقب ابی حنیفہ	علامہ ذہبی	علامۂ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے کہ مینے امام ابوحنیفہ کے مناقب ایک جداگانہ رسالہ مین لکھے ہین۔ علامہ ذہبی بہت بڑے محدث تھے اس فن مین اونکے بعد کوئی اس رتبہ کا نہین ہوا۔ میزان الاعتدال وکاشف وعبر۔ ودول الاسلام وتذکرۃ الحفاظ اونکی مشہور کتابین ہین۔
المواہب الشریفۃ		اسکا ترجمہ ہوگیا ہے جسکا نام تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان ہے۔
بستان فی مناقب النعمان	شیخ محی الدین عبدالقادر القرشی المتوفی ۷۷۵ھ	الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ انہین کی تالیف ہے۔ حدیث مین حافظ تقی الدین سبکی کے شاگرد ہین۔
تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفہ	حافظ جلال الدین سیوطی	مشہور مصنف ہین۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
عقود الجمان فی مناقب النعمان	محمد بن یوسف بن علی الدمشقی	زیادہ تفصیل آگے آئیگی۔
الخیرات الحسان فی مناقب النعمان	حافظ ابن حجر مکی مصنف صواعق محرقہ	مشہور مصنف ہین۔
قلاید عقود العقیان		مولف کا نام معلوم نہین۔ دیباچہ سے معلوم ہوا کہ یمن کا کوئی عالم ہے۔
مناقب النعمان	شمس الدین احمد بن محمد الستواسی	ترکی مین ہے اور نظم ہے۔
مناقب الامام الاعظم رسالہ فی فضل ابیحنیفہ	شیخ ابوسعید عتیق بن داؤد الیمانی	فارسی زبان مین ہے۔
نظم الجمان	شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن دقماق المتوفی ۸۰۹ھ	تین جلدون مین ہے۔ امام ابوحنیفہ۔ قاضی ابویوسف و امام محمد۔ ہر ایک کے حال مین الگ الگ جلد ہے۔
مناقب الامام اعظم	مولانا محمد کامی آفندی قاضی بغداد المتوفی ۱۱۳۶ھ	ترکی مین ہے۔

کیفیت	نام مصنف	نام کتاب
ضخیم کتاب ہے سنہ ۱۱۶۸ھ مین تالیف ہوئی ترکی زبان مین ہے -	مستقیم زادہ سلیمان سعدالدین آفندی	مناقب الامام اعظم

افسوس ہے کہ یہ کتابین ہمارے ملک مین ناپید ہین - میرے پاس عقود الجمان والخیرات الحسان موجود ہین - اور قلاید العقیان کا ایک عتیق نسخہ نظر سے گزرا ہے - الخیرات الحسان اگرچہ اسوجہ سے کہ ابن حجر مکی کیطرف منسوب ہے زیادہ مشہور ہے - لیکن وہ خود کوئی مستقل تصنیف نہین ہے بلکہ تمامتر عقود الجمان کا خلاصہ ہے اور خود مصنف نے دیباچہ کتاب مین اس کا اعتراف کیا ہے - قلاید العقیان کے دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر قاضی صیمری کی تصنیف سے ماخوذ ہے - عقود الجمان جو نہایت جامع اور مفصل کتاب ہے اور میری تالیف کا عام ماخذ وہی ہے -

حافظ ابوالمحاسن محمد بن یوسف بن علی الدمشقی الصالحی نزیل برقوقیہ کی تصنیف ہے - حافظ ابوالمحاسن - جلال الدین سیوطی کے شاگرد اور فن حدیث مین ممتاز ہین - یہ کتاب جیسا کہ خود مصنف نے خاتمہ مین تصریح کی ہے ربیع الثانی سنہ ۹۳۹ھ مین تمام ہوئی - دیباچہ مین لکھا ہے کہ مینے امام ابوحنیفہ کے حالات مین بہت سی کتابین دیکھین جنمین سے موفق بن احمد خوارزمی کی تصنیف سب سے عمدہ تر اور جامع ہے - کتاب کے خاتمہ مین لکھا ہے کہ "مینے اس بحث مین جسقدر کتابین دیکھین اگر اون سے لکھنا چاہتا تو یہ کتاب دو ضخیم جلدون مین تیار ہوتی"

امام ابو حنیفہ کے حالات مین مستقل تصنیف تو مجھکو ایک بھی مل سکی - لیکن رجال وتاریخ کی مستند کتابین جنمین امام کا ذکر ہے اکثر میری نظر سے گزرین - جنمین تاریخ صغیر بخاری معارف ابن قتیبہ - مختصر تاریخ خطیب بغدادی - انساب سمعانی - تہذیب الاسماء واللغات للنووی - تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی - دول الاسلام للذہبی - عبر فی اخبار من غبر للذہبی - تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی - خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال للعلامہ صفی الدین الخزرجی - خاصۃً قابل ذکر ہین - کیونکہ یہ وہ کتابین ہین جن پر آج فن رجال کا مدار ہے - اور حدیثون کی تنقید کے لئے زیادہ تر انہین تصنیفات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے -

میری کتاب کا پہلا حصہ جسمین امام ابو حنیفہ کے عام حالات ہین انہین تصنیفات سے ماخوذ ہے - لیکن دوسرا حصہ جسمین امام صاحب کی طرز اجتہاد و اصول استنباط سے بحث ہے اُسکے لئے یہ تمام دفتر بیکار تہا - کیونکہ قدیم زمانہ مین سوانح عمریون کا یہ ڈہنگ ہی نہ تہا کہ حالات زندگی کے ساتھ اوس شخص کی تصنیفات یا مسائل سے بہی بحث کرتے - مناظرہ اور مذہبی حمایت کے پیرایہ مین البتہ ایسی کتابین لکہی گئی ہین کہ اون سے مسایل اور تصنیفات پر تفصیلی ریویو لکہا جاسکتا ہے - مثلاً ابن ابی شیبہ نے امام ابو حنیفہ کے مسایل پر جو اعتراضات کیے اور ثابت کیا کہ وہ حدیث کے مخالف ہین قاسم بن قطلوبغا المتوفی ۸۷۹ھ نے اوسکا مفصل جواب لکہا - شمس الایمہ کردری نے منخول کے جواب مین ایک مستقل کتاب لکہی - اسیطرح ترجیح مذہب ابی حنیفہ کے نام سے شیخ اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی المتوفی ۷۸۶ھ اور شیخ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ

الجرجانی المتوفی ۳۹۷ھ نے مستقل کتابین لکہین۔ مورخ سبط ابن جوزی نے ایک ضخیم کتاب دو جلدون مین لکہی جسکا نام الانتصار لامام ایمۃ الامصار ہے۔ اسی مورخ کی ایک اور تصنیف ہے جو تینتیس بابون مین ہے اوسمین تفصیلاً امام ابو حنیفہ کے مسایل کی عمدگی ثابت کی ہے۔ صاحب کشف الظنون نے لکہا ہے کہ "یہ کتاب اپنے باب مین بینظیر ہے"۔ اسی مضمون پر عمر بن محمد بن سعید الموصلی کی ایک تصنیف ہے جس کا نام الانتصار والترجیح ہے۔ سب سے مفصل کتاب۔ الابانۃ ہے جو قاضی ابو جعفر احمد بن عبد اللہ بن القاسم کی تصنیف ہے اور چہ بابون پر منقسم ہے۔ پہلے باب مین ثابت کیا ہے کہ امام کا مذہب اصول سلطنت سے بہت مناسبت رکہتا ہے۔ دوسرا باب اس بحث مین ہے کہ اونکے مسایل حدیث و آثار سے ثابت ہین۔ چہٹے باب مین اون مسایل کا ذکر ہے جن پر مخالفون نے اعتراض کئے ہین۔ پہر نہایت تفصیل کے ساتہ اونکے جواب دئے ہین۔ جواہر مضیئہ کے مصنف نے لکہا ہے کہ "مینے یہ کتاب دیکہی ہے۔ نہایت عمدہ کتاب ہے اور جو دعوے کیا ہے اوسکے ثبوت مین بہت سی مثالین دی ہین"۔

بے شبہ اس قسم کی تصنیفات سے بہت بڑی مدد ملسکتی تہی لیکن مین مصنف کشف الظنون کی سی قسمت کہان سے لاتا کہ ان نایاب تصنیفات پر دسترس پا سکتا۔ بڑی تلاش سے۔ شمس الایمۃ کردری کا رسالہ بہم پہونچا کہ اس ناداری مین وہ بہی غنیمت ہے۔ بعض بعض باتین اس رسالہ سے لین۔ باقی میرا تتبع اور تحقیق ہے۔ جسکے لئے خوش قسمتی سے حدیث و

فقہ کا بڑا ذخیرہ میرے پاس مہیا تھا۔

یہ بات بھی لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ امام **ابوحنیفہ** کی زندگی کی مختلف حیثیتین ہین۔ ولادت۔ نشو و نما۔ طریقۂ معاش۔ طرز معاشرت وغیرہ۔ اس قسم کے حالات تاریخی پیرایہ رکھتے ہین۔ روایت مین اونکا ثقہ ہونا نہونا محدثانہ بحث ہے۔ اونکے مسایل و طریقہ اجتہاد پر راے قایم کرنی مجتہد کا کام ہے۔ اِسلئے جو کتاب اِن تمام حیثیتون پر شامل ہوگی ضرور ہے کہ مختلف بحثون مین خود اوسکی حیثیتین بھی بدلتی جائین۔ اوسکا طرز تحریر کہین مورخانہ ہوگا۔ کہین محدثانہ۔ اور کہین دونون پہلوؤن سے الگ مجتہدانہ روش ہوگی۔ اِس کتاب مین۔ مینے اِن مختلف حیثیتون کا لحاظ رکھا ہے۔ جو حالات تاریخ سے متعلق ہین اونمین وہ شہادتین کافی سمجھی ہین جو عام مورخون کے نزدیک مسلّم ہین۔ جو واقعہ محدثانہ پہلو رکھتا ہے اوسمین زیادہ تر تدقیق کی ہے اور تمام تر اون اصول سے کام لیا ہے جو محدثین نے اخبار و روایت کے لئے قرار دئے ہین۔ عام ناظرین کو شاید اون بحثون مین مزا نہ آئے مگر ایسے ضروری حصّہ کو مین کیونکر چھوڑ سکتا تھا۔ عام تاریخی واقعات مین گو رُواۃ حدیث کی طرح بال کی کھال نہین نکالی ہے تاہم کوئی ایسا واقعہ نہین لکھا جسکی سند موجود نہو۔ ساتھ ہی اسکا التزام کیا ہے کہ ایسی کتاب کا حوالہ ندیا جاے جو خود میری نظر سے نہ گزری ہو کیونکہ نقل در نقل ہوکر اکثر روایتین اپنی حالت پر قایم نہین رہتین۔ اِن احتیاطون کے ساتھ بھی ممکن۔ بلکہ ضرور ہے کہ مجھسے سامحات اور غلطیان ہوئی ہون۔ لیکن مین اِس سے زیادہ اور کیا کر سکتا تھا۔ وقال اللہ تعالیٰ

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

امام ابوحنیفہ کا نام ونسب وولادت

نعمان - نام - ابوحنیفہ کنیت - امام اعظم - لقب - شجرۂ نسب یہ ہے نعمان بن ثابت بن زوطی ابن ماہ - یہ امر جیسا کہ خود ناموں کی ترکیب سے ظاہر ہے عموماً مسلم ہے کہ امام صاحب عجمی النسل تھے - البتہ اسمین اختلاف ہے کہ کس نسل سے تھے اور عرب مین کیونکر آئے خطیب مورخ بغدادی سنے امام کے پوتے اسمٰعیل کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ "مین اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہون - ہم لوگ نسل فارس سے ہین اور کبھی کسیکی غلامی مین نہین آئے - ہمارے دادا ابوحنیفہ ۸۰ھ مین پیدا ہوئے - ثابت بچپن مین حضرت علی علیہ السّلام کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے اونہون سنے انکی اور انکے خاندان کے حق مین دعاے خیر کی تھی - ہمکو امید ہے کہ وہ دعا بے اثر نہین رہی[1]"۔ اسمٰعیل سنے امام صاحب کے دادا کا نام نعمان بتایا اور پردادا کا نام مرزبان حالانکہ عام طرح پر زوطی اور ماہ مشہور ہے - غالباً جب زوطی ایمان لائے - تو اونکا نام نعمان سے بدلدیا گیا - اسمٰعیل نے سلسلۂ نسب کے بیان مین زوطی کا وہی اسلامی نام لیا اور حمیت اسلام کا مقتضا بھی یہی تہا - زوطی کے باپ کا اصلی نام غالباً کچھ اور ہوگا اور ماہ اور مرزبان لقب ہونگے - کیونکہ اسمٰعیل کی روایت سے اسقدر اور بھی ثابت ہے کہ انکا خاندان فارس کا ایک معزز اور مشہور خاندان تہا - فارس مین رئیس شہر کو

[1] مختصر تاریخ بغداد لابن جزلۃ - ترجمہ امام ابوحنیفہ ۱۲

مرزبان کہتے ہین اسلیئے نہایت قرین قیاس ہے کہ ماہ اور مرزبان لقب ہین نہ نام-
حافظ ابوالمحاسن نے قیاس لگایا ہے کہ "ماہ اور مرزبان ہم معنی الفاظ ہونگے" اونہون نے
قیاساً کہا کیونکہ وہ فارسی زبان نہین جانتے تھے لیکن مین یقیناً کہتا ہون کہ درحقیقت ماہ اور
مرزبان کے ایک معنی ہین ماہ دراصل وہی مہ ہے جسکے معنی بزرگ اور سردار کے ہین - مشہور
مصرع ہے - نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را - عربی لہجہ نے مہ کو ماہ کردیا ہے -

زوطی غلام نہ تھے

بعض مورخون نے زوطی کی نسبت لکھا ہے کہ کابل سے گرفتار ہوکر آئے اور
قبیلہ بنی تیم اللہ کی ایک عورت نے خریدا کچھ دنون غلامی مین رہے پھر اوسنے آزاد کردیا
اِسلیئے امام کا خاندان موالی بنی تیم اللہ کہلاتا ہے :: مخالفون نے جنکو امام کی تنقیص
مین مزا آتا ہے اِس روایت کو زیادہ چمکایا ہے حالانکہ اِس قسم کی غلامی ثابت بھی ہو
توکسر شان کی کیا بات ہے - زمانہ نے خاندان کسریٰ پر اس لقب کا داغ لگایا ہے -
ہمارے علما حضرت ہاجرہ کو کنیز تسلیم کرتے ہین (گو توریت سے ثابت نہین) اسلام کے
قریب تر زمانہ مین اکثر وہ لوگ حدیث و روایت کے امام نظر آتے ہین جن پر اس قسم
کی غلامی کا اطلاق ہوچکا تھا - امام حسن بصری - بن سیرین - طاوس - عطا ابن یسار
نافع - عکرمہ - مکحول - جو اپنے زمانہ کے مقتدائے عام تھے - خود - یا اُنکے باپ دادا
غلام رہ چکے تھے -

زوطی کا غلام ہونا بھی ثابت ہو تو کچھ عار نہین - لیکن تاریخی شہادتین اِسکے خلاف ہین
امام کے نسب مین اور بھی اختلافات ہین ابو مطیع نے اونکو نسل عرب سے شمار کیا ہے

اور سلسلۂ نسب یون بتایا ہے - نعمان بن ثابت بن زوطی بن یحییٰ بن زید بن اسد
بن راشد الانصاری - حافظ ابو اسحق نے شجرۂ نسب کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے
نعمان بن ثابت بن کاؤس بن ہرمز بن بہرام - زوطی کے مقام سکونت مین بھی اختلاف
ہے اور یہ اختلافات ضرور ہونے چاہئین تھے - زوطی اول اول جب عرب مین آئے
ہونگے تو برسون تک اونکی حالت - بیگانگی کی حالت رہی ہوگی - لوگون کو اون کے
حالات کے ساتھ چندان اعتنا نہوگا اور ہوگا تو زبان کی اجنبیت کیوجہ سے صحیح حالات
نہ معلوم ہوسکے ہونگے - معاشرت کی ضرورتون نے زوطی کو مجبور کیا ہوگا کہ وہان کے
رہنے والون سے دوستانہ تعلق پیدا کرین - یہ طریقہ عرب مین عام طور پر جاری تھا اور
اس قسم کے تعلق کو ولاء کہتے تھے جسکا مشتق مولیٰ ہے - مولیٰ غلام کو بھی کہتے ہین -
اسطرح لفظی مشارکت سے بعضون نے زوطی کو غلام سمجھ لیا اور رفتہ رفتہ یہ خیال روایت
کی شکل پکڑکر کسیقدر عام ہوگیا جسکی وجہ سے اسمٰعیل کو دفع دخل کرنا پڑا کہ "واللہ ہمارا خاندان
کبھی کسیکی غلامی مین نہین آیا" اسمٰعیل نہایت ثقہ اور معزز شخص تھے اس وجہ سے
دقیقہ سنج مورخون نے اس بحث مین اونہین کی روایت پر اعتماد کیا ہے کہ "صاحب البیت
ادرىٰ بما فیہا" قاضی صیمری نے جو بڑے پایہ کے مصنف ہین صاف تصریح کی ہے کہ "
زوطی - بنی تیم اللہ کی حلیف یعنی ہم قسم تھے[۱]" اوس روایت کا (جسمین زوطی کی غلامی کا ذکر ہے)

---

[۱] دیکھو قلایدعقود العقیان باب اول - علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کے مقدمہ مین لکھا ہے
کہ مولیٰ کا لفظ زیادہ تر حلیف ہی کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے -

یہ حصہ بھی غلط ہے کہ وہ کابل سے گرفتار ہوکر آئے - زوطی کے باپ دادا کے نام فارسی زبان کے ہین - خود امام ابو حنیفہ کی نسبت ثابت ہے کہ وہ خاندانی حیثیت سے فارسی زبان جانتے تھے - یہ ظاہر ہے کہ کابل کی زبان فارسی نہ تھی -

زوطی کی نسبت ہم یہ نہین بتا سکتے کہ خاص کس شہر کے رہنے والے تھے - مؤرخون نے مختلف شہرونکے نام لئے ہین جنمین سے کسیکی نسبت ترجیح کا دعوی نہین کیا جا سکتا - یقینی طور پر جو ثابت ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ اقلیم فارس اور فارسی نسل سے تھے - یہ ممالک اوس زمانہ مین اسلامی اثر سے معمور تھے اور اکثر بڑے بڑے خاندان اسلام قبول کرتے جاتے تھے - غالباً زوطی اسی زمانہ مین اسلام لائے - اور جوش شوق - یا خاندان والونکی ناراضی سے جسکا باعث تبدیل مذہب تہا - عرب کا رُخ کیا - یہ جناب امیر علیہ السّلام کی خلافت کا زمانہ تھا اور شہر کوفہ دار الخلافہ ہونیکا شرف رکہتا تہا - اس تعلق سے زوطی نے کوفہ کو پسند کیا اور وہین سکونت اختیار کی - کبہی کبہی جناب امیرؑ کے دربار مین حاضر ہوتے اور خلوص عقیدت کے آداب بجالاتے - ایکبار نوروز کے دن کہ پارسیون کی عید کا دن ہے فالودہ نذر کے طور پر بہیجا - حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "نورو زنا کل یوم" یعنی "ہمارے ہان ہر روز نوروز ہے" - ثابت - امام ابو حنیفہ کے پدر بزرگوار کوفہ ہی مین پیدا ہوئے - زوطی نے ننہال لڑکے کو حضرت علیؓ کی خدمت مین حاضر کیا - آپنے بزرگانہ شفقت فرمائی اور اونکے اور اونکی اولاد کے حق مین دعائے خیر کی -

ثابت کے حالات زندگی بالکل نامعلوم ہین - قراین سے اسقدر پتہ چلتا ہے کہ تجارت

کے ذریعہ سے زندگی بسر کرتے تھے - چالیس برس کی عمر ہوئی تو خدا نے فرزند عطا کیا جسکا نام والدین نے نعمان رکھا لیکن زمانہ نے آگے چلکر امام اعظم کے لقب سے پکارا -

اوسوقت عبد الملک بن مروان جو دولت مروانیہ کا دوسرا تاجدار شمار کیا جاتا ہے مسند آرائے خلافت تہا - یہ وہ مبارک عہد تہا کہ رسول اللہ کے جمال مبارک سے جن لوگونکی آنکھین روشن ہوئی تہین اونمین سے چند بزرگ موجود تہے جنین سے بعض امام ابو حنیفہ کے آغاز شباب تک زندہ رہے - انس بن مالک نے جو رسول اللہ کے خادم خاص تھے ۹۳ھ مین وفات پائی - سہل بن سعد نے ۹۱ھ مین انتقال کیا اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ تو سو ہجری تک زندہ رہے - لیکن یہ ثابت نہین ہوتا کہ امام ابو حنیفہ نے کسی سے بہی کوئی حدیث روایت کی - اسپر لوگون کو نہایت تعجب ہے اور مورخون نے اسکے مختلف اسباب خیال کئے ہین - بعضون کی راے ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اوسوقت تک کسی قسم کی تعلیم نہین حاصل کی تہی - اونکے باپ دادا تجارت کرتے تہے - اِسلیئے اونکی نشو و نما بہی ایک عام تاجر کی حیثیت سے ہوئی - بڑے ہونے پر امام شعبی کی ہدایت سے علم کیطرف متوجہ ہوئے - اوسوقت موقع ہاتھ سے نکل چکا تہا یعنی صحابہ مین سے کوئی باقی نہین رہا تھا -

امام ابو حنیفہ نے صحابہ سے کیون روایت نہین کی -

لیکن میرے نزدیک اسکی ایک اور وجہ ہے - محدثین مین باہم اختلاف ہے کہ حدیث سیکہنے کیلئے کم از کم کیا عمر مشروط ہے - اِس امر مین ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تہے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درسگاہ مین شامل نہین ہو سکتا تھا[۱] - اور اونکے نزدیک

[۱] مقدمہ ابن الصلاح - مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۵۵ - ۱۲

چونکہ حدیثین بالمعنی روایت کیگئی ہین اسلئے ضرور ہے کہ طالب علم پوری عمر کو پہونچ چکا ہو۔ ورنہ مطالب کے سمجھنے اور اوسکے ادا کرنے مین غلطی کا احتمال ہے۔ غالباً یہی قید تھی جسنے امام ابو حنیفہ کو ایسے بڑے شرف سے محروم رکھا۔ اور سچ پوچھو تو یہ قید مصلحت سے خالی بھی نہین۔ جن لوگون نے دس بارہ برس کے سن مین صحابہ سے حدیثین سنین اونکی روایتین اس لحاظ سے تو نہایت قابل اعتماد ہین کہ رسول اللہ تک صرف ایک واسطہ ہے۔ لیکن اسبات کا قوی احتمال موجود ہے کہ کم سنی کیوجہ سے مضمون حدیث کی تمام خصوصیتین خیال مین نہ آئی ہون جسکی وجہ سے اداے مطلب مین عظیم الشان غلطیان پیدا ہوجاتی ہین۔

بہرنوع وجہ کچھ ہو واقعہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے کوئی حدیث نہین سُنی۔ تاہم یہ شرف اونکی قسمت مین تھا کہ جن آنکھون نے پیغمبر کا جمال دیکھا تھا اونکے دیدار سے عقیدت کی آنکھین روشن کین۔ یہ واقعہ ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن چونکہ اوس سے تابعیت کا رتبہ حاصل ہوتا ہے اسلئے یہ مسئلہ مذہبی پیرایہ مین آگیا ہے اور اُسپر بڑی بڑی بحثین قائم ہوگئی ہین۔ بے شبہ امام ابو حنیفہ کو اس شرف پر ناز تھا اور بجا تھا کہ اونہون نے حضرت انس صحابی کو اپنی آنکھون سے دیکھا تھا۔ غیر قومین ان باتون کو معمولی امر خیال کرینگے۔ لیکن ان واقعات سے اُس محبت اور جوش عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے جو مسلمانون کو رسول اللہ ﷺ۔ اور اونکے تعلق کی وجہ سے صحابہ کے ساتھ تھا۔ سچ ہے **شعر**

تابعیت کی بحث

فی الجملہ نسبتی بتو کافی بود مرا	بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است

ہمارے زمانہ کے بعض مصنفون نے امام کی تابعیت سے انکار کیا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہین پہلے بھی لوگون کو شبہ ہوا تھا لیکن محدثین نے جنکو اس قسم کی بحثون کے طے کرنیکا سب سے زیادہ حق حاصل ہے۔ امام کے موافق فیصلہ کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی سے کہ فن حدیث کے ایک عنصر ہین فتوی لیا گیا تھا اونہون نے یہ جواب لکھا "امام ابو حنیفہ کے زمانہ مین کئی صحابی موجود تھے اسلئے کہ امام سنہ ۸۰ھ مین بمقام کوفہ پیدا ہوئے اور اوسوقت وہان صحابہ مین سے عبداللہ بن ابی اوفی موجود تھے کیونکہ وہ سنہ ۸۲ھ مین یا اسکے بعد مرے۔ اور ابن سعد نے روایت کی ہے جسکی سند مین کچھ نقصان نہین کہ امام ابو حنیفہ نے انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ ان دو صحابہ کے سوا اور اصحاب بھی مختلف شہرون مین موجود تھے۔ بعض لوگون نے اون حدیثون کو جمع کیا ہے جو امام نے صحابہ سے روایت کین۔ لیکن اون حدیثونکی سندین ضعف سے خالی نہین۔ اور صحیح یہی ہے کہ امام اونکے ہمزمان تھے۔ اور بعض صحابہ کو دیکھا تھا۔ جیسا کہ ابن سعد نے روایت کی ہے۔ پس اس لحاظ سے امام ابو حنیفہ تابعین کے طبقہ مین ہین اور یہ امر۔ اور امامون کی نسبت جو اونکے ہم عصر تھے مثلاً اوزاعی شام مین۔ حماد بن بصرہ مین۔ ثوری کوفہ مین۔ مالک مدینہ شریفہ مین۔ لیث مصر مین۔ ثابت نہین ہوا واللہ اعلم"[۵]

حافظ ابن حجر کا فتویٰ

ابن سعد کی جس روایت کا حافظ ابن حجر نے حوالہ دیا ہے وہ صرف ایک واسطہ

[۵] اس فتوی کو حافظ ابو المحاسن نے عقود الجمان مین بعبارتہا نقل کیا ہی۔ اور ہمنے اوسیکا لفظی ترجمہ کیا ہے۔

یعنی سیف بن جابر کے ذریعہ سے امام ابوحنیفہ تک پہونچتی ہے - یعنی ابن سعد نے
سیف بن جابر سے سُنا اور سیف نے خود امام ابوحنیفہ[1] سے - ابن سعد وہ شخص ہین جنکی
نسبت علامہ نووی نے تہذیب الاسماء مین لکھا ہے کہ "اگرچہ اون کا شیخ واقدی
ثقہ نہین مگر وہ خود نہایت ثقہ ہین"، سیف بن جابر - بصرہ کے قاضی اور صحیح الروایۃ
تھے - اِس لحاظ سے یہ روایت اسقدر صحیح اور مستند ہے کہ قوی سے قوی حدیث بھی
اوس سے زیادہ صحیح نہین ہوسکتی - اِسی بنا پر تمام بڑے بڑے محدثین مثلاً خطیب
بغدادی - علامہ سمعانی مصنف کتاب الانساب - علامہ نووی شارح صحیح مسلم - علامہ ذہبی
حافظ ابن حجر عسقلانی - زین الدین عراقی - سخاوی - ابوالمحاسن دمشقی - نے جن پر اب
حدیث و روایت کا مدار ہے قطعاً فیصلہ کردیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس
کو دیکھا تھا[2] -

ابن خلکان نے بھی خطیب بغدادی کا یہ قول نقل کیا ہے لیکن چونکہ مورخ مذکور نے
لکھا ہے کہ "امام ابوحنیفہ کو کسی صحابی سے ملاقات اور روایت حاصل نہین ہوئی"-
لوگون کو دہوکا ہوا کہ ابن خلکان تابعیت کے منکر ہین - حالانکہ ابن خلکان کو لقا رو
روایت سے انکار ہے نہ رویت سے - لیکن اگر ابن خلکان کی عبارت کا وہی مطلب ہو جو
بعض ظاہر بینون نے قرار دیا ہے تاہم کون کہ سکتا ہے کہ ایسے بڑے بڑے محدثین کے

[1] تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی مین یہ تصریح موجود ہے - [2] مختصر تاریخ خطیب بغداد - وکتاب الانساب
وتہذیب الاسماء واللغات - وتذکرۃ الحفاظ وعبر فی اخبار من غبر للذہبی - وتہذیب التہذیب -
مین ابوحنیفہ کا ترجمہ دیکھو -

مقابلہ مین اونکی شہادت کچھ بھی اعتبار کے قابل ہوگی۔ اصول روایت مین یہ مسئلہ طے ہوچکا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے اثبات ونفی مین برابر درجہ کی شہادتین موجود ہون تو اثبات کا اعتبار ہوگا۔ یہان نفی کی شہادت ثبوت کے مقابلہ مین بالکل کم رتبہ ہے۔

بعض حنفیون نے رویت سے بڑہکر روایت کا بھی دعوی کیا ہے اور تعجب ہے کہ علامہ عینی شارح ہدایہ بھی اس غلطی کے حامی ہین۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ دعوی ہرگز پایۂ ثبوت کو نہین پہنچتا۔ حافظ ابو المحاسن نے عقود الجمان مین اون تمام حدیثون کو مع سند نقل کیا ہے جنکی نسبت یہ خیال ہے کہ امام نے صحابہ سے سُنین تہین۔ پہر اصول حدیث سے اونکی جانچ کی ہے اور ثابت کردیا ہے کہ ہرگز ثابت نہین۔ محدثانہ بحثین تو دقت طلب ہین۔ صاف بات یہ ہے کہ امام نے صحابہ سے ایک بھی روایت کی ہوتی تو سب سے پہلے امام کے تلامذۂ خاص اوسکو شہرت دیتے۔ لیکن قاضی ابو یوسف۔ امام محمد۔ حافظ عبد الرزاق بن ہمام۔ عبد اللہ بن المبارک۔ ابو نعیم فضل بن دکین۔ مکی بن ابراہیم۔ ابو عاصم النبیل وغیرہ سے کہ امام کے مشہور اور با اخلاص شاگرد تھے اور سچ پوچہیے تو زیادہ ترانہین لوگون نے اونکے نام آوری کے سکّے بٹہائے ہین۔ ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہین۔

صحابہ سے روایت نہین کی

امام۔ کی کنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے۔ حقیقی کنیت نہین ہے۔ امام کے کسی اولاد کا نام حنیفہ نہ تہا۔ یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ابو الملة الحنیفہ قرآن مین خدا نے مسلمانون سے خطاب کرکے کہا ہے **واتبعوا ملة ابراہیم حنیفا**۔

امام ابو حنیفہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی۔

سن رشد۔ تعلیم و تربیت۔ شیوخ۔ و اساتذہ

امام کے بچپن کا زمانہ نہایت پر آشوب زمانہ تھا۔ حجاج بن یوسف۔ خلیفہ عبد الملک کی طرف سے عراق کا گورنر تھا اور ہر طرف ایک قیامت برپا تھی۔ چونکہ مذہبی گروہ کی مخالفت کی وجہ سے عرب و عراق مین ابتک مروانی حکومت کے پانون نہین جمے تھے۔ حجاج کی سفاکیان زیادہ تر انہین لوگون پر مبذول تھین جو ائمۂ مذہب۔ اور علم و فضل کی حیثیت سے مقتدائے عام تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے نہایت سچ کہا کہ "اگر اور پیغمبر ونکی امتین سب ملکر اپنے اپنے زمانہ کے بدکارون کو پیش کرین اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ مین لائین تو واللہ ہمارا پلہ بھاری رہے گا" عبد الملک نے ۸۶ھ مین وفات کی اور اوسکا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔ ولید کے زمانہ مین اگرچہ فتوحات نے نہایت ترقی کی۔ اسپین و سندھ دو بڑی مملکتین اسلام کے قبضہ مین آگئین۔ خوارزم و سمرقند۔ سے گزر کر کابل و فرغانہ پر علم اسلام نصب ہوا۔ مغرب کی طرف جزایر منورقہ و میورقہ فتح ہوئے۔ لیکن اسلام کی روحانی برکتون کا نشان نہ تھا۔ ملکی عہدہ دارون مین سے جو لوگ جسقدر زیادہ معزز اور با اختیار تھے اوسیقدر ظالم اور سفاک تھے۔ اوسی زمانہ کی نسبت حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ "ولید۔ شام مین۔ حجاج۔ عراق مین۔ عثمان۔ حجاز مین۔ قرۃ۔ مصر مین واللہ تمام دنیا ظلم سے بھر گئی" اِس عالمگیر آشوب مین بھی اگرچہ درس و تعلیم کا سلسلہ بند نہین ہوا تھا۔ جا بجا حدیث و روایت کی درسگاہین موجود تھین۔ اور فقہا و محدثین باوجود بے اطمینانی کے

درس و تدریس مین مشغول تھے۔ تاہم اسلام کی حوصلہ مندیون اور جوش کے لحاظ سے جسقدر تھا۔ نہایت کم تھا
ملک کی خوش قسمتی تھی کہ حجاج ۹۵ھ مین مرگیا۔ ولید نے بھی ۹۶ھ مین وفات پائی۔
ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے مسند خلافت کو زینت دی جسکی نسبت مورخین کا بیان
ہے کہ خلفائے بنوامیہ مین سب سے افضل تھا۔ سلیمان نے اسلامی دنیا پر سب سے
بڑا یہ احسان کیا کہ عمر بن عبدالعزیز کو مشیر سلطنت بنایا اور مرتے دم تحریری وصیت کی۔ کہ "میرے
بعد عمر بن عبدالعزیز تخت نشین ہون"۔ سلیمان نے ۹۹ھ مین وفات پائی اور وصیت کے
موافق عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر بیٹھے۔ اونکی خلافت نے دفعۃً حکومت مروانی کا رنگ
بدل دیا۔ اور تمام ملک مین عدل و انصاف۔ علم و عمل۔ خیر و برکت۔ کی۔ جان تازہ ڈالدی
ایک مدت سے حضرت علیؑ پر خطبون مین جو لعن پڑھا جاتا تھا ایک لخت موقوف کردیا۔
شہزادگان بنوامیہ کے ہاتھون سے جاگیرین چھین لین۔ جہان جہان ظالم عمّال تھے یکقلم
معزول کردئے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ علوم مذہبی کو وہ رونق دی کہ گھر گھر یہی چرچے پھیل گئے۔
امام زہری کو حکم دیا کہ حدیثون کو یکجا کرین یہ مجموعہ تیار ہوا تو ممالک اسلامیہ مین اوس کی
نقلین بھجوائین۔

غرض حجاج و ولید کے عہد تک تو امام ابوحنیفہ کو تحصیل علم کیطرف متوجہ ہونیکی نہ رغبت ہوسکتی
تھی نہ کافی موقع مل سکتا تھا۔ تجارت۔ باپ دادا کی میراث تھی۔ اِسلئے خز بافی کا کارخانہ قایم
کیا۔ اور حسن تدبیر سے اوسکو بہت کچھ ترقی دی۔ لیکن سلیمان کی عہد خلافت مین جب درس
تدریس کے چرچے زیادہ عام ہوئے تو اونکے دل مین بھی ایک تحریک پیدا ہوئی۔

حسنِ اتفاق یہ کہ انھی دنون مین ایک اتفاقی واقعہ پیش آیا جس سے اونکے ارادہ کو اور بھی استحکام ہوا۔

تحصیل علم کی تحریک

ایک دن بازار جا رہے تھے۔ امام شعبی۔ جو کوفہ کے مشہور امام تھے اون کا مکان راہ مین تھا سامنے سے نکلے تو اونھون نے یہ سمجھکر کہ کوئی نوجوان طالب علم ہے۔ پاس بلالیا اور پوچھا کہ "کہان جارہے ہو" انہون نے ایک سوداگر کا نام لیا۔ امام شعبی نے کہا "میرا مطلب یہ تھا تم پڑھتے کس سے ہو؟" انہون نے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ کسی سے بھی نہین" شعبی نے کہا کہ "مجھکو تم مین قابلیت کے جوہر نظر آتے ہین تم علما کی صحبت مین بیٹھا کرو"[۱]۔ اِس نصیحت نے اونکے دل مین گھر کرلیا۔ اور نہایت اہتمام سے تحصیل علم پر متوجہ ہوئے۔

اوسوقت تک علم جس چیز کا نام تہا وہ ادب۔ انساب۔ ایام العرب۔ فقہ۔ حدیث۔ کلام تھا۔

علم کلام

کلام۔ اگرچہ آج کل کا علم کلام نہ تھا کیونکہ اوس عہد تک مسایل اسلام پر فلسفہ کا پرتو نہین پڑا تھا تاہم اون علوم مین دقتِ نظر۔ بلندی خیال۔ زورِ طبع۔ کیلئے اُس سے وسیع تر میدان نہ تھا۔ اسلام جب تک عرب کی آبادی مین محدود رہا اوسکے مسایل نہایت سادہ اور صاف رہے لیکن فارس اور مصر و شام پہونچکر اونمین رنگ آمیزیان شروع ہوگئین۔ اِن ملکون مین اگرچہ حکمت و فلسفہ کا وہ زور باقی نہ رہا تھا تاہم فلسفہ کے بگڑے بگڑائے مسایل عام لوگون مین پھیلے ہوئے تھے اور طبیعتین عموماً باریک بینی اور احتمال آفرینی کی عادی تھین۔

قرآن پاک مین خدا کی ذات و صفات۔ مبدا و معاد وغیرہ کے متعلق جو کچھ مذکور ہے عرب

[۱] عقود الجمان۔ باب سادس۔ ۱۲

نے اوسکو اجمالی نگاہ سے دیکھا اور خلوص اعتقاد کیلئے وہی کافی تہا - بخلاف اسکے فارس و شام مین نہایت دقیق بحثین پیدا ہوگئین جو وسعت تمدن اور ترقی خیالات کے لحاظ سے ضرور پیدا ہونی چاہئین تھین - تنزیہ و تشبیہ - صفات کی عینیت و غیریت - حدوث و قدم - غرض اس قسم کے بہت سے مضامین نکل آئے جنکو بحث و تدقیق کی وسعت نے مستقل فن بنادیا - رفتہ رفتہ عام اعتقادی مسایل مین بھی موشگافیان شروع ہوگئین - اور رایون کے اختلافات سے مختلف فرقے بنتے گئے جو قدری - مرجی - معتزلی - جہمی - خارجی - رافضی کہلائے یہ فتنہ یہان تک بڑہا کہ اہل حق جو ابتک اِن بحثون سے الگ تھے اونکو بھی مخالفت کی ضرورت سے اسطرف متوجہ ہونا پڑا - اسطرح علم **کلام** پیدا ہوگیا - جسکو تدوین و ترتیب کی وسعت نے اس رتبہ کو پہونچایا کہ بڑے بڑے ائمہ مذہب (مثلاً امام اشعری و ابو المنصور ماتریدی) کا مایۂ ناز ٹھہرا -

علم کلام کیطرف متوجہہ

علم کلام زمانۂ مابعد مین اگرچہ مدوّن و مرتب ہوکر اکتسابی علوم مین داخل ہوگیا لیکن اوسوقت تک اوسکی تحصیل کیلئے صرف قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات درکار تھین قدرت نے امام ابوحنیفہ مین یہ تمام باتین جمع کردی تھین - رگون مین ایرانی خون - اور طبیعت مین زور اور جدت تھی - مذہبی روایتین اور مسایل - کوفہ مین ایسے عام تھے کہ ایک معمولی شخص بھی تعلیم یافتہ لوگون مین اُٹھ بیٹھکر حاصل کرسکتا تہا - امام ابوحنیفہ نے اِس فن مین وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذۂ فن - بحث کرنے مین اون سے جی چراتے تھے - تجارت کی ضرورت سے اکثر - بصرہ - جانا ہوتا تہا جو اِن تمام فرقون کا دنگل اور خاصکر خارجیون کا

مرکز تھا - اباضیہ - صفریہ - حشویہ - وغیرہ سے اکثر بحثین کین اور ہمیشہ غالب رہے - اگرچہ آخر ان جھگڑون کو چھوڑکر وہ علم **فقہ** پر مائل ہوئے اور تمام عمر اوسکی نذر کردی لیکن اخیر تک یہ مذاق طبیعت سے نہ گیا - خارجیون وغیرہ سے اونکے مناظرے - علم کلام کی جان ہین - اونکی علمی زندگی کے تذکرہ مین ہم بعض واقعات کی تفصیل بیان کرینگے -

شروع شروع مین تو امام صاحب اس فن کے بہت دلدادہ رہے لیکن جسقدر عمر اور تجربہ بڑہتا جاتا تھا اونکی طبیعت رکتی جاتی تھی - خود اون کا بیان ہے کہ "آغاز عمر مین مین اس علم کو سب سے افضل جانتا تھا کیونکہ مجھکو یقین تھا کہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد انہین باتون پر ہے - لیکن پھر خیال آیا کہ صحابہ کبار ان بحثون سے ہمیشہ الگ رہے - حالانکہ ان باتون کی حقیقت اون سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا - اونکی توجہ جسقدر تھی فقہی مسائل پر تھی - اور یہی مسایل وہ دوسرون کو تعلیم دیتے تھے - ساتھ ہی خیال گزرا کہ جو لوگ علم کلام مین مصروف ہین اون کا طرز عمل کیا ہے - اس خیال سے اور بھی بیدلی پیدا ہوئی - کیونکہ ان لوگون مین وہ اخلاقی پاکیزگی اور روحانی اوصاف نہ تھے جو اگلے بزرگون کا تمغاے امتیاز تھا"[۵] اسی زمانہ مین ایک دن ایک عورت نے آکر یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو سنت کے طریقہ پر طلاق دینی چاہتا ہے - کیونکر دے - خود تو بتا نہ سکا عورت کو ہدایت کی کہ امام حماد - جن کا حلقۂ درس یہان سے قریب ہے جاکر پوچھے - یہ بھی کہدیا کہ حماد جو کچھ بتائین مجھسے کہتی جانا - تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی اور کہا کہ حماد نے یہ جواب دیا -

---

[۵] عقود الجمان باب سادس - ۱۲

مجھکو سخت عبرت ہوئی اُسیوقت اُٹھ کھڑا ہوا اور حماد کے حلقۂ درس مین جا بیٹھا"

حماد کی شاگردی۔

امام کی ابتدائی تحصیل کے متعلق ایک اور روایت ہے جسکا سلسلہ سند خطیب نے امام تک پہونچایا ہے یعنی امام صاحب کا بیان ہے کہ "جب مینے تحصیل علم پر توجہ کی تو بہت سے علوم پیش نظر تھے اور مین متردد تھا کہ کس کو اختیار کرون۔ سب سے پہلے کلام کا خیال آیا۔ ساتھ ہی دل مین گزرا کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن ہے۔ ایک مدت کی محنت اور دردسری کے بعد کمال بھی پیدا کیا تو علانیہ اظہار نہین کرسکتے کہ لوگ الحاد کی تہمت نہ لگائین۔ ادب اور قرأت کا بجز اسکے کہ مکتب پڑھائین اور کچھ فائدہ نہ تھا۔ شعر و شاعری مین ہجو اور جھوٹی مدح کے سوا اور کیا دھرا تھا۔ حدیث۔ کیلئے اوّلاً تو ایک مدت درکار تھی۔ اسکے علاوہ کم سنون سے واسطہ پڑتا اور ہر وقت یہ فکر رہتی کہ لوگ جرح و تعدیل کا نشانہ نہ بنائین۔ آخر فقہ پر نظر پڑی اور دنیا و دین کی حاجتین اوس سے وابستہ نظر آئین" لیکن یہ روایت محض غلط ہے۔ تمام معتمد روایتین اسکے خلاف ہین۔ جو ریمارک امام صاحب کی طرف منسوب کئے ہین ایسے جاہلانہ ریمارک ہین کہ ایک معمولی آدمی کی طرف بھی نسبت نہین کی جاسکتی۔ اس روایت کو صحیح مانین تو ماننا پڑیگا کہ حدیث و کلام کیطرف امام ابو حنیفہ نے توجہ ہی نہین کی۔ حالانکہ ان فنون مین امام ابوحنیفہ کا جو پایہ ہے اوس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ تحصیل علوم کے بعد امام نے خیال کیا ہو کہ کس فن کو اپنا خاص فن بنائین اور چونکہ عام خلایق کی ضرورتین فقہ سے وابستہ دیکھین اوسی کو ترجیح دی۔ یہی بات طرز بیان کی رنگ آمیزیون سے اس حد تک پہونچ گئی۔ جسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یہ روایت باانیہمہ کہ قید کتابت مین آچکی تھی عقود الجمان

کے مصنف نے نقل کی تو بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے - ابن حجر نے تاریخ بغداد کا جو اختصار کیا ہے ہماری پیش نظر ہے او سمین اس روایت کا جہان ذکر ہے ہر علم کے متعلق کی جو ریمارک ہین - دوسرونکی طرف منسوب ہین - امام ابو حنیفہ کی نسبت صرف اونکا تسلیم کرنا بیان کیا ہے -

حماد کوفہ کے مشہور امام - اور اُستاد وقت تھے حضرت انس سے جو رسولؐ اللہ کے خادم خاص تھے حدیث سُنی تھی اور بڑے بڑے تابعین کی فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے - اوسوقت کوفہ مین اونہین کا درسگاہ مرجع عام سمجھا جاتا تھا - مسعر و شعبہ نے جو امیہ رفن خیال کئے گئے ہین اونہین کے حلقۂ درس مین تعلیم پائی تھی حضرت عبداللہ بن مسعود (صحابی) سے فقہ کا جو سلسلہ چلا آتا تھا - اوسکا مدار انہین رہگیا تھا - ان باتون کے ساتھ - زمانہ نے بھی اون کا ساتھ دیا تھا - یعنی دولتمند اور فارغ البال تھے اور اس وجہ سے نہایت اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ اپنے کام مین مشغول رہتے تھے - اِن وجوہ سے امام ابو حنیفہ نے علم فقہ پڑہنا چاہا - تو اُستادی کے لئے اونہین کو انتخاب کیا - اوسوقت درس کا طریقہ یہ تھا - کہ اوستاد کسی خاص مسئلہ پر زبانی گفتگو کرتا تھا جسکو شاگرد یاد کرلیتے اور کبھی لکھ بھی لیا کرتے تھے - **امام ابو حنیفہ** - پہلے دن پائین صف مین بیٹھے کیونکہ مبتدیون کے لئے یہ امتیاز عموماً قایم رکہا جاتا تھا - لیکن چند روز کے بعد جب حماد - کو تجربہ ہوگیا کہ تمام حلقہ مین ایک شخص بھی حافظہ اور ذہانت مین اون کا ہمسر نہین ہے تو حکم دیدیا کہ ابو حنیفہ سب سے آگے بیٹھا کرین[1] -

---

[1] عقود الجمان باب سادس - ۱۲

امام نے اگرچہ اسی زمانہ مین حدیث پڑہنی شروع کردی تھی جسکا تفصیلی بیان آگے آتا ہے۔ تاہم حماد کے حلقۂ درس مین ہمیشہ حاضر ہوتے رہے۔ خود اون کا بیان ہے کہ "مین دس برس تک حماد کے حلقۂ درس مین حاضر ہوتا رہا پھر خیال ہوا کہ اب خود درس و تعلیم کا سلسلہ قایم کرون۔ لیکن اُستاد کا ادب مانع ہوتا تھا۔ اتفاق سے اونہین دنون حماد کا ایک رشتہ دار جو بصرہ مین رہا کرتا تھا مر گیا۔ حماد کے سوا اور کوئی اوسکا وارث نہ تھا۔ اس ضرورت سے اونکو بصرہ جانا پڑا۔ چونکہ مجھکو اپنا جانشین کر گئے تھے۔ تلامذہ اور ارباب حاجت نے میری طرف رجوع کیا۔ بہت سے ایسے مسئلے پیش آئے جنہین اُستاد سے مینے کوئی روایت نہین سُنی تھی۔ اسلئے اپنے اجتہاد سے جواب دیئے اور احتیاط کے لئے ایک یادداشت لکھتا گیا۔ دو مہینے کے بعد حماد بصرہ سے واپس آئے۔ مینے وہ یادداشت پیش کی۔ کل ساٹھ مسئلے تھے۔ انمین سے بیس مین غلطیان نکالین باقی کی نسبت فرمایا کہ تمہارے جواب صحیح ہین۔ مینے عہد کیا کہ حماد جب تک زندہ ہین اون کی شاگردی کا تعلق کبھی نہ چھوڑون گا۔"

حماد نے ۱۲۰ھ مین انتقال کیا۔ امام ابوحنیفہ نے اگرچہ حماد کے سوا اور بزرگوں کی خدمت مین بھی فقہ کی تحصیل کی لیکن کچھ شبہ نہین کہ اس فن خاص مین وہ حماد ہی کے تربیت یافتہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ وہ حد سے زیادہ اونکی تعظیم کرتے تھے۔

حدیث کی تحصیل۔ حماد کے زمانہ مین ہی امام نے حدیث کی طرف توجہ کی کیونکہ مسائل فقہ کی مجتہدانہ تحقیق جو امام کو مطلوب تھی حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہ تھی۔

اوسوقت تمام ممالک اسلامیہ مین بڑے زور شور سے حدیث کا درس جاری تہا اور ہر جگہ سند اور روایت کے دفتر کہلے ہوئے تہے - صحابہ جنکی تعداد کم از کم دس ہزار ہے تمام ممالک مین پہونچگئے تہے - اور انکی وجہ سے اسناد و روایت کا ایک عظیم الشان سلسلہ قایم ہوگیا تہا لوگ جہان کسی صحابی کا نام سن پاتے تہے ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے تہے کہ چلکر رسول اللہ کے حالات سنین - یا مسایل شرعیہ کی تحقیق کرین - اسطرح تابعین کا - جو صحابہ کے شاگرد کہلاتے تہے بیشمار گروہ پیدا ہوگیا تہا - جنکے سلسلے تمام ممالک اسلامیہ مین پہیل گئے تہے - جن شہرون مین صحابہ یا تابعین کا زیادہ مجمع تہا - وہ دار العلم کے لقب سے ممتاز تہے - ان مین مکہ معظمہ - مدینہ منورہ - یمن - بصرہ - کوفہ - کو خاص امتیاز تہا - کیونکہ اسلامی آثار کے لحاظ سے کوئی شہر - ان مقامات کا ہمسر نہ تہا -

کوفہ

کوفہ جو امام ابو حنیفہ کا مولد و مسکن تہا اسلام کی وسعت و تمدن کا گویا دیباچہ تہا - اہل عرب کی روز افزون ترقی کیلئے عرب کی مختصر آبادی کافی نہ تہی - اس ضرورت سے حضرت عمر نے سعد بن ابی وقاص کو جو اوسوقت حکومت کسریٰ کا خاتمہ کرکے - مداین - مین اقامت گزین تہے خط لکہا کہ "مسلمانون کے لئے ایک شہر بساؤ جو اونکا دار الہجرۃ اور قرارگاہ ہو" سعد نے کوفہ کی زمین پسند کی - ۱۷ھ مین اوسکی بنیاد کا پتہر رکہا گیا اور معمولی سادہ وضع کی عمارتین تیار ہوئین - اوسیوقت عرب کے قبایل ہر طرف سے آآکر آباد ہونے شروع ہوئے - یہانتک کہ تہوڑے دنون مین وہ عرب کا ایک خطہ بنگیا - حضرت عمر نے یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمیون کے لئے جو وہان جاکر آباد ہوئے تہے روزینے مقرر کردئے - چند روز مین

جمعیت کے اعتبار سے کوفہ نے وہ حالت پیدا کی کہ جناب فاروق - کوفہ کو "رمح اللہ" "کنز الایمان" "جمجمۃ العرب" یعنی خدا کا علم ایمان کا خزانہ - عرب کا سر - فرمایا کرتے تھے - اور خط لکھتے تو اس عنوان سے لکھتے تھے - "الی راس الاسلام - الی راس العرب" حضرت علیؑ نے اس شہر کو دار الخلافۃ قرار دیا - صحابیوں سے ایک ہزار پچاس شخص جنمین چوبیس وہ بزرگ تھے جو غزوہ بدر مین رسول اللہ کے ہمرکاب رہے تھے وہان گئے اور بہتون نے سکونت اختیار کرلی - ان بزرگون کی بدولت ہر جگہ حدیث و روایت کے چرچے پھیل گئے تھے - اور کوفہ کا ایک ایک گھر - حدیث و روایت کا درس گاہ بن گیا تھا۔[۵۱]

بصرہ بھی اوسی مقدس خلیفہ کے حکم سے آباد ہوا تھا اور وسعت علم اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے کوفہ کا ہمسر تہا - یہ دونون شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرح - علوم اسلامی کے دار العلم خیال کئے جاتے تھے - علامہ ذہبی - نے اسلام کی دوسرے تیسرے دور مین جن لوگون کو حاملین حدیث کا لقب دیا ہے اور اونکے مستقل ترجمے لکھے ہین - اونمین اکثر - مثلاً مسروق بن الاجدع - عبیدہ بن عمر - اسود بن یزید - ابوعمر النخعی - ذر بن حبیش - ربیع بن خثیم - عبد الرحمن بن ابی لیلی - ابو عبد الرحمن السلمی - شریح بن الحرث - شریح بن ہانی - ابو وائل شقیق بن سلمہ - قیس بن ابی حازم - محمد بن سیرین - حسن بصری - شعبۃ بن حجاج - قتادۃ بن دعامہ - انہین دونون شہرونکے رہنے والے یا نزیل[۵۲] تھے - سفیان بن عیینہ - جو ایمہ حدیث مین شمار کئے جاتے ہین اکثر

---

۵۱ یہ تمام تفصیل - فتوح البلدان بلاذری ذکر آبادی کوفہ - معجم البلدان - و فتح المغیث صفحہ ۳۸۲ مین مذکور ہے

۵۲ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی -

فرماتے تہے کہ "مناسک کے لئے مکہ - قرأت - کیلئے مدینہ - اور حلال وحرام یعنی فقہ کیلئے کوفہ ہے" [51]

فقہ مین امام نے زیادہ تر حماد کا حلقۂ درس کافی سمجہا تہا - لیکن حدیث مین یہ قناعت ممکن نہ تہی - یہان صرف ذہانت اور اجتہاد سے کام نہین چل سکتا تہا بلکہ درایت کے ساتھ روایت کی بہی ضرورت تہی - حدیثین اوسوقت تک نہایت پریشان اور غیر مرتب تہین یہانتک کہ بڑے بڑے اساتذہ دو چار سو حدیثون سے زیادہ یاد نہین رکہتے تہے - یہ تعداد ضروری مسایل کے لئے بہی کافی نہ تہی - اسکے علاوہ طرق روایت مین اسقدر اختلافات پیدا ہو گئے تہے کہ ایک حدیث جب تک متعدد طریقون سے نہ معلوم ہو اوسکے مفہوم اور تعبیر کا ٹھیک ٹھیک تعین ہونا دشوار تہا - امام ابو حنیفہ کو حماد کی صحبت اور پختگی عمر نے ان ضرورتون سے اچہی طرح واقف کردیا تہا - اسلئے نہایت سعی اور اہتمام سے حدیثون کے بہم پہونچانے پر توجہ کی -

تقریباً - کوفہ مین کوئی ایسا محدث باقی نہ تہا جسکے سامنے امام صاحب نے زانوی شاگردی تہ نہ کیا ہو - اور حدیثین نہ سیکہی ہون - ابو المحاسن شافعی نے جان اونکے شیوخ حدیث کے نام گنائے ہین - ترانوے شخصونکی نسبت لکھا ہے کہ کوفہ کے رہنے والے یا نزیل تھے تہذیب التہذیب و تہذیب الاسماء - و تذکرۃ الحفاظ وغیرہ مین - اگرچہ (جیساکہ ان کتابون کا عام طریقہ ہے) - امام - کے شیوخ کا استقصا نہین کیا ہے - تاہم انہین کتابونکے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے ایک گروہ کثیر سے روایت کی جنمین ۲۹ شخص خاص کوفہ کے رہنے والے

---

[51] معجم البلدان - ذکر کوفہ -

امام کی شیوخ حدیث

تھے اور اونمین اکثر تابعی تھے - شیوخ کوفہ - مین خاصکر - امام شعبی - سلمۃ بن کہیل - محارب بن دثار - ابو اسحٰق سبعی - عون بن عبداللہ - سماک بن حرب - عمرو بن مرۃ - منصور بن المعتمر - اعمش - ابراہیم بن محمد - عدی بن ثابت الانصاری - عطا بن السائب - موسیٰ بن ابی عائشہ - علقمۃ بن مرثد - بہت بڑے محدث - اور سند و روایت کے مرجع عام تھے - سفیان ثوری اور امام حنبل وغیرہ کا سلسلۂ سند اکثر انہین بزرگون تک پہونچتا ہے -

امام شعبی[۱] - وہی بزرگ ہین جنہون نے اول اول امام ابوحنیفہ کو تحصیل علم کی رغبت دلائی تھی - بہت سے صحابہ سے حدیثین روایت کی تھین - مشہور ہے کہ پانسو صحابہ کو دیکھا تھا - عراق - عرب - شام - مین چار شخص جو استاد کامل تسلیم کیے جاتے تھے انمین ایک یہ تھے - امام زہری کہا کرتے تھے کہ "عالم صرف چار ہین مدینہ مین ابن المسیب - بصرہ - مین حسن - شام مین مکحول - کوفہ - مین شعبی" - حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کو ایکبار مغازی کا درس دیتے دیکھا تو فرمایا کہ "واللہ یہ شخص اس فن کو مجھسے اچھا جانتا ہے" - ایک مدت تک منصب قضا پر مامور رہے - خلفا اور اعیان دولت - ان کا نہایت احترام کرتے تھے - ۱۰۴ھ ہجری یا ۱۰۶ھ ہجری مین وفات پائی -

سلمۃ بن کہیل - مشہور محدث اور تابعی تھے - جندب بن عبداللہ ابن ابی اوفی - ابو الطفیل و رانکے علاوہ اور بہت سے صحابہ سے حدیثین روایت کین - ابن سعد نے انکو کثیر الحدیث لکھا ہے - سفیان بن عیینہ (امام شافعی کے استاد) فرماتے تھے کہ سلمۃ بن کہیل ایک رکن ہین ارکان مین سے - ابن مہدی کا قول تھا کہ کوفہ مین - چار شخص سب سے زیادہ صحیح الروایۃ تھے - منصور - سلمۃ - عمرو بن مرۃ - ابو حصین -

---

[۱] امام کی شیوخ حدیث کا حال - مین نے زیادہ تر - تہذیب التہذیب - و معارف ابن قتیبۃ - و مرآۃ الجنان یافعی سے لکھا ہے

ابو اسحٰق سبعی - کبار تابعین سے تھے - عبد اللہ بن عباس - عبد اللہ بن عمر - بن زبیر - نعمان بن بشیر
زید بن ارقم - اور بہت سے صحابہ سے جنکے نام علامہ نووی نے تہذیب الاسماء مین بہ تفصیل لکھے ہین - حدیثین
سنین تھین - عجلی نے کہا ہے کہ ۳۵ صحابہ سے اِنکو بالمشافہ روایت ہے - علی بن المدینی جو امام بخاری کے
اوستاد تھے اونکا قول ہے کہ ابو اسحٰق کے شیوخ حدیث مینے شمار کئے تو کم و بیش تین سو ٹھہرے - حافظ ابن
حجر نے تہذیب - مین انکا مفصل تذکرہ لکھا ہے -

سماک بن حرب - بہت بڑے تابعی اور محدث تھے - امام سفیان ثوری نے کہا ہے کہ سماک
نے کبھی حدیث مین غلطی نہین کی - خود سماک کا بیان ہے کہ مین اسّی صحابہ سے ملا ہون -

محارب بن دثار - عبد اللہ بن عمر اور جابر وغیرہ سے روایت کی - امام سفیان ثوری کہا کرتے تھے
کہ "مینے کسی زاہد کو نہین دیکھا جسکو محارب پر ترجیح دون" - علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ محارب عموماً حجۃ ہین -
امام احمد - بن معین - ابو زرعہ - دارقطنی - ابو حاتم - یعقوب - بن سفیان - نسائی - نے انکو ثقہ تسلیم کیا ہے
کوفہ مین منصب قضا پر مامور تھے سنہ ۱۱۶ھ مین وفات کی -

عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود - حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر سے
حدیثین روایت کین - نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے -

ہشام بن عروۃ - معزز و مشہور تابعی تھے - بہت سے صحابہ سے حدیثین روایت کین - بڑے
بڑے ائمہ حدیث مثلاً سفیان ثوری - امام مالک - سفیان بن عیینہ انکے شاگرد تھے - ابو جعفر منصور کے زمانہ
مین کوفہ گئے - اہل کوفہ نے اسی زمانہ مین اون سے حدیثین روایت کین - خلیفہ منصور - ان کا نہایت احترام
کرتا تھا - ایکبار لاکھ درہم انکو عطا کئے - اِنکے جنازہ کی نماز بھی منصور نے ہی پڑھائی تھی - بن سعد نے لکھا ہے

کہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے - ابو حاتم نے اونکو امام حدیث کہا ہے -

سلیمان بن مہران معروف باعمش - کوفہ کے مشہور امام تھے صحابہ مین سے انس بن مالک سے ملے تھے اور عبد اللہ بن ابی اوفی سے حدیث سنی تھی سفیان ثوری و شعبہ - اونکے شاگرد ہین -

امام - کی تحصیل حدیث کا دوسرا مدرسہ - بصرہ تھا جو امام حسن بصری و شعبہ و قتادہ کے فیض تعلیم سے مالامال تھا - تعجب ہے کہ حسن بصری باوجودیکہ ۱۱۰ھ ہجری تک زندہ رہے لیکن امام ابو حنیفہ کا اونکے درس سے مستفید ہونا ثابت نہین ہوتا - البتہ قتادہ کی شاگردی کا ذکر - عام محدثین نے کیا ہے - اور عقود الجمان کے مختلف مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے شعبہ سے حدیث روایت کی اور اونہون نے اپنے سامنے ہی فتوی و روایت کی اجازت بھی دیدی تھی -

قتادہ - بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے حضرت انس بن مالک و عبد اللہ بن سرجس و ابو الطفیل اور دیگر صحابہ سے حدیثین روایت کین حضرت انس کے دو شاگرد جو نہایت نامور ہین اونمین ایک یہ ہین - اس خصوصیت مین اونکو نہایت شہرت تھی کہ حدیث کو بعینہ ادا کرتے تھے - یعنی الفاظ و معنی مین بالکل فرق نہین ہوتا تھا - انکی قوت حافظہ کی ایک عجیب مثال لکھی ہے - عمرو بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ یہ مدینہ مین سعید بن المسیب سے فقہ و حدیث پڑہتے تھے - ایک دن انہون نے فرمایا کہ "تم ہر روز بہت سی باتین پوچھتے ہو تمکو اونمین سے کچھ یاد بھی ہین"- اونہون نے کہا "ایک ایک حرف محفوظ ہے" - چنانچہ جسقدر اون سے سنا تھا بقید تاریخ اور دن کے بیان کرنا شروع کیا - وہ نہایت متعجب ہوئے

اور کہا۔ "خدا نے دنیا مین تم جیسے لوگ بھی پیدا کیئے ہین" اسی بناپر لوگ انکو احفظ الناس کہا کرتے تھے۔ امام حنبل نے انکے فقہ- وواقفیت اختلافات و تفسیر دانی کی نہایت مدح کی اور کہا کہ "کوئی شخص اِن باتون مین انکی برابر ہو تو ہو مگر اِن سے بڑھکر نہین ہو سکتا" حافظ بن حجر نے تہذیب التہذیب مین انکا حال تفصیل سے لکہا ہے جس سے اونکی عظمت و شان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

شعبہ بھی بڑے رتبہ کے محدث تھے دو ہزار حدیثین یاد تھین۔ سفیان ثوری نے فن حدیث مین انکو امیر المومنین مانا ہے۔ عراق مین یہ پہلے شخص ہین جسنے جرح و تعدیل کے مراتب مقرر کیئے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ شعبہ نہوتے تو عراق مین حدیث کا رواج نہوتا۔ ۱۶۰ھ مین انتقال کیا۔ سفیان ثوری کو اونکے مرنے کی خبر پہونچی تو کہا "آج فن حدیث بہی مرگیا"۔ شعبہ کو امام ابو حنیفہ کے ساتھ ایک خاص ربط تھا۔ غیبت مین اکثر اونکی ذہانت اور خوبی فہم کی تعریف کرتے۔ ایکبار اِن کا ذکر آیا تو کہا کہ "جسطرح مین جانتا ہون کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہین"۔ یحیی بن معین سے جو امام بخاری کے استاد تھے کسی نے پوچھا کہ آپ ابو حنیفہ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہین فرمایا "اسقدر کافی ہے کہ شعبہ نے اونکو حدیث و روایت کی اجازت دی اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہین"[۵۱]۔ بصرہ کے اور شیوخ جن سے امام ابو حنیفہ نے حدیثین روایت کین اُنمین عبد الکریم بن امیہ اور عاصم بن سلیمان الاحول زیادہ ممتاز ہین۔

[۵۱] عقود الجمان- باب دہم۔

حرمین کا سفر

امام ابوحنیفہ کو اگرچہ ان درسگاہون سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا تاہم تکمیل کی سند حاصل کرنے کے لئے حرمین جانا ضرور تھا۔ جو علوم مذہبی کے اصلی مرکز تھے۔ تاریخون سے یہ پتہ نہین چلتا کہ امام کا پہلا سفر کس سنہ مین واقع ہوا تاہم ظن غالب ہے کہ جب اُنہون نے حرمین کا سفر کیا تو تحصیل کا آغاز تھا۔ مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے[1] کہ وکیع نے خود امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ "حج مین ایک حجام نے جس سے مینے بال منڈوائے تھے کئی باتون مین مجھپر گرفت کی۔ مینے اُجرت پوچھی تو بولا "مناسک چکائے نہین جاتے"۔ مین چپ ہو کر اصلاح بنوانے لگا۔ اُسنے پھر ٹوکا کہ "حج مین چپ نہین رہنا چاہیئے تکبیر کہے جاؤ"۔ حجامت سے فارغ ہو کر مین گھر چلا تو اُسنے کہا "پہلے دو رکعت نماز پڑھ لو پھر کہین جانا" مینے متعجب ہو کر پوچھا کہ یہ مسائل تمنے کہان سیکھے۔ بولا "عطا بن ابی رباح کا فیض ہے"۔ اِس واقعہ سے زیادہ تر یہی قیاس ہو سکتا ہے کہ ابتدائی زمانہ تھا۔

جس زمانہ مین امام ابوحنیفہ مکہ معظمہ پہونچے درس و تدریس کا نہایت زور تھا۔ متعدد اساتذہ کی جو فن حدیث مین کمال رکھتے تھے اور اکثر صحابہ کی خدمت سے مستفید ہوئے تھے الگ الگ درسگاہ قایم تھے۔ اِنہین عطا بن ابی رباح کا حلقہ سب سے زیادہ وسیع اور مستند تھا۔

عطا بن ابی رباح

عطا مشہور تابعی تھے اکثر صحابہ کی خدمت مین رہے تھے اور اون کی فیض صحبت سے اجتہاد کا رتبہ حاصل کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ ابن عمر۔ ابن زبیر۔ اسامة بن زید۔ جابر بن عبداللہ۔ زید بن ارقم۔ عبداللہ بن سایب۔ عقیل۔ رافع۔

[1] تاریخ ابن خلکان۔ ترجمۂ عطا ابن ابی رباح۔

ابو دردار - ابوہریرہ - اور بہت سے صحابہ سے حدیثین سنین تھین - خود اونکا بیان ہے کہ "مین دوسو بزرگون سے ملا ہون جنکو رسول اللہ کی صحبت کا شرف حاصل تھا" مجتہدین صحابہ اونکے علم وفضل کے معترف تھے - عبداللہ بن عمر جو حضرت فاروق کے فرزند رشید اور صاحب افتا تھے اکثر فرماتے تھے کہ "عطا بن رباح کے ہوتے لوگ میرے پاس کیون آتے ہین" حج کے زمانہ مین ہمیشہ سلطنت کی طرف سے ایک منادی مقرر ہوتا تھا کہ "عطا کے سوا کوئی شخص فتوی دینے کا مجاز نہین[۵۱] ہے" بڑے بڑے ایمہ حدیث مثلاً امام اوزاعی زہری - عمرو بن دینار - اونہین کے حلقہ درس سے نکلکر اُستاد کہلائے -

امام ابوحنیفہ استفادہ کی غرض سے اونکی خدمت مین حاضر ہوئے تو اونہون نے احتیاط کے لحاظ سے عقیدہ پوچھا - امام نے کہا "مین اسلاف کو برا نہین کہتا - گنہگار کو کافر نہین سمجھتا - قضا وقدر کا قایل ہون" عطا نے اجازت دی کہ حلقہ درس مین شریک ہوا کرین[۵۲] - روز بروز انکی ذہانت وطباعی کے جوہر ظاہر ہوتے گئے اور اُسکے ساتھ اُستاد کی نظر مین انکا وقار بھی بڑہتا گیا - یہان تک کہ جب یہ حلقہ درس مین جاتے تو عطا - اورونکو ہٹا کر انکو اپنے پہلو مین جگہ دیتے[۵۳] - عطا ۱۱۵ھ تک زندہ رہے - اس مدت مین امام ابوحنیفہ کو جب مکہ جانے کا اتفاق ہوتا تو اونکی خدمت مین اکثر حاضر رہتے اور مستفید ہوتے -

عطا کے سوا مکہ معظمہ کے اور محدثین جنسے امام نے حدیث کی سند لی اونمین سے عکرمہ

---

۵۱ ابن خلکان - اور کتب رجال مین اونکے حالات پڑہو - ۵۲ مختصر تاریخ بغداد لابن جزلۃ - ۱۲

۵۳ عقود الجمان - باب عاشر -

عکرمہ

کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے - عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس کے غلام اور شاگرد تھے اونہون نے نہایت توجہ اور کوشش سے انکی تعلیم و تربیت کی تہی - یہانتک کہ اپنی زندگی ہی مین اجتہاد و فتوی کا مجاز کر دیا تھا - عکرمہ نے اور بہت سے صحابہ مثلاً حضرت علیؓ ابوہریرہ - عبداللہ بن عمر - عقبہ بن عامر - صفوان - جابر - ابوقتادہ - سے حدیثین سیکھی تھین اور فقہی مسایل تحقیق کئے تھے - کم و بیش ستر مشہور تابعین حدیث و تفسیر مین ان کے شاگرد ہین - امام شعبی کہا کرتے تھے کہ قرآن کا جاننے والا عکرمہ - سے بڑھکر نہین رہا سعید بن جبیر کہ تابعین کے سردار تھے اون سے ایک شخص نے پوچھا کہ دنیا مین آپ سے بڑھکر بھی کوئی عالم ہے - فرمایا "ہان عکرمہ"

فقہاء سبعہ

اسی زمانہ مین یعنی ۱۰۰ھ سے پہلے - امام ابوحنیفہ نے مدینہ کا قصد کیا کہ حدیث کا مخزن اور نبوت کا اخیر قرارگاہ تھا - صحابہ - کے بعد - تابعین کے گروہ مین سے سات شخص علم فقہ و حدیث کے مرجع بنگئے تھے اور مسایل شرعیہ مین عموماً انکی طرف رجوع کیا جاتا تھا - ان لوگون نے بڑے بڑے صحابہ کے دامن فیض مین تعلیم پائی تہی اور یہ مرتبہ حاصل کیا تھا کہ تمام ممالک اسلامی مین واسطہ در واسطہ اونکی درس کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا - یہ لوگ ہمعصر تھے اور ایک مشترک مجلس افتا کے ذریعہ سے تمام شرعی مسائل کا فیصلہ کرتے تھے[1] - مدینہ کی فقہ جسکی تدوین امام مالک نے کی اوسکی بنیاد زیادہ تر انہین کے فتوون پر ہے - امام ابوحنیفہ جب مدینہ مین پہونچے تو ان بزرگون مین سے صرف دو شخص زندہ تھے سلیمان - سالم بن عبداللہ

[1] فتح المغیث - صفحہ ۳۹۹ -

سلیمان حضرت میمونہ کے جو رسول اللہ کی ازواج مطہرات مین سے تھین - غلام تھے اور فقہاے سبعہ مین فضل وکمال کے لحاظ سے اونکا دوسرا نمبر تھا - سالم حضرت فاروق کے پوتے تھے اور اپنے والد بزرگوار سے تعلیم پائی تھی - امام ابو حنیفہ دونون بزرگون کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اون سے حدیثین روایت کین -

امام ابو حنیفہ کی طالب العلمی کی مسافت اگرچہ مدینہ تک محدود ہے - تاہم تعلم کا سلسلہ اخیر زندگی تک قایم رہا - اکثر حرمین جاتے اور مہینون قیام کرتے - حج کی تقریب مین ممالک اسلامی کے ہر گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال مکہ مین آکر جمع ہو جاتے تھے جنکا مقصد حج کے ساتھ افادہ اور استفادہ بھی ہوتا تھا - امام صاحب اکثر اون لوگون سے ملتے اور مستفید ہوتے امام اوزاعی اور مکحول شامی - کہ شام کے امام المذہب کہلاتے تھے امام ابو حنیفہ نے مکہ ہی مین ان لوگون سے تعارف حاصل کیا اور حدیث کی سند لی - یہ وہ زمانہ تھا کہ امام صاحب کی ذہانت اور اجتہاد کی شہرت دور دور ہو چکی تھی - یہانتک کہ ظاہر بینون نے اونکو قیاس مشہور کر دیا تھا -

انہین دنون مین عبد اللہ بن مبارک نے جو امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد ہین بیروت کا سفر کیا کہ امام اوزاعی سے فن حدیث کی تکمیل کرین - پہلی ہی ملاقات مین اوزاعی نے ان سے پوچھا کہ "کوفہ مین ابو حنیفہ کون شخص پیدا ہوا ہے - جو دین مین نئی باتین نکالتا ہے" - انہون نے کچھ جواب ندیا اور گھر چلے آئے دو تین دن کے بعد پھر گئے تو کچھ اجزا - ساتھ لیتے گئے اوزاعی نے انکے ہاتھ سے وہ اجزا - لے لئے - سرنامہ پر لکھا تھا - "قال نعمان بن ثابت" -

اوزاعی

دیر تک غور سے دیکھا کیے۔ پھر عبد اللہ سے پوچھا نعمان کون بزرگ ہین۔ انہون نے کہا عراق کے ایک شیخ ہین جنکی صحبت مین مین رہا ہون۔" فرمایا بڑے پایہ کا شخص ہے۔ عبداللہ نے عرض کی۔ یہ وہی ابو حنیفہ ہین جنکو آپ بتدع[۵] بتاتے تھے۔ اوزاعی کو اپنی غلطی پر افسوس ہوا حج کی تقریب سے اوزاعی مکہ گئے تو امام ابو حنیفہ سے ملاقات ہوئی۔ انہین مسایل کا ذکر آیا اتفاق سے عبداللہ بن المبارک بھی موجود تھے۔ اون کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس خوبی سے تقریر کی کہ اوزاعی حیران رہ گئے۔ امام ابو حنیفہ کے جانے کے بعد مجھسے کہا کہ "اس شخص کے کمال نے اسکو لوگون کا محسود بنادیا ہے۔ بے شبہ میری بدگمانی غلط تھی جس کا مین افسوس کرتا ہون۔"

تاریخون سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فن حدیث مین امام اوزاعی کی شاگردی کی ہے۔ غالباً یہی زمانہ ہوگا۔

امام باقر علیہ السلام کی شاگردی۔

حضرت امام باقر علیہ السّلام کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ امام ابو حنیفہ دوسری بار مدینہ گئے تو امام موصوف کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اِن کے ایک ساتھی نے پہچنوایا کہ یہ ابو حنیفہ ہین۔ انھون نے ابو حنیفہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ "ہان تمہین قیاس کی بنا پر ہمارے دادا کی حدیثون سے مخالفت کرتے ہو؟" انہون نے نہایت ادب سے کہا "معاذ اللہ حدیث کی کون مخالفت کرسکتا ہے۔ آپ تشریف رکھین تو کچھ عرض کرون۔" پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی (ابو حنیفہ) مرد ضعیف ہے یا عورت۔ (امام باقرؑ) عورت (ابو حنیفہ)

---

[۵] مختصر تاریخ بغداد۔

وراثت مین مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا (امام باقرؑ) مرد کا (ابوحنیفہ) مین قیاس لگاتا تو کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ ضعیف کو ظاہر قیاس کی بنا پر زیادہ ملنا چاہیئے۔ پھر پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ (امام باقرؑ) نماز (ابوحنیفہ) اس اعتبار سے حایضہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہونی چاہیئے نہ روزہ کی۔ حالانکہ مین روزہ ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہون امام باقرؑ۔ اسقدر خوش ہوئے کہ اُٹھکر اونکی پیشانی چوم لی[۵۱]۔ ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے اُنکی خدمت مین حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر باتین حاصل کین۔ شیعہ وسنّی دونون نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے اونکے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اُٹھایا جسکا ذکر عموماً تاریخون مین پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اوسکی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادقؑ کے معاصر اور ہمسر تھے اسلیئے اونکی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد او رفقیہ ہون لیکن فضل وکمال مین اُنکو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت؟ حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے وصاحب البیت ادری بما فیھا۔

یا تو وہ زمانہ تھا کہ امام ابوحنیفہ نے ایک طالب العلم کی حیثیت سے حرمین کا سفر کیا تھا یا اب یہ نوبت پہونچی کہ سفر کا قصد کرتے تو تمام اطراف مین شہرہ ہو جاتا کہ فقیہ عراق۔ عرب کو

[۵۱] عقود الجمان باب شانزدہم۔

جا رہا ہے - جس شہر یا گانون مین گزرہوتا ہزارون آدمیون کا مجمع ہو جاتا - ایک دفعہ مکہ معظمہ گئے تو لوگون کی یہ کثرت ہوئی کہ مجلس مین تل رکھنے کو جگہہ نہ تھی - ارباب حدیث و فقہ دونون فرقہ کے لوگ تھے اور شوق کا یہ عالم تھا کہ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا - آخر امام صاحب نے تنگ آکر - فرمایا " کاش ہمارے میزبان سے کوئی جاکر کہتا کہ اس ہجوم کا انتظام کرتے " - ابو عاصم نبیل حاضر تھے - عرض کی کہ مین جاتا ہون لیکن چند مسئلے دریافت کرنے رہگئے ہین - امام نے پاس بلالیا اور زیادہ توجہ کے ساتھ اونکی باتین سنین - اسمین میزبان کا خیال جاتا رہا - ابو عاصم سے فارغ ہو کر ایک اور طالب علم کیطرف متوجہ ہوئے - اور پھر وہی سلسلہ قایم ہو گیا - تھوڑی دیر کے بعد خیال آیا تو فرمایا کسی شخص نے میزبان کے پاس جانے کا اقرار کیا تھا وہ کہان گیا - ابو عاصم بولے - مینے عرض کیا تھا - فرمایا پھر تم گئے نہین ؟ ابو عاصم نے مناظرانہ شوخی سے کہا " مینے یہ تو نہین کہا تھا کہ ابھی جاتا ہون - جب فرصت ہوگی جاؤنگا - امام نے فرمایا " عام بول چال مین اِن احتمالات کا موقع نہین - ان لفظونکے معنی ہمیشہ وہی لئے جاینگے جو عوام کی غرض ہوتی ہے " [5] ایک اعتبار سے یہ بھی ایک فقہی مسئلہ تھا جسکو امام صاحب نے باتون باتون مین حل کر دیا -

امام صاحب کے اساتذہ - اونکا اسقدر ادب و احترام کرتے تھے کہ لوگون کو تعجب ہوتا تھا محمد بن الفضل کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام ابو حنیفہ ایک حدیث کی تحقیق کے لئے خصیب کے پاس گئے - مین بھی ساتھ تھا - خصیب نے اِن کو آتے دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے -

امام صاحب کے اساتذہ - اونکی نہایت عزت کرتے تھے -

[5] الجواہر المضیئۃ - باب الکنی - ترجمۂ ابو عاصم النبیل -

اور نہایت تعظیم کے ساتھ لاکر اپنی برابر بٹھایا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ "بیضہ نعام کے بارہ مین کیا حدیث آئی ہے"۔ خصیب نے کہا۔ "اخبرنی ابوعبیدۃ عن عبداللہ بن مسعود فی بیضۃ النعام یصیبہا المحرم ان فیہ قیمتہ" عمرو بن[۱] دینار جو مکہ کے مشہور محدث تھے ابوحنیفہ کے ہوتے حلقہ درس مین اور کسیکی طرف خطاب نہین کرتے تھے۔

امام کی صحبت

اِس عظمت کے ساتھ امام صاحب کو طلب علم مین کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالک عمر مین اِن سے تیرہ برس کم تھے۔ اونکے حلقہ درس مین بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیثین سنین۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے کہ "امام مالک کے سامنے ابوحنیفہ اسطرح مؤدب بیٹھتے تھے جسطرح شاگرد اُستاد کے سامنے بیٹھتا ہے" اسکو بعض کوتاہ بینون نے امام کی کسر شان پر محمول کیا ہے لیکن ہم اسکو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا نمونہ سمجھتے ہین۔ امام مالک بھی اونکا نہایت احترام کرتے تھے۔ عبداللہ بن المبارک کی زبانی منقول ہے کہ مین امام مالک کی خدمت مین حاضر تھا۔ ایک بزرگ آئے جنکی انہون نے نہایت تعظیم کی اور اپنی برابر بٹھایا۔ اونکے جانے کے بعد فرمایا "جانتے ہو کون شخص تھا؟ یہ ابوحنیفہ عراقی تھے جو اِس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہین تو کر سکتے ہین" ذرا دیر کے بعد ایک اور بزرگ آئے امام مالک نے اونکی بھی تعظیم کی لیکن نہ اس قدر جتنی ابوحنیفہ کی کی تھی۔ وہ اٹھ گئے تو لوگون سے کہا یہ سفیان ثوری تھے۔

حجاز و عراق کے ایمہ فن۔ روایت کے متعلق جدا جدا اصول رکھتے تھے۔ طرز تعلیم بھی مختلف

[۱] عقود الجمان باب عاشر ۱۲

تعلیم حدیث کے مختلف طریقے

تھا۔ بعضون کے نزدیک لکھنے کا زیادہ اعتبار تھا۔ بعض مثلاً ابراہیم و شعبی صرف حافظہ کو سند سمجھتے تھے۔ اکثرون نے اسبات کو جایز رکھا تھا کہ مطلب مین فرق نہ آئے تو روایت مین حدیث کا ایک ٹکڑا چھوڑ دیا جا سکتا ہے۔ بعض اسکے بالکل خلاف تھے۔ ایک فریق کہتا تھا کہ راوی جبتک سامنے نہو اوس سے روایت نہین کیجا سکتی۔ شعبہ جو امام صاحب کے اُستاد تھے اونکا یہی مذہب تھا۔ دوسرا گروہ پردہ کی اوٹ سے تحریر کی بناپر روایت کرنے کو جایز سمجھتا تھا۔ امام زہری کی عادت تھی کہ روایت کے ساتھ الفاظ و مطالب کی تفسیر بھی کرتے جاتے تھے۔ بعض لوگ اسکے سخت مخالف تھے۔ یہان تک کہ ایک شخص نے خود زہری کو ٹوکا کہ "حدیث نبوی مین آپ اپنے الفاظ نہ ملائین"۔ امام مالک کو یہ طریقہ زیادہ پسند تھا۔ کہ شاگرد پڑھین اور وہ سنتے جائین۔ بعض اسکے مخالف تھے یحییٰ بن سلام اتنی بات پر اونکے حلقہ درس سے ناراض ہوکر اُٹھ آئے کہ "وہ خود نہین پڑھتے شاگردون سے پڑہواتے ہین" اسطرح اور بہت سے اختلافات تھے جنکو فتح المغیث مین تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی کثرت شیوخ اور ریزہ چینیون کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ ان مختلف اصول سے آگاہ ہون تاکہ سب کے مقابلہ سے خود ایک مستقل اور جنچی ہوئی راے قایم کر سکین۔ امام موصوف نے اصول فن مین جو اصلاحین کی ہین اونکا بیان آگے آئیگا۔

طریقہ تعلیم کی ترقی

امام کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ اونکی آغاز تحصیل ہی مین حدیث کی تعلیم کا طریقہ مرتب اور باقاعدہ ہو چلا تھا۔ اِس سے پہلے عموماً زبانی روایت کا رواج تھا۔ بعض ائمہ حدیث کتابت کو قریباً ناجایز سمجھتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تقریباً ۱۰۱ھ مین اہل مدینہ کو

خط لکھا جسکے یہ الفاظ تھے۔ انظروا ماکان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبوہ فانی خشیت دروس العلم وذھاب العلماء۔ یعنی "رسول اللہ کی جسقدر حدیثین ہین قلمبند کرلی جائین ورنہ ضایع ہونے کا ڈر ہے" اور شہرون مین بھی اس مضمون کے فرامین بھیجے۔ چنانچہ مدینہ مین امام زہری نے ایک مجموعہ مرتب کیا جسکی نقلین سلطنت کیطرف سے تمام ممالک اسلامی مین شایع کی گئین[1]۔ اوسوقت سے تدوین کا عام رواج ہوگیا۔ اور جہان جہان اہل حدیث تھے اسی طریقہ کو برتنے لگے شعبی (امام ابوحنیفہ کے اُستاد) کو اگرچہ زبانی روایت پر اصرار تھا تاہم کتاب ساتھ رکھتے تھے۔

طرز تعلیم نے بھی نہایت ترقی کی تھی۔ مجمع عام مین ایک بلند مقام پر بیٹھتا اور حدیث کا مجموعہ ہاتھ مین ہوتا۔ شاگرد دوات قلم لیکر بیٹھتے۔ اور اُستاد جو کچھ روایت کرتا اُسی کے الفاظ مین لکھتے جاتے۔ شایقین کی زیادہ کثرت ہوتی تو ایک مستملی کھڑا ہوکر وہ الفاظ دور کے بیٹھنے والون تک پہونچاتا۔ مگر یہ التزام تھا کہ مطلب بلکہ جہان تک ممکن ہو الفاظ مین فرق نہ آئے اس ضرورت سے مستملی ہمیشہ ایسا شخص مقرر ہوتا تھا۔ جسکا حافظہ قوی اور معلومات وسیع ہون۔ ساتھ ہی خوش لہجہ اور بلند آواز ہو۔ چنانچہ امام شعبہ کی مجلس درس مین۔ آدم بن ابی ایاس۔ اور امام مالک کے حلقہ مین ابن علیہ اس خدمت پر مامور تھے۔

امام کے شیوخ حدیث بہت تھے۔

امام ابوحنیفہ اس خصوصیت کے ساتھ مشہور ہین کہ اونکے شیوخ حدیث بیشمار تھے۔ ابوحفص کبیر نے دعویٰ کیا ہے کہ امام نے کم از کم چار ہزار شخصون سے حدیثین روایت کین۔ اگرچہ

[1] فتح المغیث صفحہ ۲۳۹ و مقدمہ قسطلانی شرح بخاری مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۶۔

تاریخ اسلام مین یہ کوئی عجیب بات نہین - مسلمانون نے حدیثون کے جمع کرنے مین جو محنتین اور جانفشانیان کی ہین دنیا کی اور قومین اوسکا اندازہ بہی نہین کرسکتین - ہم متعدد شخصون کے نام بتا سکتے ہین جنکے شیوخ حدیث چار ہزار سے کم نہ تھے اور ایسے تو بہت گزرے ہین جو ہزار سے زیادہ اُستاد رکہتے تھے - علامۂ سخاوی نے فتح المغیث مین ان لوگون کے نام بھی گناے ہین - لیکن انصاف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت یہ دعوی محدثانہ اصول پر ثابت نہین ہوسکتا - البتہ اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ امام نے ایک گروہ کثیر سے روایت کی ہے اور اس کا خود محدثین کو اعتراف ہے علامۂ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین جہان انکے شیوخ حدیث کے نام گناے ہین اخیر مین لکھدیا ہے "وخلق کثیر" حافظ ابو المحاسن شافعی نے عقود الجمان مین تین سو انیس شخصون کے نام بقید نسب لکھے ہین - اور اخیر مین لکھا ہے کہ مینے ایک دوسری کتاب مین جسکا نام تحصیل السبیل الی معرفتہ الثقات والمجاهیل ہے - ان لوگون کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہین - لیکن چونکہ اونکی فہرست زیادہ تر فقہاء حنفیہ سے ماخوذ ہے - ممکن ہے کہ محدثین کو کلیتہً اوس سے اتفاق نہو -

افسوس ہے کہ محدثین نے امام کے حالات مین جو کتابین لکھین ہین اور جنمین اونکے شیوخ کا پورا پورا استقصا کیا ہے - ہماری نظر سے نہین گذرین - رجال کی مستند کتابین جنمین امام کا ذکر ہے ہمارے سامنے ہین لیکن اونمین سیکڑون ہزارون آدمیونکے حالات ہین اسوجہ سے کسی خاص شخص کے متعلق پوری تفصیل نہین ملسکتی - مختصر تاریخ بغداد - تہذیب الکمال - تہذیب الاسماء واللغات - تذکرۃ الحفاظ - ملخص طبقات الحفاظ - تہذیب التہذیب

انساب سمعانی - موطا امام محمد - کتاب الآثار امام محمد - کے تتبع[۵] سے جسقدر اون کے شیوخ انتخاب ہوسکتے ہین اونکے نام حسب ذیل ہین - انہین سے اکثر کے اجمالی حالات ہم اوپر لکھ آئے ہین -

شیوخ حدیث کا شمار

عطا بن ابی رباح مکی - عاصم بن ابی النجود کوفی - علقمہ بن مرثد کوفی - حکم بن عتبہ کوفی - سلمہ بن کہیل کوفی - حضرت امام باقر علیہ السلام مدنی - علی بن الاقمر الکوفی - زیاد بن علاقہ کوفی سعید بن مسروق کوفی - عدی بن ثابت انصاری کوفی - عطیہ بن سعید کوفی - ابوسفیان سعدی عبدالکریم بن امیہ بصری - یحیی بن سعید مدنی - ہشام بن عروہ مدنی (از تہذیب التہذیب حافظ بن حجر عسقلانی)

ابو اسحق السبیعی کوفی - نافع بن عمر مدنی - عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج المدنی - قتادہ بصری عمرو بن دینار المکی - محارب بن دثار کوفی - ہشیم بن حبیب الصراف کوفی - قیس بن مسلم کوفی - محمد المنکدر المدنی - یزید الفقیر کوفی - سماک بن حرب کوفی - عبدالعزیز بن رفیع المکی - مکحول شامی عمرو بن مرۃ الکوفی - ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی - عبدالملک بن عمر کوفی - منصور بن زاذان - منصور المعتمر - عطاء بن السائب الثقفی - عطاء بن ابی مسلم الخراسانی - عاصم بن سلیمان الاحول بصری - اعمش کوفی - عبداللہ بن عمر بن حفص المدنی - امام اوزاعی - (طبقات الحفاظ ذہبی از مقامات مختلفہ)

[۵] ان کتابون مین سے تہذیب الکمال میری نظر سے نہین گزری - مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے التعلیق المجد مین امام ابوحنیفہ کی شیوخ تہذیب الکمال کے حوالہ سے لکھے ہین - مینے اوسیکے حوالہ سے لکھا ہے -

ابراہیم بن محمد الکوفی - اسمعیل بن عبد الملک المکی - حارث بن عبد الرحمن المکی - خالد بن علقمہ الوداعی - ربیعۃ الرای - شداد بن عبد الرحمن بصری - شیبان بن عبد الرحمن بصری - طاوس بن کیسان یمنی - عبد اللہ بن دینار المدنی - عکرمہ مولی بن عباس مکی - عون بن عبد اللہ کوفی - قابوس بن ابی ظبیان کوفی - محمد بن السائب الکلبی کوفی - محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ابو سعید مولی بن عباس (تہذیب الکمال) -

موسی بن ابی عایشہ کوفی - صلت بن بہرام (عثمان بن عبد اللہ بن حوشب -

بلال ہیثم بن ابی الہیثم - حصین بن عبد الرحمن - معن - میمون بن سیاہ - جواب التیمی - سالم الافطس - یحییٰ بن عمرو بن سلمۃ - عمرو بن جبیر عبید اللہ بن عمر - محمد بن مالک الہمدانی - ابو السوار - خارجۃ بن عبد اللہ - عبد اللہ بن ابی زیاد - حکم بن زیاد - کثیر الاصم - حمید الاعرج - ابو العطوف - عبد اللہ بن الحسن - سلیمان الشیبانی - سعید المرزبان - عثمان بن عبد اللہ ابو حجیۃ (کتاب الآثار امام محمد)۔

ہمنے اسقدر نام سرسری طور سے انتخاب کیے ہین زیادہ جہان بین کرتے تو شاید عقود الجمان کی فہرست کے برابر اُترتے - لیکن سچ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے لئے کثرت شیوخ اسقدر فخر کا باعث نہین جتنا کہ اونکی احتیاط اور تحقیق ہے - وہ اس نکتہ سے خوب واقف تھے کہ روایت مین جسقدر واسطے زیادہ ہوتے ہین اوسیقدر تغیر و تبدل کا احتمال بڑہتا جاتا ہے - یہی بات ہے کہ اونکے اساتذہ - اکثر تابعین ہین - جنکو رسول اللہ تک صرف ایک واسطہ ہے یا وہ لوگ ہین جو مدت تک بڑے بڑے تابعین کی صحبت مین رہے تھے - اور علم و فضل

دیانت - و پرہیز گاری - کے نمونے خیال کئے جاتے تھے - اِن دو قسمونکے سوا اگرچہ وہ تو شاذ ہین

اونکی تعلیم کا طریقہ بھی عام طالب العلمون سے الگ تھا بحث و اجتہاد کی شروع سے

عادت تھی - اور اسباب مین وہ اُستادونکی مخالفت کی بھی کچھ پروا نکرتے تھے - ایک دفعہ

حمّاد کے ساتھ امام اعمش کی مشایعت کو نکلے - چلتے چلتے مغرب کا وقت آگیا - وضو کیلئے پانی

کی تلاش ہوئی مگر کہین نہ مل سکا - حماد نے تیمم کا فتویٰ دیا - امام نے مخالفت کی کہ اخیر

وقت تک پانی کا انتظار کرنا چاہئیے - اتفاق یہ کہ کچھ دور چلکر پانی ملگیا اور سب نے وضو سے

نماز ادا کی - کہتے ہین کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اُستاد سے مخالفت کی - اور غالبا یہ زمانہ تحصیل

کا آغاز تھا -

امام شعبی - اِن کے اُستاد قائل تھے کہ معصیت مین کفارہ نہین - ایک دفعہ اُستاد و شاگرد

کشتی مین سوار جا رہے تھے - اس مسئلہ کا ذکر آیا - انہون نے کہا "ضرور معصیت مین کفارہ

ہے - کیونکہ خدا نے ظہار مین کفارہ مقرر کیا ہے اور اس آیت مین وانہم لیقولون منکراً

من القول و زوراً تصریح کردی ہے کہ ظہار معصیت ہے" امام شعبی کچھ جواب نہ دیسکے

خفا ہو کر فرمایا - اقیّاس انت[۵۱] - عطا بن رباح سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے

واتیناہ اھلہ ومثلھم معھم - عطا نے کہا "خدا نے حضرت ایوب کے آل و اولاد

جو مر گئے تھے زندہ کردئے اور اونکے ساتھ اور نئے پیدا کردئے - امام ابو حنیفہ نے کہا جو شخص

کسیکی صلب سے نہ پیدا ہوا ہو وہ اوسکی اولاد کیونکر ہو سکتا ہے[۵۲]"

---

[۵۱] عقود الجمان - باب ثامن - [۵۲] مختصر تاریخ بغداد - ترجمہ امام ابو حنیفہ -

امام - کی علمی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ انکو بڑے بڑے اہل کمال کی صحبتین میسر آئین - جن شہرون مین اونکو رہنے کا اتفاق ہوا یعنی کوفہ - بصرہ - مکہ - مدینہ - یہ وہ مقامات تھے کہ مذہبی روایتین وہان کی ہوا مین سرایت کر گئی تھین - علما سے ملنے اور علمی جلسون مین شریک ہونیکا شوق - امام - کے خمیر مین داخل تھا - ساتھ ہی اسکے انکی شہرت اس حد تک ہو چکی تھی کہ جہان جاتے تھے - استفادہ - ملاقات - مناظرہ - کی غرض سے خود اونکے پاس ہزارون آدمیون کا مجمع رہتا تھا -

درس و افتا و بقیہ زندگی

اگرچہ حماد کی زندگی ہی مین امام صاحب نے اجتہاد کا رتبہ حاصل کر لیا تھا - عمر بھی کچھ کم نہ تھی - یعنی حماد کی وفات کے وقت کم و بیش چالیس برس کا سن تھا تاہم شاگردانہ خلوص نے یہ گوارا نہ کیا کہ اُستاد کے ہوتے اپنا دربار الگ جمائین - اگلے زمانہ مین اُستاد کے ساتھ جو محبت اور ادب آمیز تعلق ہوتا تھا آج اوسکا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے - خود امام - سے منقول ہے کہ حماد - جب تک زندہ رہے مینے اونکے مکان کی طرف کبھی پانون نہین پھیلاے - حماد نے ۱۲۰ھ مین قضا کی -

اُستاد کا ادب:

چونکہ ابراہیم نخعی کے بعد فقہ کا مدار انہین پر رہگیا تھا اونکی موت نے کوفہ کو بے چراغ کر دیا - حماد نے ایک لائق بیٹا چھوڑا تھا - لوگون نے اونہین کو مسند درس پر بٹھایا لیکن وہ لغت اور ادب کی طرف زیادہ مایل تھے - آخر موسی بن کثیر نے کہ حماد کے شاگردون مین تجربہ کار اور سن کے لحاظ سے سب سے ممتاز تھے اونکی جگہ لی - وہ اگرچہ فقہ کے پورے ماہر نہ تھے لیکن اکثر بزرگون کی صحبتین اوٹھائی تھین اور اس وجہ سے لوگون پر اونکا ایک خاص اثر تھا - چند روز تک

حلقۂ درس اونکی وجہ سے قایم رہا- وہ حج کو چلے گئے- تو تمام بزرگون نے متفقاً امام ابوحنیفہ سے درخواست کی کہ مسند درس کو مشرف فرمائین-

مختلف حالتون کا اقتضا دیکھو! یا تو وہ زمانہ تھا کہ جوانی ہی مین اُستادی کی مسند پر بیٹھنے کی آرزو تھی یا اب اور لوگ درخواست کرتے ہین اور اونکو اوسکی ذمہ داریون کے لحاظ سے انکار ہے- تاہم لوگون کا اصرار غالب آیا اور چار و ناچار قبول کرنا پڑا- پہر بھی دل مطمئن نہ تھا- حافظ ابوالمحاسن نے لکھا ہے کہ اُنہین دنون مین خواب دیکھا کہ "پیغمبر خدا کی قبر مبارک کھود رہے ہین" ڈر کر چونک پڑے اور سمجھے کہ میری ناقابلیت کی طرف اشارہ ہے- امام ابن سیرین علم تعبیر کے اُستاد مانے جاتے تھے- اونہون نے تعبیر بتائی کہ اس سے ایک مردہ علم کو زندہ کرنا مقصود ہے- امام صاحب کو تسکین ہوگئی اور اطمینان کے ساتھ درس مین مشغول ہوئے " خواب کا ذکر تمام مورخون اور محدثون نے بھی کیا ہے- اس لحاظ سے گمان غالب ہے کہ اصل واقعہ صحیح ہو لیکن یہ زمانہ- اور ابن سیرین- کی تعبیر گوئی محض غلط ہے کیونکہ ابن سیرین اس سے بہت پہلے ۱۱۰ھ مین قضا کر چکے تھے- بہرحال امام صاحب نے استقلال کے ساتھ تدریس شروع کی- اوّل اول حماد کے پُرانے شاگرد درس مین شریک ہوتے تھے- لیکن چند روز مین وہ شہرت ہوئی کہ کوفہ کی اکثر درسگاہین ٹوٹکر انکے حلقہ مین آملین- نوبت یہانتک پہونچی کہ خود اونکے اساتذہ- مثلاً مسعر بن کدام- امام اعمش وغیرہ اون سے استفادہ کرتے تھے اور دوسرونکو ترغیب دلاتے تھے- اسپین کے سوا اسلامی دنیا کا کوئی حصہ نہ تھا جو اونکی شاگردی کے تعلق سے آزاد رہا ہو- جن جن مقامات کے رہنے والے اونکی خدمت

سلسلۂ درس کی وسعت۔

مین پہونچے اون سب کا شمار نہین ہوسکتا۔ لیکن جن اضلاع یا ممالک کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا گیا ہے وہ یہ ہین۔ مکہ۔ مدینہ دمشق۔ بصرہ۔ واسط۔ موصل۔ جزیرہ۔ رقہ۔ نصیبین رملہ۔ مصر۔ یمن۔ یمامہ۔ بحرین۔ بغداد۔ اہواز۔ کرمان۔ اصفہان۔ حلوان۔ استراباد۔ ہمدان۔ نہاوند۔ رے۔ قومس۔ دامغان۔ طبرستان۔ جرجان۔ نیشاپور۔ سرخس۔ نسا۔ بخارا۔ سمرقند۔ کس۔ صغانیان۔ ترمذ۔ ہرات۔ نہستار۔ الزم۔ خوارزم۔ سیستان۔ مداین۔ مصیصہ۔ حمص[۵]۔ مختصر یہ کہ اونکے اُستادی کے حدود۔ خلیفۂ وقت کی حدود حکومت کی برابر برابر تھے۔

رفتہ رفتہ عراق مین اون کا ملکی اثر قایم ہوگیا۔ یہان تک کہ ملک مین جو انقلابات ہوتے تھے لوگون کو انکی شرکت کا عموماً گمان ہوتا تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ مین لکھا ہے کہ "زید بن علی نے بنو امیہ کے عہد مین جو بغاوت کی تھی امام صاحب بھی اُسمین شریک تھے"۔ نامۂ دانشوران کے مولفون نے بھی ایسا ہی گمان کیا ہے لیکن ہم اسپر یقین نہین کرسکتے جسقدر تاریخین اور رجال کی کتابین۔ ہمارے سامنے ہین انمین کہین اسکا ذکر نہین حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو ایک قابل ذکر واقعہ تھا۔ زید بن علی نے ۱۲۱ھ مین بغاوت کی تھی اوسوقت ہشام بن عبدالملک تخت خلافت پر متمکن تھا ہشام۔ اگرچہ کفایت شعار اور بعض امور مین نہایت حریص تھا لیکن اوسکی سلطنت نہایت امن و امان کی سلطنت تھی۔ ملک مین ہر طرف امن و امان کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ رعایا۔ عموماً رضامند تھی۔ بیت المال مین ناجایز آمدنیان نہین داخل ہوسکتی تہین۔ اس

زید بن علی کے خروج مین امام صاحب شریک نہ تھے۔

[۵] عقود الجمان باب خامس۔

حالت مین امام ابوحنیفہ کو مخالفت کی کوئی وجہ نہ تھی۔ زید بن علی۔ سادات مین ایک
صاحب ادعا شخص تھے۔ بے شبہ اونکو بغاوت کرنی ضرور تھی کیونکہ (بخیال اونکے) خلافت
اون کا خاص حق تھا۔ غالباً اس غلط فہمی کا منشا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ۔ کا خاندان اہلبیت کے
ساتھ ایک خاص ارادت رکھتا تھا۔ امام صاحب۔ نے ایک مدت تک امام باقرؒ کے
دامن فیض مین تربیت پائی تھی۔ کوفہ کی ہوا مین ایک مدت تک شیعہ پن کا اثر تھا۔ ان اتفاقی واقعات
نے امام ابوحنیفہ کی نسبت یہ گمان پیدا کردیا۔ ورنہ تاریخی شہادتین بالکل اسکے خلاف ہین۔
ہشام۔ نے ۱۲۵ھ مین وفات کی۔ اوسکے بعد ولید بن یزید۔ یزید الناقص۔ ابراہیم بن الولید
مروان الحمار۔ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ عباسی خلافت کے سلسلہ جنبانی جو ایک
مدت سے ہورہی تھی مروان کے عہد مین نہایت قوت پکڑ گئی۔ ابومسلم خراسانی۔ نے تمام
ملک مین سازشون کا جال پھیلا دیا اور مروانی حکومت کی جڑ ہلادی۔ چونکہ زیادہ تر فساد
کا مرکز عراق اور عراق مین بھی خاص کوفہ تھا۔ مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو وہان کا
گورنر مقرر کیا جو نہایت مدبر۔ دلیر۔ فیاض۔ خاندانی۔ اور صاحب اثر شخص تھا۔ یزید۔ نے
حکومت مروانی کی ترکیب کو غور سے دیکھا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کل مین اور سب کچھ ہے لیکن
مذہبی پرزے نہین ہین۔ اس بناپر اسنے چاہا کہ ایوان حکومت مذہبی ستونون پر قایم کیا جائے
عراق کے تمام فقہا کو جنمین قاضی ابن ابی لیلی۔ ابن شبرمہ۔ داود بن ہند۔ بھی شامل تھے۔
بلاکر بڑی بڑی ملکی خدمتین دین۔ امام صاحب کو بھی منشی اور افسر خزانہ مقرر کرنا چاہا۔
انہون نے صاف انکار کیا۔ یزید نے قسم کہا کر کہا کہ جبراً منظور کرنا ہوگا۔ انکے ہم صحبت بزرگون

قبول خدمت سے انکا.

نے بھی سمجھایا - مگر یہ اپنے انکار پر قایم رہے - اور کہا کہ اگر یزید کہے کہ "مسجد کے دروازے گن دو تو بھی مجھکو گوارا نہین - نہ کہ وہ کسی مسلمان کے قتل کا فرمان لکھے اور مین اوسپر مہر کرون[۵۱]"

یزید نے غصہ مین آکر حکم دیا کہ ہر روز انکو دس دُرے لگائے جائین - اِس ظالمانہ حکم کی تعمیل ہوئی تاہم وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے - آخر مجبور ہوکر یزید نے چھوڑ دیا - ایک روایت مین ہے کہ اوسیوقت مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور سنہ ۱۳۶ کی اخیر تک وہین رہے - ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہی کہ یہ جھگڑا قضا کے قبول کرنے پر تھا - ممکن ہے کہ یہ عہدہ بھی اُنکے لئے تجویز ہوا ہو - اور انہون نے اوس سے بھی انکار کیا ہو -

سنہ ۱۳۲ مین سلطنت اسلام نے دوسرا پہلو بدلا - یعنی بنو امیہ کا خاتمہ ہوگیا اور آل عباس تاج و تخت کے مالک ہوئے - اِس خاندان کا پہلا فرمانروا ابو العباس سفاح تھا اوسنے چار برس کی حکومت کے بعد سنہ ۱۳۶ مین قضا کی - سفاح کے بعد اوسکا بھائی منصور تخت نشین ہوا عباسیون نے گو - اموی خاندان کو بالکل تباہ کردیا یہانتک کہ خلفاے بنی امیہ کی قبرین اکھڑوا اونکی ہڈیان تک جلادین - تاہم چونکہ نئی نئی سلطنت تھی اور انتظام کا سکہ نہین بیٹھا تھا - جابجا بغاوتین برپا تھین - اِن فتنون کے فرو کرنے مین سفاح و منصور اعتدال کی حد سے بہت دور نکل گئے اور وہ زیادتیان کین کہ مروانی حکومت کا نقشہ آنکھون مین پھر گیا - تمام ملک کی آنکھین اِن نئے جانشینون پر لگی تھین لیکن اِن خونریزیون نے سب کے دل افسردہ کردئے - چنانچہ ایک موقع پر منصور نے عبد الرحمن سے جو اوسکا بچپن کا یار تھا پوچھا کہ "ہماری سلطنت کو مروان کی سلطنت سے

---

۵۱ عقود الجمان باب بست ویکم -

سفاح و منصور کی سفاکیان

کیا نسبت ہے؟" اوسنے کہا "میرے نزدیک تو کچھ فرق نہین"۔ منصور نے کہا "کیا کرون کام کے آدمی نہین ملتے"۔ عبدالرحمن۔ نے کہا "بازار مین جس جنس کی زیادہ مانگ ہوتی ہے کثرت بھی اوسیکی ہوتی ہے"۔

اور بے رحمیان تو تہی ہین منصور۔ نے یہ ستم کیا کہ سادات کی خانہ بربادی شروع کی۔ اسمین شبہ نہین کہ سادات۔ ایک مدت سے خلافت کا خیال پکا رہی تہی۔ اور ایک لحاظ سے اونکا حق بہی تہا۔ تاہم سفاح۔ کی وفات تک اونکی کوئی سازش ظاہر نہوئی تہی صرف بدگمانی پر منصور۔ نے سادات اور علویین۔ کی بیخ کنی شروع کی۔ جو لوگ اونمین ممتاز تھے اونکے ساتھ زیادہ بیرحمیان کین۔ محمد بن ابراہیم کہ حسن و جمال مین یگانۂ روزگار تھے اور اسوجہ سے دیباج کہلاتے تھے اونکو زندہ دیوار مین چنوا دیا۔ ان بیرحمیونکی ایک بڑی داستان ہے جسکے بیان کرنے کو بڑا سخت دل چاہئے آخر تنگ آکر ۱۴۵ھ مین انہین مظلوم سادات مین سے محمد نفس ذکیہ نے تہوڑے سے آدمیون کے ساتھ۔ مدینہ منورہ۔ مین خروج کیا اور چند روز مین ایک بڑی جمعیت پیدا کرلی۔ بڑے بڑے پیشوایان مذہب حتیٰ کہ امام مالک نے فتویٰ دیدیا کہ "منصور نے جبراً بیعت لی۔ خلافت نفس ذکیہ کا حق ہے"۔ نفس ذکیہ۔ اگرچہ نہایت دلیر۔ قوی بازو۔ فن جنگ سے۔ واقف تھے لیکن تقدیر سے کس کا زور چل سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رمضان ۱۴۵ھ مین نہایت بہادری سے لڑ کر میدان جنگ مین مارے گئے۔ اونکے بعد ابراہیم۔ اونکے بہائی نے علم خلافت بلند کیا اور اس سر و سامان سے مقابلہ کو اوٹھے کہ منصور کے حواس جاتے رہے۔ کہتے ہین کہ اس اضطراب مین منصور نے دو مہینے تک کپڑے نہین بدلے۔ سرہانے سے تکیہ

نفس ذکیہ اور ابراہیم کی بغاوت۔

اوٹھا لیتا تھا اور کہتا تھا کہ "مین نہین جانتا یہ تکیہ میرا ہے یا ابراہیم کا"۔ نہین دنون مین دو کنیزین حرم مین آئین۔ اون سے بات تک نہ کی۔ ایک شخص نے سبب پوچھا۔ تو کہا "یہ فرصت کے کام ہین۔ اس وقت تو یہ دھن ہے کہ ابراہیم کا سر میرے سر آگے۔ یا میرا سر ابراہیم کے آگے رکھا جاوے"

امام صاحب نے ابراہیم کی طرفداری کی۔

ابراہیم چونکہ شجاعت اور دلیری کے ساتھ بہت بڑے عالم اور مقتدائے عام تھے۔ اونکے دعوی خلافت پر۔ ہر طرف سے لبیک کی صدائین بلند ہوئین۔ خاص کوفہ مین کم و بیش لاکھ آدمی اونکے ساتھ جان دینے کو تیار ہو گئے۔ مذہبی گروہ۔ خاصکر علما و فقہا نے عموماً اونکا ساتھ دیا۔ امام ابوحنیفہ شروع سے عباسیونکی بے اعتدالیان دیکھتے آتے تھے۔ سفاح۔ ہی کے زمانہ مین اونکی راے قایم ہو چکی تھی کہ یہ لوگ منصب خلافت کے شایان نہین۔ ابراہیم بن میمون جو ایک نہایت دیندار عالم تھے امام صاحب کے خالص دوستون مین سے تھے۔ وہ اکثر کہتے کہ ان مظالم پر کیا ہمکو چپ رہنا چاہئے۔ امام صاحب فرماتے کہ "امر بالمعروف بے شبہ فرض ہے مگر اوسکے لئے سامان شرط ہے"۔ لیکن وہ مذہبی جوش مین صبر کی تاب نہ لا سکے۔ ابومسلم خراسانی۔ کہ ان ظلمون کا بانی تھا۔ اوسکے پاس گئے اور نہایت بیباکی کے ساتھ اس امر کے متعلق گفتگو کی۔ اوسنے انکی گستاخی یا فساد پیدا ہونیکے احتمال سے انکو قتل کرا دیا۔ امام ابوحنیفہ۔ سنکر بہت روئے[۵]۔ لیکن کیا کر سکتے تھے۔ یہ سنہ ۱۳۱ھ کا واقعہ ہے۔ سنہ ۱۴۵ھ مین ابراہیم۔ نے جب علم خلافت بلند کیا تو اور پیشوایان مذہب

---

[۵] الجواہر المضیۃ۔ ترجمہ ابراہیم بن میمون۔ ۱۲

کے ساتھ امام صاحب نے بھی اونکی تائید کی - خود شریک جنگ ہونا چاہتے تھے لیکن بعض مجبوریونکی وجہ سے نہو سکے جسکا اونکو ہمیشہ افسوس رہا -

نامہ دانشوران مین امام صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے جو انہون نے ابراہیم - کو لکھا تھا اوسکے یہ الفاظ ہین " اما بعد فانی قد جھزت الیک اربعة آلاف درھم ولم یکن عندی غیرھا ولولا امانات الناس عندی للحقت بک فاذا لقیت القوم وظفرت بھم فافعل کما فعل ابوک فی اھل صفین اقتل مدبرھم واجھز علی جریحھم ولا تفعل کما فعل ابوک فی اھل الجمل فان القوم لھم فئة " یعنی " مین آپکے پاس چار ہزار درہم بھیجتا ہون کہ اسوقت اسیقدر موجود تھے - اگر لوگون کی امانتین میرے پاس نرکھی ہوتین تو مین ضرور آپ تک آتا - جب آپ دشمنون پر فتح پائین تو وہ برتاؤ کرین جو - آپ - کے باپ (حضرت علیؓ) نے صفین والون کے ساتھ کیا تھا - زخمی اور بھاگ جانے والے سب قتل کیے جائین - وہ طریقہ نہ اختیار کیجئے گا جو آپکے والد نے حرب جمل مین جائز رکھا تھا - کیونکہ مخالف بڑی جمعیت رکھتا ہے " - نامہ دانشوران مین اس خط کی نسبت لکھا ہے کہ معتبر کتابون مین منقول ہے لیکن کسی خاص کتاب کا نام نہین بتایا - اسلئے ہم اوسکی صحت پر یقین نہین کر سکتے -

یہ خط صحیح ہو یا غلط مگر اسمین شبہ نہین کہ امام صاحب - ابراہیم کے علانیہ طرفدار تھے اور بجز اسکے کہ خود شریک جنگ نہو سکے اور ہر طرح پر اونکی مدد کی - ابراہیم - نے اپنی بے تدبیری سے شکست کھائی اور بصرہ مین نہایت دلیری سے لڑکر مارے گئے - اس مہم سے فارغ

ہو کر منصور۔ اون لوگون کی طرف متوجہ ہوا جنہون نے ابراہیم کا ساتھ دیا تھا۔ انہین امام صاحب بھی تھے۔ اوسوقت تک منصور۔ کا پایۂ تخت ہاشمیہ ایک مقام تھا جو کوفہ سے چند میل پر ہے۔ لیکن چونکہ کوفہ والے سادات کے سوا اور کسی خاندان کو خلافت کا مستحق نہین سمجھتے تھے۔ منصور۔ نے ایک دوسری دار الخلافہ کی تجویز کی اور بغداد کو انتخاب کیا۔ سنہ ۱۴۶ھ مین بغداد پہونچکر امام ابوحنیفہ کے نام فرمان بہیجا کہ فوراً پایۂ تخت مین حاضر ہون۔ وہ بنوامیہ کی تباہی کے بعد مکہ معظمہ۔ سے چلے آئے تھے اور کوفہ۔ مین مقیم تھے۔ منصور۔ نے گو پہلے ہی اونکے قتل کا ارادہ کر لیا تھا تاہم بہانہ ڈہونڈ ہتا تھا۔ دربار مین حاضر ہوئے تو ربیع نے کہ حجابت کا عہدہ رکھتا تھا ان لفظون سے اونکو دربار مین پیش کیا "یہ دنیا مین آج سب سے بڑا عالم ہے"۔ منصور۔ نے پوچھا تمنے کس سے علم کی تحصیل کی۔ امام۔ نے استادون کے نام بتائے جنکا سلسلۂ شاگردی بڑے بڑے صحابہ تک پہونچتا تھا۔ منصور۔ نے اونکے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا۔ امام صاحب نے صاف انکار کیا اور کہا کہ "مین اسکی قابلیت نہین رکھتا"۔ منصور۔ نے غصہ مین آکر کہا "تم جہوٹے ہو"۔ امام صاحب نے کہا اگر مین جہوٹا ہون تو یہ دعویٰ ضرور سچا ہے کہ مین عہدہ قضا کے قابل نہین۔ کیونکہ جہوٹا شخص قاضی نہین مقرر ہو سکتا۔

امام ابوحنیفہ بغداد مین طلب کئے گئے

یہ تو ایک منطقی لطیفہ تہا۔ لیکن در اصل وہ قضا کی ذمہ داریان نہین اوٹھا سکتے تھے۔ اُنہون نے منصور کے سامنے اپنی ناقابلیت کی جو وجہین بیان کین وہ بالکل بجا تہین۔ یعنی یہ کہ "مجھکو اپنی طبیعت پر اطمینان نہین"۔ "مین عربی النسل نہین ہون اسلئے اہل عرب کو میری حکومت ناگوار ہوگی"۔ "درباریون کی تعظیم کرنی پڑیگی اور یہ مجھسے نہین ہو سکتا"۔ پہر بہی منصور۔ نے

عہدۂ قضا سے انکار -

نہ مانا اور قسم کھا کر کہا تمکو قبول کرنا ہوگا - امام صاحب - نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہ قبول کرونگا - اس جرأت اور بیباکی پر - تمام دربار حیرت زدہ تھا - ربیع نے غصّہ مین آکر کہا ابوحنیفہ! تم امیرالمومنین کے مقابلہ مین قسم کھاتے ہو - امام صاحب نے فرمایا "ہان کیونکہ امیرالمومنین - کو قسم کا کفارہ ادا کرنا میری نسبت زیادہ آسان ہے"

خطیب کی ایک اور روایت ہے کہ منصور نے زیادہ جبر کیا تو مجبوراً دارالقضا مین جا کر بیٹھے - ایک مقدمہ پیش ہوا جسمین قرضہ کا دعوی تھا - لیکن ثبوت کے گواہ نہ تھے - مدعا علیہ کو سرے سے انکار تھا - امام صاحب نے حسب قاعدہ مدعا علیہ سے کہا تم قسم کھاؤ کہ مدعی کا تم پر کچھ دینا نہین آتا - وہ تیار ہوگیا "واللہ" کا لفظ کہا تھا کہ امام صاحب نے گھبرا کر روک دیا اور آستین سے کچھ روپے نکالکر مدعی - کے حوالہ کئے کہ تم اپنا قرضہ لو - ایک مسلمان کو قسم کیون کھلواتے ہو - عدالت سے آکر منصور - سے کہدیا کہ مجھسے کسیطرح یہ کام نہین چل سکتا - اسپر حکم ہوا کہ قید خانہ بھیجے جائین - جس سے اوسوقت چھوٹے کہ قید حیات سے چھوٹے - اس مدت مین منصور - اکثر اون کو قید خانہ سے بلا لیتا اور علمی بحثین کیا کرتا -

قید -

وفات - رجب ۱۵۰ سنہ ہجری

منصور نے امام کو ۱۴۶ھ مین قید کیا - لیکن اس حالت مین بھی اوسکو اونکی طرف سے اطمینان نہ تھا - بغداد - دارالخلافہ ہونیکی وجہ سے علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا طالبان کمال ممالک اسلامی کے ہر گوشہ سے اٹھکر بغداد ہی کا رخ کرتے تھے - امام صاحب کی

شہرت دور دور پہونچ چکی تھی - قید کی حالت نے انکے اثر اور قبول عام کو بجاے کم کرنیکے اور زیادہ کر دیا تھا - بغداد کی علمی جماعت جس کا شہر مین بہت کچھ اثر تھا - اونکے ساتھ نہایت خلوص رکھتی تھی - اِن باتون کا یہ اثر تھا کہ منصور نے اون کو گو نظر بند رکھا - لیکن کوئی امر اونکے ادب اور تعظیم کے خلاف نکر سکتا تھا - قیدخانہ مین اون کا سلسلہ تعلیم بھی برابر قایم رہا - امام محمد نے کہ فقہ حنفی کے دست و بازو ہین - قیدخانہ ہی مین اون سے تعلیم پائی - اِن وجوہ سے منصور کو امام صاحب کی طرف سے جو اندیشہ تھا وہ قید کی حالت مین بھی باقی رہا - جسکی آخری تدبیر یہ تھی کہ بیخبری مین اونکو زہر دلوا دیا - جب اونکو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اور اوسی حالت مین قضا کی -

امام صاحب کو زہر دیا گیا -

اونکے مرنیکی خبر نہایت جلد تمام شہر مین پھیل گئی اور سارا بغداد امنڈ آیا - حسن بن عمارہ نے کہ قاضی شہر تھے غسل دیا - نہلاتے تھے اور کہتے جاتے تھے "واللہ تم سب سے بڑے فقیہ بڑے عابد - بڑے زاہد تھے - تم مین تمام خوبیان جمع تھین - تم نے اپنے جانشینون کو مایوس کر دیا کہ وہ تمہارے مرتبہ کو پہونچ سکین" غسل سے فارغ ہوتے ہوتے لوگون کی یہ کثرت ہوئی کہ پہلی بار نماز جنازہ مین کم و بیش پچاس ہزار کا مجمع تھا - اسپر بھی آنے والون کا سلسلہ قائم تھا یہانتک کہ چھ بار نماز پڑھی گئی اور عصر کے قریب جا کر لاش دفن ہو سکی - امام نے وصیت کی تھی کہ خیزران کے مقبرہ مین دفن کئے جائین - کیونکہ یہ جگہ اونکے خیال مین مغصوب نہ تھی - اس وصیت کے موافق خیزران کے مشرقی جانب اونکا مقبرہ تیار ہوا - مورخ خطیب نے لکھا ہے کہ "دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ اونکے جنازہ کی

نماز پڑہا کئے "۔ قبول عام کی اس سے زیادہ کیا دلیل ہوگی؟

اوسوقت اون ممالک مین بڑے بڑے ائمۂ مذہب موجود تھے ۔ جنمین بعض خود امام صاحب کے اُستاد تھے ۔ سب نے اونکے مرنیکا رنج کیا اورنہایت تاسف آمیز کلمات کہے ۔ ابن جریج ۔ مکہ مین تھے ۔ سُنکر کہا " انا ﷲ بہت بڑا علم جاتا رہا "۔ شعبہ بن الحجاج نے کہ امام ابوحنیفہ کے شیخ اور بصرہ کے امام تھے ۔ نہایت افسوس کیا اور کہا " کوفہ مین اندہیرا ہوگیا "۔ اس واقعہ کے چند روز کے بعد عبدﷲ بن المبارک کو بغداد جانے کا اتفاق ہوا ۔ امام کی قبر پر گئے اور رو کر کہا " ابوحنیفہ ۔ خدا تمپر رحم کرے ابراہیم ۔ مرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے ۔ حماد مرے تو اپنا جانشین چہوڑ گئے ۔ افسوس تمنے تمام دنیا مین کسیکو اپنا جانشین نہ چھوڑا "۔[٥١]

امام کا مزار ایک مدت تک بوسہ گاہ خلایق رہا اور آج بھی ہے ۔ سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے کہ بڑی عظمت و شان کا فرمانروا اور نہایت عادل اور فیاض تہا ۴۵۹ھ مین اونکی قبر پر ایک قبہ اور اوسکے قریب ایک مدرسہ تیار کرایا ۔ غالباً بغداد مین یہ پہلا مدرسہ تہا ۔ کیونکہ نظامیہ جو تمام اسلامی مدرسون کا آدم خیال کیا جاتا ہے وہ بھی اسی سنہ مین تعمیر ہوا ۔ رفعت اور خوبی عمارت کے لحاظ سے بھی لاجواب تہا ۔ ابوسعد شرف الملک کہ الپ ارسلان کا مستوفی تھا اوسکے اہتمام سے عمارت تیار ہوئی ۔ افتتاح کی رسم مین بغداد کے تمام علما اور عمایدشریک تھے ۔ اتفاق سے اوسیوقت ابوجعفر مسعود جو ایک مشہور شاعر تہا آنکلا اور برجستہ یہ اشعار پڑہے ۔

---

٥١ عقود الجمان مین یہ تمام تفصیل مذکور ہے ۔

الم تر ان العلم کان مبددا	فجمعہ ھذا المغیب فی اللحد
کذلک کانت ھذہ الارض میتۃ	فانشرھا فعل العمید ابی سعد

یعنی "تم دیکھتے نہین! علم کسطرح ابتر ہو رہا تھا۔ پھر اوس شخص نے اوسکو ترتیب دی جو اس لحد مین مدفون ہے۔ اسیطرح یہ زمین مردہ پڑی تھی ابوسعد کی کوشش نے اوسکو دوبارہ زندہ کیا" یہ مدرسہ جو مشہد ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہے مدت تک قایم رہا اور بڑے بڑے نامور علما اوسکے پروفیسر مقرر ہوئے۔ جنکے نام اور اجمالی حالات الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ مین اکثر پائے جاتے ہین۔ ۴۹۳ھ مین حکیم بن جزلہ نے کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے دربار کا ایک مشہور حکیم تھا اپنی تمام کتابین اس مدرسہ پر وقف کین[1]۔ اس مدرسہ کے متعلق ایک مسافرخانہ بھی تھا۔ شایقان علم جو اطراف ملک سے آکر بغداد مین عارضی قیام کرتے تھے اونکو وہان سے کھانا ملتا تھا۔ ایشیا کا مشہور سیاح ابن بطوطہ۔ جسوقت بغداد مین پہونچا ہے عباسی حکومت کا اخیر زمانہ تھا وہ اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے کہ "اسوقت تمام بغداد مین مشہد ابی حنیفہ کے سوا کوئی زاویہ موجود نہین ہے جہان سے مسافرون کو کھانا ملتا ہو" آج بھی اون کا مقبرہ بغداد کے مشہور اور متبرک مقامات سے ہے۔ حال کے شاہ ایران۔ سلطان ناصر الدین قاچار خلد اللہ سلطنتہ نے اپنے حالات سفر مین اوسکا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "مینے امام ابو حنیفہ کے مزار پر فاتحہ پڑہی اور نذر چڑہائی" علم کی شان دیکھو جسکی بدولت کوفہ کے ایک خزاز نے یہ رتبہ حاصل کیا کہ بارہ سو برس کے بعد آج اوسکے مزار پر بڑے

---

[1] ابن خلکان۔ ترجمہ یحیی بن عیسی بن جزلۃ الطبیب ۔ ۱۲

بڑے شاہنشاہونکے سر جھکتے ہین

امام کی اولاد

امام صاحب کی اولاد کا مفصل حال معلوم نہین مگر اسقدر یقینی ہے کہ وفات کیوقت حماد کے سوا اونکے کوئی اور اولاد موجود نہ تھی۔ حماد بڑے رتبہ کے فاضل تھے بچپن مین اونکی تعلیم نہایت اہتمام سے ہوئی تھی۔ چنانچہ جب الحمد ختم کی تو اونکے پدر بزرگوار نے اس تقریب مین معلم کو پانچسو درہم نذر کئے۔ بڑے ہوے تو خود امام صاحب سے مراتب علمی کی تکمیل کی۔ علم و فضل کے ساتھ بے نیازی اور پرہیزگاری مین بھی باپ کے خلف الرشید تھے۔ امام صاحب نے جب انتقال کیا تو اونکے گھر مین لوگون کا بہت سامال واسباب امانت رکھا تھا۔ اونہون نے قاضی شہر کے پاس حاضر کیا کہ جنکی امانتین ہین اونکو پہونچادی جائین قاضی صاحب نے کہا کہ ابھی اپنے ہی پاس رہنے دو کہ زیادہ حفاظت سے رہے گا۔ انہون نے کہا آپ انکی جانچ کرلین کہ میرے باپ کا ذمہ بری ہو جاوے۔ غرض تمام مال واسباب قاضی صاحب کو سپرد کر کے خود روپوش ہو گئے اور اوسوقت ظاہر ہوے کہ وہ چیزین کسی اور مہتمم کے اہتمام مین دیدی گئین۔ تمام عمر کسی کی ملازمت نہین کی نہ شاہی دربار سے کچھ تعلق پیدا کیا۔ ذی قعدہ ۱۷۶ھ مین قضا کی۔ چار بیٹے چھوڑے۔ عمر۔ اسمعیل۔ ابوحیان۔ عثمان۔ اسمعیل۔ نے علم و فضل مین نہایت شہرت حاصل کی۔ چنانچہ مامون الرشید نے اونکو عہدۂ قضا پر مامور کیا۔ جسکو انہون نے اس دیانتداری اور انصاف سے انجام دیا کہ جب بصرہ۔ سے چلے تو سارا شہر اونکی مشایعت کو نکلا۔ اور سب

لوگ اونکے جان و مال کو دعائین دیتے تھے[۵۱] - مساور نے اونکی مدح مین کہا ہے[۵۲] -

اذا ما الناس یوما قایسونا	بابدة من الفتیا طریفه
اتیناھم بمقیاس صحیح	تلاد من طراز ابی حنیفه
اذا سمع الفقیه بھا وعاھا	واثبتھا بحبر فی صحیفه

امام صاحب کی معنوی اولاد تو آج تمام دنیا مین پھیلی ہوئی ہے اور شاید چھ سات کرور سے کم نہوگی - لیکن اونکی جسمانی اولاد بھی جا بجا موجود ہے خود ہندوستان مین متعدد خاندان ہین جنکا سلسلۂ نسب امام تک پہنچتا ہے اور خدا کے فضل سے علم و فضل کا جوہر بھی نسلاً بعد نسل اونکی میراث مین چلا آتا ہے -

اخلاق و عادات

ہمارے تذکرہ نویسون نے امام کے اخلاق و عادات کی جو تصویر کھینچی ہے اوسمین خوش اعتقادی اور مبالغہ کا اسقدر رنگ بھرا ہے کہ امام صاحب کی اصلی صورت اچھی طرح پہچانی نہین جاتی "چالیس برس تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑہی" "تیس برس تک متصل روزے رکھے" "جہان وفات کی اوس جگہ سات ہزار بار قرآن ختم کیا" "شہر کوفہ مین مشتبہ گوشت کا ٹکڑا پڑگیا تو اس خیال سے کہ مچھلیون نے کھایا ہوگا اور مچھلیان بہت دنون تک زندہ رہتی ہین - ایک مدت تک مچھلی نہین کھائی" "اسی طرح ایک شبہ پر بکری کا گوشت کھانا چھوڑ دیا - اونکا ذاتی صرف صرف دس آنہ ماہوار تھا" یہ اور اس قسم کے بہت سے

مبالغہ آمیز روایتین -

[۵۱] ابن خلکان ترجمہ حماد - ۱۲ [۵۲] معارف بن قتیبہ - ترجمہ امام ابوحنیفہ - ۱۲

افسانے اونکی نسبت مشہور ہین اور لطف یہ کہ ہمارے مورخین انہین دوراز کار قصّون کو۔ امام۔ کے کمالات کا جوہر سمجھتے ہین۔ حالانکہ یہ واقعات نہ تاریخی اصول سے ثابت ہین نہ اون سے کسی کے شرف پر استدلال ہوسکتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ امام۔ صاحب کے جن فضایل یا عام حالات کو ہم صحیح تسلیم کرتے ہین وہ بھی انہین کتابون سے ماخوذ ہین جنمین یہ فضول قصّے مذکور ہین۔ لیکن ہر واقعہ کی حیثیت الگ ہوتی ہے اور اوسی اعتبار سے شہادت کی حیثیت بھی بدل جاتی ہے۔ معمولی واقعات مین عام شہادتین کافی ہین۔ لیکن اس قسم کے واقعات کے لئے ایسی سند درکار ہے جسمین ذرا بھی شبہہ کی گنجایش نہو۔ یعنی حدیث صحیح مرفوع متصل کے لئے جو قیدین ضروری ہین اون سے بھی کچھ بڑھکر۔ ساتھ ہی درایت کے اصول پر منطبق ہو۔ امام صاحب کی دانشمندی۔ دقیقہ سنجی۔ نکتہ شناسی۔ پر جب نگاہ پڑتی ہے جنکا ثبوت سمعی نہین۔ عیانی موجود ہے۔ تو اون واقعات پر مشکل سے یقین آسکتا ہے۔ جو رہبانیۃ اور بے اعتدالی کی حد سے بھی متجاوز ہین۔

امام صاحب کی محاسن اخلاق کی صحیح (مگر اجمالی) تصویر دیکھنی ہو تو قاضی ابویوسف کی تقریر سنو۔ جو انہون نے ہرون الرشید۔ کے سامنے بیان کی تھی۔ ہرون۔ نے ایک موقع پر قاضی صاحب موصوف سے کہا کہ ابوحنیفہ کے اوصاف بیان کیجئے۔ انہون نے کہا۔ "جہان تک مین جانتا ہون ابوحنیفہ کے اخلاق و عادات یہ تھے کہ نہایت پرہیزگار تھے منہیات سے بہت بچتے تھے۔ اکثر چپ رہتے تھے اور سوچا کرتے تھے۔ کوئی شخص مسئلہ

پوچھتا اور اونکو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ نہایت سخی اور فیاض تھے۔ کسی کے آگے حاجت نہ لیجاتے۔ اہلِ دنیا سے احتراز تھا۔ دنیوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے تھے۔ غیبت سے بہت بچتے تھے۔ جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی کے ساتھ کرتے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ اور مال کی طرح علم کے صرف کرنے مین بھی فیاض تھے"۔ ہرون الرشید نے یہ سنکر کہا "صالحین کے یہی اخلاق ہوتے ہین"۔ عام نگاہون مین یہ باتین چندان وقعت نہین رکھتین۔ لیکن روحانی اوصاف کے نکتہ شناس۔ سمجھ سکتے ہین کہ یہ طرز زندگی۔ ظاہر مین جسقدر سادہ اور آسان ہے۔ دراصل اوسیقدر مشکل اور قدر کے قابل ہے۔

امام صاحب کا حلیہ اور گفتگو۔

امام صاحب کو خدا نے حسن سیرت کے ساتھ جمال صورت بھی دیا تھا۔ میانہ قد۔ خوشرو اور موزون اندام تھے۔ گفتگو نہایت شیرین اور آواز بلند اور صاف تھی۔ کیسا ہی پیچیدہ مضمون ہو نہایت صفائی اور فصاحت سے ادا کر سکتے تھے۔ مزاج مین تکلف تھا۔ اور اکثر خوش لباس رہتے تھے۔

لباس

کبھی کبھی سنجاب وقاقم کے جُبّے بھی استعمال کرتے تھے۔ ابو مطیع بلخی اونکے شاگرد کا بیان ہے کہ "مینے ایک دن اونکو نہایت قیمتی چادر اور قمیص پہنے دیکھا جنکی قیمت کم از کم چارسو درہم ہوگی"۔

ایک دن نضر بن محمد اون سے ملنے گئے۔ امام صاحب کہین باہر جانیکی تیاری کر رہے تھے۔ اِن سے کہا کہ ذرا دیر کے لئے اپنی چادر مجھے دیدو۔ واپس آئے تو شکایت کی کہ "ناحق تمھاری چادر لیکر مجھکو شرمندہ ہونا پڑا"۔ انہون نے کہا کیون؟ فرمایا بہت گندہ ہے۔ نضر۔ کہتے ہین کہ مینے وہ چادر پانچ دینار کو خریدی تھی اور مجھکو اوسپر ناز تھا۔ اسلئے امام صاحب

کی شکایت سے تعجب ہوا لیکن دوسرے موقع پر جب مینے اونکو ایک جادر اوڑہے دیکھا جو تیس دینار سے کم قیمت کی نہ تھی تو وہ تعجب جاتا رہا"۔ خلیفہ **منصور** نے درباریون کے لئے خاص قسم کی ٹوپیان ایجاد کی تھین جو نرکل وغیرہ سے بنتی تھین اور اون پر سیاہ کپڑا منڈہا ہوتا تھا۔ چونکہ نہایت لمبی ہوتی تھین ابو دلامۃ شاعر نے ظرافۃ کہا۔

وکنا نرجی من امام زیادۃ	فزاد الامام المرتضی فی القلانس

یعنی ہمکو خلیفہ سے اضافہ کی امید تھی۔ سو حضرت نے اضافہ کیا تو ٹوپیون مین کیا"۔ امام صاحب اگرچہ دربار سے کوسون بھاگتے تھے لیکن اس قسم کی ٹوپی جو اہل دربار اور امرا کے ساتھ مخصوص تھی کبھی کبھی استعمال کرتے تھے۔ دنیا دار دولتمندون کے لئے تو ایک معمولی بات ہے۔ لیکن علما کے دایرہ مین یہ امر تعجب کی نگاہ سے دیکھا گیا کہ امام صاحب کے توشہ خانہ مین اکثر سات آٹھ ٹوپیان موجود رہتی تھین۔

درباری ٹوپی۔

اور باتون مین بھی **امام** صاحب کا طرز معاشرت ان حیثیتون مین اور علما سے بالکل جدا تھا۔ اونکے ہمعصر عموماً شاہی دربار۔ یا وزرا اور امرا کے وظیفہ خوار تھے اور اسکو عیب نہین سمجھتے تھے۔ قاضی بن عبد البر پر کسی نے اعتراض کیا تھا۔ کہ آپ امرا کے وظیفہ خوار ہین۔ انھون نے اسکے جواب مین بعض صحابہ۔ اور بہت سے تابعین اور تبع تابعین کی نظیرین پیش کین جو امرا کے روزینے اور انعامات سے زندگی بسر کرتے تھے۔

اگرچہ ہم اسکو نئے خیال والونکی طرح کاہلی اور مفت خواری کا اثر نہین سمجھتے۔ کیونکہ اُس زمانہ تک تعلیم کا سلسلہ۔ معاوضہ کی بنیاد پر نہین قایم ہوا تھا۔ علما۔ بطور خود اپنے گھرون

پر یا مسجدون مین لوگون کو مفت تعلیم دیتے تھے - اور یہ سلسلہ - اسقدر وسیع اور مفید تھا کہ آج تک اُس سے بڑھکر نہو سکا - اُمرا کے ہان سے اِن لوگون کے لئے جو وظیفے مقرر تھے یا کبھی کبھی صلہ و نذر کے طور پر مل جاتا تھا اُسکو اِن آنریری پروفیسرونکی تنخواہ سمجھ لینا چاہئے لیکن اِس سے انکار نہین ہو سکتا کہ رفتہ رفتہ اِنہین مثالون سے پیرزادگی اور مفت خواری کی بنیاد قائم ہو گئی - جسنے قوم کے ایک بڑے حصّہ کو بالکل نکما اور اپاہج بنا دیا - بےشبہ امام ابوحنیفہ اِس اصول کے سر سے مخالف تھے اور اِس لحاظ سے اونکی مخالفت بجا تھی تھی - اس بےتعلقی سے ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ امرِ حق کے اظہار مین امام صاحب کو کسی سے باک نہین ہوتا تھا - انسان کتنا ہی آزاد مزاج اور صاف گو ہو لیکن احسان وہ چھپا ہوا جادو ہے کہ اوسکے اثر سے بچنا ناممکن نہین تو قریباً ناممکن ہے - امام صاحب تمام عمر کسی کے احسانمند نہوے اور اسوجہ سے اونکی آزادی کو کوئی چیز دبا نہ سکتی تھی اکثر موقعون پر وہ اِس خیال کا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے - بن ہبیرہ - نے کہ کوفہ کا گورنر اور نہایت نامور شخص تھا - ان سے بہ لجاجت کہا کہ "آپ کبھی کبھی قدم رنجہ فرماتے تو مجھپر احسان ہوتا فرمایا "مین تمسے مل کر کیا کرون گا - مہربانی سے پیش آوٴگے تو خوف ہے کہ تمہارے دام مین آجاوٴن - عتاب کروگے تو میری ذلت ہے - تمہارے پاس جو زر و مال ہے مجھکو اوسکی حاجت نہین - میرے پاس جو دولت ہے اوسکو کوئی شخص چھین نہین سکتا" عیسےٰ بن موسیٰ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ گزرا -

وظیفخواری سے اجتناب

آزادی اور بے نیازی -

خلیفہ منصور اور حرہ خاتون (منصور کی بیوی) مین کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی - خاتون

بلاغرض حق گوئی۔

کو شکایت تھی کہ خلیفہ عدل نہین کرتا۔ منصور نے کہا کسی کو منصف قرار دو۔ اوسنے امام صاحب کا نام لیا۔ اوسی وقت طلبی کا فرمان گیا۔ خاتون پردہ کے قریب بیٹھی کہ امام صاحب جو فیصلہ کرین خود اپنے کانون سے سنے۔ منصور نے پوچھا۔ شرع کی رو سے مرد کتنے نکاح کرسکتا ہے۔ امام صاحب نے کہا چار۔ منصور۔ خاتون کی طرف مخاطب ہوا کہ سنتی ہو! پردہ سے آواز آئی کہ۔ ہان سنا۔ امام صاحب نے منصور کی طرف خطاب کرکے کہا مگر یہ اجازت اوس شخص کے لیے خاص ہے جو عدل پر قادر ہو۔ ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہین خدا خود فرماتا ہے " وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ" منصور چپ ہوگیا۔ امام صاحب گہ آئے تو ایک خادم پچاس ہزار درہم کے توڑے لئے ہوئے حاضر ہوا کہ خاتون نے نذر بھیجی ہے۔ اور کہا ہے کہ "آپکی کنیز آپ کو سلام کہتی ہے اور آپکے حق گوئی کی نہایت مشکور ہے" امام صاحب نے روپیے پھیر دئے اور خادم سے فرمایا جاکر خاتون سے کہنا کہ "مین نے جو کچھ کہا کسی غرض سے نہین کہا۔ بلکہ یہ فرض منصبی تھا"۔

تجارت اور دیانت

امام صاحب کی تجارت نہایت وسیع تھی لاکھون کا لین دین تھا اکثر شہرون مین گماشتے مقرر تھے۔ بڑے بڑے سوداگرون سے معاملہ رہتا تھا۔ ایسے بڑے کارخانہ کے ساتھ دیانت اور احتیاط کا اسقدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک حبہ بھی اونکے خزانہ مین نہین داخل ہوسکتا تھا۔ اس احتیاط مین کبھی کبھی نقصان اٹھانا پڑتا تھا مگر ان کو کچھ پروا نہین ہوتی تھی۔ ایک دفعہ حفص بن عبدالرحمن کے پاس خز کے تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلان فلان تھان مین عیب ہے۔ خریدار کو جتا دینا۔ حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا یہ تھان بیچ ڈالے

اور خریدارونکو عیب سے اطلاع نہ دی۔ امام صاحب کو معلوم ہوا تو نہایت افسوس کیا۔ تھانون کی قیمت جو تیس ہزار درہم تھی سب خیرات کردی۔

ایک دن ایک عورت۔ خز کا تھان لیکر آئی کہ فروخت کرا دیجئے۔ امام صاحب نے دام پوچھے اوسنے سو روپیہ بتائے۔ فرمایا کم ہین۔ اوسنے کہا تو دو سو روپیہ۔ فرمایا یہ تھان پانچسو سے کم قیمت کا نہین۔ اوسنے متعجب ہو کر کہا آپ شاید ہنسی کرتے ہین۔ امام صاحب نے پانچسو روپیہ اپنے پاس سے دیدیئے اور تھان رکھ لیا۔ اس احتیاط اور دیانت نے اونکے کارخانہ کو بجاے نقصان پہونچانے کے اور بھی چمکا دیا تھا۔

تجارت اور اکتساب دولت سے اونکا مقصود زیادہ تر عام کو فائدہ پہونچانا تھا۔ جتنے احباب اور ملنے والے تھے سب کے روزینے مقرر کر رکھے تھے شیوخ اور محدثین کے لئے تجارت کا ایک حصہ مخصوص کر دیا تھا کہ اوس سے جو نفع ہوتا تھا سال کے سال اون لوگون کو پہونچا دیا جاتا تھا[۱]۔ عام معمول تھا کہ گھر والون کے لئے کوئی چیز خریدتے تو اوسیقدر محدثین اور علما کے پاس بھجواتے۔ اتفاقیہ کوئی شخص ملنے آتا تو اوسکا حال پوچھتے اور حاجتمند ہوتا تو حاجت روائی کرتے۔ شاگردون مین جسکو تنگ حال دیکھتے اوسکی ضروریات خانگی کی کفالت کرتے کہ اطمینان سے علم کی تکمیل کر سکے۔ بہت سے لوگ جنکو مفلسی کی وجہ سے تحصیل علم کا موقع نہین مل سکتا تھا امام صاحب ہی کی دستگیری کی بدولت بڑے بڑے رتبون پر پہونچے۔ انہین مین **قاضی ابو یوسف صاحب** بھی ہین جنکا مفصل تذکرہ آگے آتا ہے۔

فیاضی

شاگردون کے ساتھ سلوک۔

[۱] علامہ نووی نے تہذیب الاسماء مین ان واقعات کو بسند۔ بیان کیا ہے۔

ایک دفعہ کچھ لوگ ملنے آئے - انمین ایک شخص ظاہری صورت سے شکستہ حال معلوم ہوتا تھا - لوگ رخصت ہوکر چلے تو امام صاحب نے اوس سے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ - جا نماز کیطرف اشارہ کیا کہ اسکو اُٹھانا اوسنے دیکھا تو ہزار درہم کی ایک تھیلی تھی - عرض کی کہ مین دولتمند ہون - مجھکو اسکی ضرورت نہین - فرمایا کہ تو صورت ایسی بنانی چاہئے کہ دوسرون کو شبہ نہو -

ایک دفعہ کسی بیمار کی عیادت کو جارہے تھے - راہ مین ایک شخص ملا - جو انکا مقروض تھا - اوسنے دور سے انکو دیکھ لیا اور کترا کر دوسری طرف چلا - انہون نے پکارا - کہ "کہان جاتے ہو" - وہ کھڑا ہوگیا قریب پہنچے تو پوچھا کہ "مجھکو دیکھکر تمنے راستہ کیون کاٹا" - اسنے کہا آپکے دس ہزار درہم مجھپر آتے ہین جو مجھسے اتبک ادا نہو سکے - اس شرم سے آنکھ برابر نہین ہوتی " - امام صاحب اوسکی غیرت سے متعجب ہوئے اور فرمایا - "جاؤ مینے سب معاف کردیا" -

ایک بار سفر حج مین عبداللہ سہمی کا ساتھ ہوا کسی منزل مین ایک بدوی نے اونکو پکڑا اور امام صاحب کے سامنے لایا کہ اسپر میرے روپیے آتے ہین اور یہ ادا نہین کرتا - امام صاحب نے عبداللہ سے اسکی حقیقت پوچھی - اونہون نے سرے سے انکار کیا - امام صاحب نے بدوی سے پوچھا آخر کتنے درہمون پر یہ جھگڑا ہے - اوسنے کہا چالیس درہم - متعجب ہوکر فرمایا کہ زمانہ سے حمیت اوٹھ گئی اتنے سے معاملہ پر یہ فضیحتے !! پھر کل درہم اپنے پاس سے ادا کردئے - ابراہیم بن عتبہ چار ہزار درہم کے مقروض تھے اور اس ندامت کی

وجہ سے لوگون سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا۔ اونکے ایک دوست نے چندہ کر کے اونکا قرض ادا کرنا چاہا۔ لوگون نے بقدر حیثیت اعانت کی۔ امام صاحب کے پاس گئے تو فرمایا کہ کُل کسقدر قرضہ ہے۔ انہون نے کہا چار ہزار۔ فرمایا اتنی سی رقم کے لئے لوگون کو کیون تکلیف دیتے ہو۔ یہ کہکر پورے چار ہزار درہم خود دیدئے۔ تاریخون مین اس قسم کے اور بہت سے واقعات اونکی نسبت منقول ہین۔ ہمنے اختصار کے لحاظ سے قلم انداز کئے۔

حلم و عفو۔

اس دولتمندی اور عظمت و شان کے ساتھ نہایت متواضع۔ حلیم۔ اور خلیق تھے۔ ایک دفعہ مسجد خیف مین تشریف رکھتے تھے۔ شاگردون اور ارادتمندون کا حلقہ تھا۔ ایک اجنبی شخص نے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب مناسب دیا۔ اوسنے کہا "مگر حسن بصری۔ نے اسکے خلاف بتایا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا "حسن نے غلطی کی"۔ حاضرین مین سے ایک شخص کہ حسن کا معتقد تھا طیش مین آگیا اور جھلا کر کہا۔ "او ابن الفاحشہ! تو حسن۔ کو خاطی کہتا ہے"۔ اس گستاخی اور بیہودہ گوئی نے تمام مجلس کو برہم کر دیا اور لوگون نے چاہا کہ اوسکو پکڑ کر سزا دین۔ امام صاحب نے روکا۔ اونکے لحاظ سے لوگ مجبور ہو گئے۔ مگر دیر تک مجلس مین سناٹا رہا۔ لوگون کا جوش کم ہوا تو۔ امام صاحب نے اوس شخص کی طرف خطاب کیا اور فرمایا کہ "ہان حسن۔ نے غلطی کی عبد اللہ بن مسعود نے اس باب مین جو روایت کی ہے وہ صحیح ہے"۔

یزید بن کمیت کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مین امام ابو حنیفہ۔ کی خدمت مین حاضر تھا۔ ایک شخص نے اون سے گستاخانہ گفتگو شروع کی۔ امام صاحب تحمل سے جواب دیتے تھے

وہ اور شوخ ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ اوسنے امام کو زندیق کہدیا۔ اسپر فرمایا کہ "خدا تمکو بخشے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ میری نسبت تم نے جو لفظ کہا۔ صحیح نہین ہے"۔ امام۔ صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ "مین نے کسی پر لعنت نہین کی۔ کسی سے انتقام نہین لیا۔ کسی مسلمان۔ یا ذمی کو نہین ستایا۔ کسی سے فریب اور بدعہدی نہین کی"۔

امام سفیان ثوری اور امام صاحب مین کچھ شکر رنجی تھی۔ ایک شخص نے امام صاحب سے آکر کہا کہ سفیان۔ آپ کو برا کہہ رہے تھے۔ امام نے فرمایا کہ "خدا میری اور سفیان دونون کی مغفرت کرے۔ سچ یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے موجود ہوتے بھی اگر سفیان دنیا سے اوٹھ جاتے تو مسلمانون کو سفیان کے مرنے کا ماتم کرنا پڑتا"

ایک دن مسجد مین درس دے رہے تھے۔ ایک شخص نے جسکو اون سے کچھ عداوت تھی۔ عام مجلس مین اونکی نسبت ناسزا الفاظ کہے۔ انہون نے کچھ التفات نہ کی۔ اور اسی طرح درس مین مشغول رہے۔ شاگردون کو بھی منع کر دیا کہ اوسکی طرف متوجہ نہون۔ درس سے اوٹھے تو وہ شخص ساتھ ہوا اور جو کچھ مونھ مین آتا تھا بکتا جاتا تھا۔ امام صاحب اپنے گھر کے قریب پہونچے تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ "بھائی یہ میرا گھر ہے۔ کچھ باقی رہگیا ہو تو اوٹھا نہ رکھو کہ اب مین اندر جاتا ہون اور تمکو موقع نہ ملیگا"۔

ایک اور دن۔ حلقۂ درس قایم تھا۔ ایک نوعمر نے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جوابدیا۔ اوسنے کہا۔ ابوحنیفہ۔ تمنے جواب مین غلطی کی۔ ابوالخطاب جرجانی بھی حلقہ مین شریک تھے۔ اونکو نہایت غصہ آیا اور حاضرین کو ملامت کی کہ تم لوگ بڑے بے حمیت ہو۔

امام کی شان مین ایک لونڈا جو جی مین آتا ہے کہہ جاتا ہے۔ تمکو ذرا جوش نہین آتا۔

امام صاحب نے ابو الخطاب کی طرف خطاب کیا اور فرمایا کہ "اِن لوگون پر کچھ الزام نہین۔ مین اِس جگہ بیٹھا ہون تو اِسی سلئے بیٹھا ہون کہ لوگ آزادانہ میری راے کی غلطیان ثابت کرین اور مین تحمل کے ساتھ سنون"۔

محلہ مین ایک موچی رہتا تھا۔ جو نہایت رنگین طبع اور خوش مزاج تھا۔ اوسکا معمول تھا کہ دن بھر مزدوری کرتا۔ شام کو بازار جاکر گوشت اور شراب مول لاتا۔ کچھ رات گیے دوست احباب جمع ہوتے۔ خود سیخ پر کباب لگاتا۔ یارون کو کھلاتا۔ ساتھ ہی شراب کا دور چلتا اور مزے مین آکر یہ شعر گاتا۔

ہمدردی اور ہمسایگی کا لحاظ

اضاعونی و ای فتی اضاعوا	لیوم کریھۃ وسداد ثغر

یعنی "لوگون نے مجھکو ہاتھ سے کھو دیا اور کیسے بڑے شخص کو کھویا جو لڑائی اور رخنہ بندی کے دن کام آتا"۔ امام صاحب ذکر و شغل مین رات کو سوتے کم تھے۔ اوسکی نغمہ سنجیان سنتے اور فرط اخلاق کی وجہ سے کچھ تعرض نکرتے۔ ایک رات کوتوال شہر ادوہر آنکلا اور اوس غریب کو گرفتار کرکے قید خانہ مین بھیجدیا۔ صبح کو امام صاحب نے دوستون سے تذکرہ کیا۔ کہ رات ہمارے ہمسایہ کی آواز نہین آئی۔ لوگون نے رات کا ماجرا بیان کیا۔ اوسی وقت سواری طلب کی۔ دربار کے کپڑے پہنے۔ اور دار الامارۃ کا قصد کیا۔ یہ عباسیہ کا عہد حکومت تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ۔ کہ خلیفہ منصور کا برادر زادہ اور تمام خاندان مین عقل و تدبیر دلیری اور شجاعت۔ کے لحاظ سے ممتاز تھا کوفہ کا گورنر تھا۔ لوگون نے اطلاع کی کہ

امام ابو حنیفہ آپ کے ملنے کو آتے ہین - اوسنے درباریون کو استقبال کے لئے بھیجا -
اور حکم دیا کہ دارالامارۃ کے صحن تک امام صاحب کو سواری پر لائین - سواری قریب آئی
تو تعظیم کو اوٹھا - اور نہایت ادب سے لاکر بٹھایا - پھر عرض کی کہ "آپنے کیون تکلیف
فرمائی - مجھکو بُلا بھیجتے کہ مین خود حاضر ہوتا" امام صاحب نے فرمایا کہ "ہمارے محلہ مین ایک
موچی رہتا ہے - کوتوال نے اوسکو گرفتار کرلیا ہے - مین چاہتا ہون کہ وہ رہا کردیا جاوے"
عیسیٰ - نے اوسیوقت داروغۂ جیل کو حکم بھیجا اور وہ رہا کردیا گیا - امام صاحب عیسیٰ سے
رخصت ہوکر چلے تو موچی بھی ہمرکاب ہوا - امام اوسکی طرف مخاطب ہوئے کہ "کیون!
ہمنے تمکو ضایع تو نہین کیا" یہ اوس شعر کی طرف اشارہ تھا جسکو وہ ہمیشہ پڑھا کرتا تھا -
اضاعونی وای فتےً اضاعوا - اوسنے عرض کی "نہین - آپنے ہمسایگی کا پورا حق ادا
کیا" - اسکے بعد اوسنے عیش پرستی سے توبہ کی - اور امام صاحب کے حلقۂ درس مین بیٹھنے لگا
رفتہ رفتہ علم فقہ مین مہارت حاصل کی - اور فقیہ کے لقب سے ممتاز ہوا -[۱]

والدہ کی خدمت

امام صاحب کے والد نے امام کے سن رشد سے پہلے قضا کی - لیکن والدہ مدت تک
زندہ رہین اور امام کو اونکی خدمت گزاری کا کافی موقع ہاتھ آیا - وہ مزاج کی تنگی تھین اور
جیسا کہ عورتون کا قاعدہ ہے وعاظ اور قصاص کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتی تھین - کوفہ
مین عمرو بن ذر ایک مشہور واعظ تھے - اونکے ساتھ خاص عقیدت تھی - کوئی مسئلہ پیش

---

[۱] یہ واقعہ بہت سی کتابون مین مختلف طریقے سے مذکور ہے مین نے کتاب الاغانی و ابن خلکان و
عقود الجمان کی روایت اختیار کی ہے -

آتا تو امام صاحب کو حکم دیتین کہ عمر بن ذر سے پوچھ آؤ۔ امام تعمیل ارشاد کے لئے اونکے پاس جاکر مسئلہ پوچھتے۔ وہ عذر کرتے کہ آپ کے سامنے مین کیا زبان کھول سکتا ہون۔ فرماتے کہ "والدہ کا یہی حکم ہے"۔ اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو کو مسئلہ کا جواب نہ آتا۔ امام صاحب سے درخواست کرتے کہ "آپ مجھکو بتا دین۔ مین اوسی کو آپ کے سامنے دہرا دون"۔

کبھی کبھی اصرار کرتین کہ مین خود چلکر پوچھونگی۔ خچر پر سوار ہوتین۔ امام صاحب پا پیادہ ساتھ ہوتے۔ خود مسئلہ کی صورت بیان کرتین اور اپنے کانون سے جواب سن لیتین تب تسکین ہوتی۔ ایک دفعہ امام صاحب سے پوچھا کہ یہ صورت پیش آئی ہے مجھکو کیا کرنا چاہیئے۔ امام صاحب نے جواب بتایا۔ بولین کہ تمہاری سند نہین۔ زرعہ واعظ تصدیق کرین تو مجھکو اعتبار آئے"۔ امام صاحب اِن کو لیکر زرعہ کے پاس گئے۔ اور مسئلہ کی صورت بیان کی۔ زرعہ نے کہا آپ مجھسے زیادہ جانتے ہین۔ آپ کیون نہین بتا دیتے۔ امام صاحب نے فرمایا مین نے یہ فتوی دیا تھا۔ زرعہ نے کہا بالکل صحیح ہے۔ یہ سُنکر اونکو تسکین ہوئی اور گھر واپس آئین۔ ابن ہبیرہ نے جب امام صاحب کو بُلاکر میر منشی مقرر کرنا چاہا اور انکار کے جرم پر دُرّے لگوائے۔ اوسوقت امام کی والدہ زندہ تھین اون کو نہایت صدمہ ہوا۔ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "مجھکو اپنی تکلیف کا چندان خیال نہ تھا۔ البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے والدہ کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے"۔

امام صاحب اگرچہ نہایت رقیق القلب تھے اور کسی کو تکلیف اور رنج کی حالت مین

رقت طبع

دیکھتے تو بیتاب ہوجاتے۔ایک دفعہ مسجد مین بیٹھے تھے کسی نے آکر کہا کہ فلان شخص کوٹھے سے گر پڑا۔ دفعتاً اِس زور سے چیخ اوٹھے کہ مسجد مین تہلکہ پڑ گیا۔ حلقۂ درس چھوڑکر برہنہ پا دوڑے اور اوس شخص کے گھر پر جاکر بہت کچھ غمخواری اور ہمدردی کی۔جبتک وہ اچھا نہوا روزانہ صبح کو جاتے اور اوسکی تیمارداری کرتے۔تاہم اپنے اوپر کوئی مصیبت آن پڑتی تو اس استقلال سے برداشت کرتے کہ لوگون کو تعجب ہوتا۔عُمّال اور اہل دربار کے ہاتھ سے اکثر اونکو تکلیفین پہونچین مگر کبھی اونکے پاے ثبات کو لغزش نہین ہوئی۔نہایت مضبوط دل رکھتے تھے اور ضبط و استقلال گویا اونکا مایۂ خمیر تھا۔

استقلال

ایک دن جامع مسجد مین درس دے رہے تھے۔مستفیدون اور ارادتمندون کا مجمع تھا۔اتفاقاً چھت سے ایک سانپ گرا اور امام کی گود مین آیا۔تمام لوگ گھبراکر بھاگ گئے مگر وہ اوسی اطمینان سے بیٹھے رہے۔ **امام مالک** کو بھی ایکبار ایسا ہی اتفاق پیش آیا۔ اور وہ اونکی تاریخ زندگی کا مشہور اور دلچسپ واقعہ ہے۔

حفظ لسان۔

بات نہایت کم کرتے اور غیر ضروری باتون مین کبھی دخل ندیتے۔درس مین بھی معمول تھا کہ شاگرد آپسمین نہایت آزادی سے بحثین کرتے۔آپ چُپ بیٹھے سُنا کرتے۔جب بحث زیادہ بڑھ جاتی اور کسی بات کا تصفیہ نہوتا تو قول فیصل بیان کردیتے کہ سبکو تشفی ہوجاتی۔

غیبت سے پرہیز رکھتے۔اِس نعمت کا شکر ادا کرتے کہ خدا نے میری زبان کو اس آلودگی سے پاک رکھا۔ایک شخص نے کہا حضرت! لوگ آپ کی شان مین کیا کچھ نہین کہتے مگر آپ سے مینے کسی کی بُرائی نہین سُنی۔فرمایا "ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء" امام سفیان ثوری

سے کسی نے کہا۔ ابوحنیفہ کو مینے کسی کی غیبت کرتے نہین سُنا۔ اونہون نے کہا کہ "ابوحنیفہ ایسے بیوقوف نہین کہ اپنے اعمال صالح کو۔ آپ برباد کرین"۔

قسم کھانی بُرا جانتے تھے اور اوس سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ عہد کرلیا تھا کہ اتفاقاً بھی اِس خطا کا مرتکب ہونگا تو ایک درہم کفارہ دون گا۔ اتفاق سے بھول کر کسی موقع پر قسم کھالی اوسکے بعد عہد کیا کہ اب بجاے درہم کے دینار دون گا۔

نہایت مرتاض اور زاہد تھے۔ ذکر و عبادت مین اونکو مزہ آتا تھا اور بڑے ذوق و خلوص سے ادا کرتے تھے۔ اِس باب مین اونکی شہرت ضرب المثل ہوگئی تھی۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ "انکی پرہیزگاری اور عبادت کے واقعات تواتر کی حد کو پہونچ گئے ہین"۔ اکثر نماز مین یا قرآن پڑہنے کے وقت رقت طاری ہوتی اور گھنٹون رویا کرتے۔ ابراہیم بصری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نماز فجر مین مین امام ابوحنیفہ کے ساتھ شریک تھا۔ امام نماز۔ نے یہ آیت پڑہی ولاتحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون یعنی خدا کو ظالمون کی کردار سے بیخبر نہ سمجھنا! امام ابوحنیفہ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ سارا بدن کانپنے لگا۔ زایدۃ کہتے ہین کہ مجھکو ایک ضروری مسئلہ دریافت کرنا تھا امام ابوحنیفہ کے ساتھ نماز عشا مین شریک ہوا اور منتظر رہا کہ نوافل سے فارغ ہون تو دریافت کرون وہ قرآن پڑہتے پڑہتے اس آیت پر پہونچے وقانا عذاب السموم بار بار اس آیت کو پڑہتے تھے۔ یہان تک کہ صبح ہوگئی اور وہی آیت پڑہتے رہے۔ ایکبار نماز مین یہ آیت پڑہی بل الساعة موعدھم والساعة ادھی وامر۔ "یعنی قیامت گنہگارون کا وعدہ گاہ ہے اور قیامت سخت مصیبت کی چیز اور

ذکر و عبادت

ناگوار چیز ہے"۔ اسی آیت مین رات ختم ہو گئی۔ بار بار پڑہتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

یزید بن کمیت ایک مشہور عابد اور امام صاحب کے ہمعصر تھے۔ اون کا بیان ہے کہ مین ایک دفعہ نماز عشا مین امام ابو حنیفہ کے ساتھ شریک تھا۔ امام نماز نے اذا زلزلت پڑہی لوگ نماز پڑہکر چلے گئے۔ مین ٹھہرا رہا۔ امام ابو حنیفہ کو دیکھا کہ بیٹھے ٹھنڈی سانسین بھر رہے ہین۔ یہ دیکھکر مین اُٹھ آیا کہ اونکے اوقات مین خلل نہو۔ صبح کو مسجد مین گیا تو دیکھا کہ غمزدہ بیٹھے ہین۔ ڈاڑہی ہاتھ مین ہے اور بڑی رقّت سے کہہ رہے ہین۔ "اے وہ! جو ذرہ بھر نیکی اور ذرّہ بھر بدی دونون کا بدلہ دے گا۔ **نعمان** اپنے غلام کو آگ سے بچانا"۔

ایک دن بازار مین چلے جاتے تھے۔ ایک لڑکے کے پانون پر پانون پڑگیا۔ وہ چیخ اوٹھا اور کہا کہ تو خدا سے نہین ڈرتا۔ امام کو غش آگیا۔ مسعر بن کدام۔ ساتھ تھے انہون نے سنبھالا۔ ہوش مین آئے تو پوچھا کہ ایک لڑکے کی بات پر اسقدر بیقرار ہو جانا کیا تھا؟ فرمایا "کیا عجب۔ کہ اوسکی آواز غیبی ہدایت ہو"۔

عبرت پذیری۔

ایک دفعہ حسب معمول دوکان پر گئے۔ نوکر نے کپڑون کے تھان نکالکر کھّے اور تفاؤل کے طور پر کہا۔ خدا ہمکو جنت دے۔ امام صاحب پر رقّت طاری ہوئی اور اسقدر روئے کہ شانے تر ہو گئے۔ نوکر سے کہا دوکان بند کردو۔ آپ چہرہ پر رومال ڈالکر کسی طرف نکل گئے۔ دوسرے دن دوکان پر گئے تو نوکر سے کہا۔ بھائی! ہم اس قابل کہان ہین کہ جنت کی آرزو کرین۔ یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی مین گرفتار نہون"۔ حضرت عمر فاروق بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "قیامت کے دن اگر مجھسے نہ مواخذہ ہو نہ انعام ملے۔ تو

مین بالکل راضی ہون"۔

ایک دفعہ کسی کو مسئلہ بتا رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا ابو حنیفہ! خدا سے ڈر کر فتویٰ دیا کرو۔ امام صاحب پر اسکا اسقدر اثر ہوا کہ چہرہ کی رنگت زرد پڑ گئی۔ اوس شخص کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور کہا" بھائی! خدا تمکو جزاے خیر دے۔ اگر مجھکو یہ یقین نہوتا کہ خدا مجھسے مواخذہ کرے گا کہ تو نے جانکر علم کو کیون چھپایا۔ تو مین ہرگز فتوی ندیتا" کوئی مسئلہ مشکل آجاتا اور جواب نہ معلوم ہوتا تو متردد ہوتے کہ غالباً مین کسی گناہ کا مرتکب ہوا۔ یہ اوسی کی شامت ہے۔ پہر وضو کرکے نماز پڑہتے۔ اور استغفار کرتے فضیل بن عیاض کہ مشہور صوفی گذرے ہین اون سے کسی نے یہ حکایت بیان کی۔ بہت روئے اور کہا۔ "ابو حنیفہ۔ کے گناہ کم تھے اسلئے اونکو یہ خیال ہوتا تھا۔ جو لوگ گناہون مین غرق ہین اون پر ہزار آفتین آتی ہین اور مطلق خبر نہین ہوتی کہ یہ غیبی تنبیہ ہے"۔

تقسیم اوقات

معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد مسجد مین درس دیتے۔ دور دور سے استفتے آئے ہوتے اونکے جواب لکھتے پہر تدوین فقہ کی مجلس منعقد ہوتی۔ بڑے بڑے نامور شاگردون کا مجمع ہوتا۔ جو مسائل اتفاق راے سے طے ہوتے قلمبند کرلئے جاتے۔ نماز ظہر پڑہکر گھر آتے۔ گرمیون مین ہمیشہ ظہر کے بعد سو رہتے۔ نماز عصر کے بعد کچھ دیر تک درس و تعلیم کا مشغلہ رہتا۔ باقی وقت دوستون سے ملنے ملانے۔ بیمارونکی عیادت۔ ماتم پرسی غریبون کی خبرگیری مین صرف ہوتا۔ مغرب کے بعد پہر درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور عشا تک رہتا۔ نماز عشا پڑہکر عبادت مین مشغول ہوتے اور اکثر رات رات بھر نہ سوتے۔ جاڑون مین مغرب کے بعد

مسجد ہی مین سورہتے اور قریباً دس بجے اوٹھکر نماز عشا پڑھتے ۔ پہر تمام رات تہجد اور ورد وظایف
مین گذرتی ۔ کبھی کبھی دوکان پر بیٹھتے اور وہین یہ تمام مشاغل انجام پاتے ۔

ذہانت اور طباعی ۔ فتوی اور مناظرات ۔ نصایح اور دلپذیر باتین

جو چیز ۔ امام صاحب کی ۔ قوت ایجاد ۔ حدت طبع ۔ دقت نظر ۔ وسعت معلومات ۔ غرض
اونکے تمام کمالات علمی کا آئینہ ہے وہ علم فقہ ہے ۔ جسکی ترتیب و تدوین مین انکو وہ پایہ حاصل
ہے جو ارسطو کو منطق اور اقلیدس کو ہندسہ مین ۔ لیکن اوسپر تفصیلی بحث کرنیکے لئے ایک
مستقل کتاب درکار ہے ۔ اسی ضرورت سے ہمنے اپنی کتاب کا دوسرا حصہ ۔ اس بحث
کے لئے خاص کردیا ہے ۔ اس موقع پر صرف وہ واقعات لکھتے ہین جو امام صاحب کی
علمی تاریخ کے عام واقعات ہین ۔ لیکن غور سے دیکھو تو وہ بھی بجاے خود اصول
ہین جن پر سیکڑون مسائل کی بنیاد قایم ہے ۔

اس مقام پر یہ کہدینا ضرور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مناظرات اور نکتہ آفرینیون
کے متعلق بہت سے بے سروپا افسانے شہرت پکڑ گئے ہین اور طرہ یہ کہ بعض مشہور مصنفون نے
بغیر تحقیق و تنقید کے اونکو اپنی تالیفات مین نقل کردیا جس سے عوام کو اپنے غلط خیالات
کے لئے ایک دستاویز ہاتھ آگئی ۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی فن مین کمال
کے ساتھ شہرت عام حاصل کرتا ہے اوسکی نسبت اچھی یا بری سیکڑون روایتین خود بخود
پیدا ہوجاتی ہین اور بعض حالتون مین اسقدر عام زبانون پر قبضہ کرلیتی ہین کہ خواص تک

کواون پر تواتر کا دہوکا ہوتا ہے۔ لطف یہ کہ معتقدین۔ جوش اعتقاد مین ایسی باتین بیان
کرجاتے ہین جسکو وہ مدح سمجھتے ہین اور دراصل ذم ہوتی ہے۔ اسیطرح مخالف۔ عیب و منقصت
کی مثالین پیش کرتا ہے۔ حالانکہ غور سے دیکھئے تو اون واقعات سے بجاے اسکے کہ اوس
شخص کی برائی ثابت ہو مدح کا پہلو نکلتا ہے۔ امام ابوحنیفہ بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہین
بعض مصنفون نے اونکی ذہانت اور طباعی کے ذیل مین بہت سے ایسے قصے لکھدئے
ہین جنکو خدانخواستہ ہم سچ تسلیم کرین تو عیاذاً باللہ امام صاحب کو حیلہ جو۔ چالاک متفنیّ
سخن ساز۔ ماننا پڑیگا۔ لیکن وہ روایتین تاریخی اصول سے ثابت نہین اور اسی وجہ سے
اہل تحقیق خصوصاً محدثین نے اونکے لکھنے سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے۔ ہم بھی اونکو قلم انداز کرتے
ہین اور انہین روایتون پر اکتفا کرتے ہین جو بظن غالب ثابت اور صحیح ہین۔

اسمین شبہ نہین کہ امام صاحب کو اور ایمہ کی نسبت مناظرہ اور مباحثہ کے موقعے زیادہ
پیش آئے۔ انہون نے علوم شرعیہ کے متعلق بہت سے ایسے نکتے ایجاد کئے تھے جو عام
طبیعتون کی دسترس سے باہر تھے۔ اسلئے ظاہر بینون کا ایک بڑا گروہ جنمین بعض مقدس
سادہ دل بھی شامل تھے اونکا مخالف ہو گیا تھا۔ اور ہمیشہ اون سے بحث و مناظرہ کیلیے
تیار رہتا تھا۔ امام صاحب کو بھی مجبوراً اونکے شبہات رفع کرنے پڑتے تھے۔ اس اتفاقی
سبب نے مناظرہ اور مباحثہ کا ایک وسیع سلسلہ قایم کر دیا تھا۔ لیکن امام صاحب کے مناظرات
اسی پر محدود نہین۔ مناظرہ اوسوقت درس کا ایک خاص طریقہ تھا۔ اور امام صاحب نے اکثر
اساتذہ سے اسی طریقہ پر تعلیم پائی تھی۔ عیون والحدایق کے مصنف نے اونکے تذکرہ مین

لکھا ہے کہ "انہون نے شعبی۔ طاوس۔ عطاء۔ سے مناظرات کئے" - یہ لوگ امام صاحب کے اساتذۂ خاص ہین اور وہ ان لوگون کا نہایت ادب کرتے تھے۔ اس مناظرہ سے مقصود وہی درس کا مخصوص طریقہ ہے - جو اُس عہد مین عموماً مروج تھا۔[۵۱]

امام اوزاعی کہ اقلیم شام کے امام اور فقہ مین مذہب مستقل کے بانی تھے۔ مکہ معظمہ مین امام ابوحنیفہ سے ملے - اور کہا کہ عراق والون سے نہایت تعجب ہے کہ رکوع مین۔ اور رکوع سے سر اُٹھانیکے وقت۔ رفع یدین نہین کرتے۔ حالانکہ مینے زہری سے انہون نے سالم بن عبداللہ سے۔ انہون نے عبداللہ بن عمر سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن موقعون پر رفع یدین کرتے تھے" امام ابوحنیفہ نے اوسکے مقابلہ مین حماد۔ ابراہیم نخعی۔ علقمہ۔ عبداللہ بن مسعود کے سلسلہ سے حدیث روایت کی کہ آنحضرت صلعم اِن موقعون پر رفع یدین نہین فرماتے تھے" امام اوزاعی نے کہا سبحان اللہ! مین تو زہری۔ سالم۔ عبداللہ۔ کے ذریعہ سے حدیث بیان کرتا ہون - آپ اِسکے مقابلہ مین۔ حماد۔ نخعی۔ علقمہ کا نام لیتے ہین" امام ابوحنیفہ نے کہا۔ میری رُواۃ آپ کی رُواۃ سے زیادہ فقیہ ہین اور عبداللہ بن مسعود کا رتبہ تو معلوم ہی ہے۔ اِسلئے اونکی روایت کو ترجیح ہے"

رفع یدین کے مسئلہ مین امام اوزاعی سے مناظرہ

امام رازی نے اِس مناظرہ کو مناقب الشافعی مین نقل کیا ہے[۵۲] اور گو واقعہ کی صحت سے

---

[۵۱] امام صاحب کے بعض مناظرات مورخ خطیب نے تاریخ بغداد مین۔ اور امام رازی نے اس آیت کی تفسیر مین وعلم آدم الاسماء کلھا۔ لکھے ہین۔ اور عقود الجمان مین زیادہ استقصا رکیا ہے۔ انکے علاوہ اور کتابون مین بھی جستہ جستہ مذکور ہین۔ ۱۲

[۵۲] علامہ ابن الہمام نے اس مناظرہ کو فتح القدیر مین ذکر کیا ہے اور حجۃ اللہ البالغہ کے مختلف مقامات سے اُسکے اشارے پائے جاتے ہین۔

انکار نہین کرسکتے تاہم یہ نکتہ چینی کی ہے کہ جسے واقعات مین تفقہ کو کیا دخل ہے۔

اس اصول پر مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ مین ہوگی۔ یہان امام رازی کے حوالہ سے یہ مقصود ہے کہ اصل واقعہ صحیح ہے جس سے شافعیون کو بھی انکار نہین۔ اس مسئلہ کے متعلق امام محمد نے کتاب الحجج مین ایک لطیف بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ ہماری روایت عبد اللہ بن مسعود تک منتہی ہوتی ہے۔ اور فریق مخالف کی عبد اللہ بن عمر تک اسلئے بحث کا تمام تر مدار اسپر آجاتا ہے کہ ان دونون مین کسکی روایت ترجیح کے قابل ہے۔ عبد اللہ بن مسعود آنحضرت کے زمانہ مین پوری عمر کو پہونچ چکے تھے اور جیسا کہ حدیثون مین آیا ہے جماعت کی صف اول مین جگہ پاتے تھے۔ بخلاف اسکے عبد اللہ بن عمر کا محض آغاز تھا اور اونکو دوسری تیسری صف مین کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اسلئے آنحضرت کے حرکات وسکنات سے واقف ہونے کے جو موقعے عبد اللہ بن مسعود کو ملسکے عبد اللہ بن عمر کو کیونکر حاصل ہوسکتے تھے۔ امام محمد کا یہ طرز استدلال۔ حقیقت مین اصول درایت پر مبنی ہے۔ امام ابو حنیفہ صاحب نے اپنی تقریر مین عبد اللہ بن مسعود کی عظمت وشان کا جو ذکر کیا اوس مین اسی کی طرف اشارہ ہے۔

قرات خلف الامام

ایک دن بہت سے لوگ جمع ہوکر آئے کہ قراۃ خلف الامام کے مسئلہ مین امام صاحب سے گفتگو کرین۔ امام صاحب نے کہا "اتنے آدمیون سے مین تنہا کیونکر بحث کرسکتا ہون البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اس مجمع مین سے کسی کو انتخاب کرلین جو سبکی طرف سے اس خدمت کا کفیل ہو۔ اور اوسکی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے"۔ لوگون نے منظور کیا۔ امام

صاحب نے کہا "وہ آپ نے یہ تسلیم کیا تو بحث کا خاتمہ بھی ہوگیا آپ نے جسطرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کردیا اسیطرح امام نماز بھی تمام مقتدیون کی طرف سے قرأت کا کفیل ہے"

یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ امام نے ایک شرعی مسئلہ کو صرف عقلی طور پر طے کردیا۔ بلکہ حقیقت مین یہ اوس حدیث کی تشریح ہے جسکو خود امام صاحب نے بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچایا ہے کہ من صلی خلف الامام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ۔ "یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت بھی اوسکی قرأت ہے"

یہ امام صاحب کی مختصات مین ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو ایسے عام فہم طریقہ سے سمجھا دیتے تھے کہ مخاطب کے ذہن نشین ہوجاتا تھا اور بحث نہایت جلد اور آسانی سے طے ہوجاتی تھی۔ ایک دفعہ **ضحاک خارجی** جو خارجیون کا ایک مشہور سردار تھا اور بنوامیہ کے زمانہ مین کوفہ پر قابض ہوگیا تھا۔ امام صاحب کے پاس آیا اور تلوار دکھا کر کہا کہ "توبہ کرو" انہون نے پوچھا کس بات سے۔ ضحاک نے کہا "تمہارا عقیدہ ہے کہ علی (علیہ السلام) نے معاویہ کے جھگڑے مین ثالثی مان لی تھی۔ حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالث ماننے کے کیا معنی" امام صاحب نے فرمایا کہ "اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے، ورنہ اگر تحقیق حق منظور ہے تو مجھکو تقریر کی اجازت دو" ضحاک نے کہا مین بھی مناظرہ ہی چاہتا ہون۔ امام صاحب نے فرمایا اگر بحث آپس مین نہ طے ہو تو کیا علاج ہے۔ ضحاک نے کہا ہم دونون ایک شخص کو منصف قرار دین۔ چنانچہ ضحاک ہی کے ساتھیون مین سے ایک شخص انتخاب کیا گیا کہ دونون فریق کی صحت و غلطی کا تصفیہ

ایک خارجی سے گفتگو

کرے۔ امام صاحب نے فرمایا "یہی تو حضرت علی علیہ السلام نے بھی کیا تھا۔ پھر اون پر کیا الزام ہے" ضحاک دم بخود ہوگیا۔ اور چپکا اٹھکر چلا آیا۔

اسی ضحاک نے ایکبار کوفہ پہونچکر قتل عام کا حکم دیدیا۔ امام صاحب کو خبر ہوئی دوڑے گئے اور پوچھا کہ "آخر ان لوگون نے کیا جرم کیا ہی" اوسنے کہا یہ سب مرتد ہوگئے ہین۔ امام صاحب نے فرمایا۔ "پہلے ان لوگون کا کچھ اور مذہب تھا جسکو انہون نے چھوڑ دیا۔ یا ہمیشہ سے یہی مذہب رکھتے تھے جو۔ اب رکھتے ہین ؟" ضحاک نے کہا۔ کیا کہا پھر کہنا! امام صاحب نے زیادہ وضاحت سے بیان کیا۔ ضحاک نے کہا بے شبہ میری خطا تھی۔ اوسی وقت حکم دیا کہ "تلوارین نیام مین کرلیجائین۔"

قتادہ بصری۔ جنکا مختصر حال امام صاحب کے اساتذہ کے ذکر مین ہم لکھ آئے ہین۔ کوفہ مین آئے۔ اور اشتہار دیدیا کہ "مسائل فقہ مین جسکو جو پوچھنا ہو پوچھے۔ مین ہر مسئلہ کا جواب دونگا" چونکہ وہ مشہور محدث اور امام تھے۔ بڑا مجمع ہوا۔ جوق جوق لوگ آتے تھے اور مسئلے دریافت کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ بھی موجود تھے۔ کھڑے ہوکر پوچھا کہ "ایک شخص سفر مین گیا۔ برس دو برس کے بعد اوسکے مرنے کی خبر آئی۔ اوسکی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا۔ اور اوس سے اولاد ہوئی۔ چند روز کے بعد وہ شخص واپس آیا۔ اولاد کی نسبت اوسکو انکار ہے کہ میری صلب سے نہین ہے زوج ثانی دعوی کرتا ہے کہ میری ہے تو آیا دونون اوس عورت پر زنا کا الزام لگاتے ہین یا صرف وہ شخص جو ولدیت سے انکار کرتا ہے؟" قتادہ نے کہا۔ "یہ صورت پیش بھی آئی ہے" امام نے کہا نہین۔ لیکن علما کو پہلے سے

قتادہ بصری سے مناظرہ

تیار رہنا چاہئیے کہ وقت پر تردد نہو۔ قتادہ کو فقہ سے زیادہ تفسیر مین دعویٰ تھا۔ بولے کہ اِن مسائل کو رہنے دو۔ تفسیر کے متعلق جو پوچھنا ہو پوچھو۔ امام ابوحنیفہ نے کہا اِس آیت کے کیا معنی ہین۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک ۔ یہ وہ قصہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریون سے بلقیس کے تخت لانیکی فرمایش کی اور ایک شخص نے جو غالباً آصف بن برخیا۔ حضرت سلیمان کے وزیر تھے دعویٰ کیا کہ مین چشم زدن مین لادونگا۔ اہلِ کتاب کی روایت ہے کہ آصف بن برخیا اسم اعظم جانتے تھے جسکی تاثیر سے ایک دم مین شام سے یمن پہونچکر تخت اُٹھا لائے۔ یہی روایت عام مسلمانون مین پھیل گئی تھی۔ اور اوسیکے مطابق اس آیت کا مطلب لگایا جاتا تھا۔ قتادہ نے بھی یہی معنی بیان کئے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا حضرت سلیمان خود بھی اسم اعظم جانتے تھے یا نہین" قتادہ نے کہا۔ "نہین" امام صاحب نے کہا۔ کیا "آپ اِس بات کو جایز رکھتے ہین کہ نبی کے زمانہ مین ایسا شخص موجود ہو جو خود نبی نہو اور نبی سے زیادہ علم رکھتا ہو" قتادہ کچھ جواب نہ دے سکے۔ اور کہا کہ عقاید کے متعلق پوچھو۔ امام صاحب نے کہا "آپ مومن ہین" اکثر محدثین اپنے آپ کو مومن کہتے ہوئے ڈرتے تھے اور اسکو احتیاط مین داخل سمجھتے تھے۔ حسن بصری سے ایک شخص نے یہی سوال کیا تہا جسکے جواب مین انہون نے کہا کہ "انشاء اللہ" پوچھنے والے نے کہا کہ "انشاء اللہ کا کیا محل ہے" فرمایا کہ "مین اپنے تئین مومن تو کہون مگر ڈرتا ہون کہ خدا یہ نہ کہدے کہ تو جھوٹ کہتا ہے" قتادہ نے بھی امام ابوحنیفہ کے سوال کا یہی جواب دیا" لیکن حقیقت مین یہ ایک قسم کی وہم پرستی ہے۔ ایمان۔ اعتقاد کا

نام ہے جو شخص خدا اور رسول پر اعتقاد رکھتا ہے وہ قطعاً مومن ہے اور اوسکو سمجھنا چاہیے کہ مین مومن ہون - البتہ اگر اسمین شک ہے تو قطعی کافر ہے - اور پھر انشاء اللہ کہنا بھی بیکار ہے -

امام ابوحنیفہ نے اس عام غلطی کو مٹانا چاہا - قتادہ سے پوچھا آپنے یہ قید کیون لگائی - انہون نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا - کہ "مجھکو امید ہے کہ خدا قیامت کے دن میرے گناہون کو معاف کردے - امام ابوحنیفہ نے کہا خدا نے حضرت ابراہیم سے جب یہ سوال کیا کہ اولم تومن - توانہون نے جواب مین "بلی" کہا تھا - یعنی ہان مین مومن ہون - آپنے حضرت ابراہیم کے اس قول کی کیون تقلید نہ کی - قتادہ ناراض ہوکر اوٹھے اور گھر مین چلے گئے[۱]۔

یحیی بن سعید سے مناظرہ

یحیی بن سعید انصاری - کوفہ کے قاضی تھے - او منصور عباسی کے دربار مین بڑا جاہ و اعتبار رکھتے تھے - تاہم کوفہ مین اونکا وہ اثر قایم نہو سکتا تھا جو امام ابوحنیفہ صاحب کا تھا - اسپر اونکو تعجب ہوتا تھا - اور لوگون سے کہا کرتے تھے کہ کوفہ والے بھی عجب سادہ دل مین - تمام شہر ایک شخص کے اشارون پر حرکت کرتا ہے" امام ابوحنیفہ نے ابویوسف - وزفر - اور چند ممتاز شاگردون کو بھیجا کہ قاضی یحیی سے مناظرہ کرین - امام ابویوسف نے تقریر شروع کی - مسئلہ یہ تھا کہ ایک غلام اگر دو شخصون مین مشترک ہو اور صرف ایک شخص آزاد کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہین ؟ - قاضی یحیی نے کہا "وہ نہین کرسکتا - کیونکہ حدیث مین آیا ہے

---

[۱] اس مناظرہ کو خطیب نے تاریخ بغداد مین - اور حافظ ابوالمحاسن نے عقود الجمان مین - کسیقدر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے ۱۲-

لاضرر و لاضرار۔ یعنی وہ کام جس سے کسی شخص کو ضرر پہونچے جایز نہین۔ صورت
زیر بحث مین۔ چونکہ دوسرے شریک کا ضرر ہے۔ اسلئے شریک اوّل ایسے فعل کا مجاز نہین
ہوسکتا'' امام ابو یوسف نے کہا۔ اگر دوسرا شریک آزاد کردے؟ قاضی یحیی بولے۔ تب جایز
ہے اور غلام آزاد ہوجاے گا'' امام ابو یوسف نے کہا'' آپ نے خود اپنے قول کی مخالفت
کی۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ایک شریک کے آزاد کرنے سے غلام آزاد نہین ہوتا۔ یعنے
اوسیطرح غلام کا غلام رہتا ہے صورت مذکور مین جب ایک شریک نے آزاد کیا تو آپکے نزدیک
اوسکا یہ فعل بالکل اثر ہے یعنی وہ اسیطرح غلام باقی رہا جیسا پہلے تھا۔ اب صرف دوسرے
شریک کے آزاد کرنے سے کیونکر آزاد ہوسکتا ہے''

قاضی ابن ابی لیلی کے فیصلہ پر نکتہ چینی

محمد بن عبدالرحمن جو زیادہ تر ابن ابی لیلی کے لقب سے مشہور ہین۔ بڑے مشہور فقیہ اور
صاحب الراے تھے۔ ۳۳ برس کوفہ مین منصب قضا پر مامور رہے۔ امام ابو حنیفہ اور
اونمین کسیقدر رنجش رہتی تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ فیصلون مین وہ غلطی کرتے تھے تو امام صاحب
اوسکی اصلاح کرنی چاہتے تھے۔ یہ اونکو ناگوار ہوتا تھا۔ لیکن امام صاحب اظہار حق پر مجبور
تھے۔ قاضی صاحب مسجد مین بیٹھکر انفصال مقدمات کیا کرتے تھے۔ ایک دن کام سے
فارغ ہوکر مجلس قضا سے اوٹھے۔ راہ مین ایک عورت کو دیکھا کہ کسی سے جھگڑ رہی ہے
کھڑے ہوگئے۔ اثناے گفتگو مین عورت نے اوس شخص کو یا ابن الزانیتین کہدیا یعنی
''اے زانی اور زانیہ کے بیٹے'' قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت گرفتار کر لیجاے۔ پھر
مجلس قضا مین واپس آئے۔ اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے دُرے لگائین۔ اور

دو حد ماریں۔ امام ابو حنیفہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ فرمایا کہ قاضی صاحب نے اس فیصلہ
مین چند غلطیان کین۔ مجلس قضا سے اوٹھکر واپس آئے اور دوبارہ اجلاس کیا۔ یہ آئین
عدالت کے خلاف ہے۔ مسجد مین حد مارنے کا حکم دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
سے منع کیا ہے۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہیئے۔ قاضی صاحب نے اسکے خلاف کیا۔
ایک لفظ سے ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور دو حدین لازم بھی آئین تو ایک ساتھ دونون
کا نفاذ نہین ہو سکتا۔ ایک حد کے بعد مجرم کو چھوڑ دینا چاہیئے کہ زخم بالکل بھر جائین پھر دوسری
حد کی تعمیل ہو سکتی ہے۔ جسکو گالی دی گئی اوسنے جب دعوی نہین کیا تو قاضی صاحب
کو مقدمہ قایم کرنے کا کیا اختیار تھا" قاضی ابن ابی لیلی نہایت برہم ہوئے اور گورنر کوفہ سے
جا کر شکایت کی۔ کہ **ابو حنیفہ** نے مجھکو تنگ کر رکھا ہے۔ گورنر نے حکم بھیجدیا کہ ابو حنیفہ
فتوی نہ دینے پائین۔ امام صاحب اگرچہ حق کے خلاف کسی حاکم و امیر کے حکم کی پروا نہین
کرتے تھے تاہم چونکہ فتوی دینا فرض کفایہ تھا اور کوفہ مین اور بہت سے علما موجود تھے۔
اسلئے حاکم وقت کی اطاعت کو مقدم رکھا اور بغیر کسی عذر کے حکم کی تعمیل کی۔ ایک دن
گھر مین بیٹھے تھے۔ اون کی لڑکی نے مسئلہ پوچھا کہ مین آج روزہ سے ہون۔ دانتون
سے خون نکلا اور تھوک کے ساتھ گلے سے اوتر گیا۔ روزہ جاتا رہا یا باقی ہے" امام صاحب
نے فرمایا کہ "جان پدر۔ اپنے بھائی حماد سے پوچھو۔ مین فتوی دینے سے منع کر دیا گیا دیانت
ہون"۔ مورخ **ابن خلکان** نے اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ "اطاعت حکم
اور امانت کی۔ اس سے بڑھکر کیا مثال ہو سکتی ہے[1]"۔ چند روز کے بعد گورنر کوفہ کو اتفاق

[1] ابن خلکان۔ ترجمہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی۔

سے فقہی مسایل مین مشکلات پیش آئین اور امام ابوحنیفہ کی طرف رجوع کرنا پڑا ۔ جسکی وجہ سے امام صاحب کو پہر فتوی دینے کی عام اجازت حاصل ہو گئی ۔

امام صاحب کے مناظرات مین کہین کہین ہم اوس ادعا اور جوش مقابلہ کا اثر پاتے ہین جو بظاہر اونکی تواضع اور بے نفسی کے خلاف ہے ۔ لیکن یہ انسانی جذبات ہین جن سے کوئی شخص بری نہین ہو سکتا ۔ ہمنے امام شافعی ۔ امام مالک ۔ امام بخاری ۔ امام مسلم ۔ اور بڑے بڑے ایمہ کے مناظرات کتابون مین پڑہے ہین ۔ اون مین اس سے زیادہ ادعا اور حوصلہ مندی کا زور پایا جاتا ہے ۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر اس قسم کی باتین بزرگون کے حالات مین مذکور نہ ہوتین تو ہمکو شبہہ ہوتا کہ تذکرہ نویسون نے اون بزرگونکی اصلی تصویر نہین دکھائی ہے بلکہ اپنی خوش اعتقادیون کا خاکہ کہینچا ہے ۔ ایک حکیم نے نہایت سچ کہا ہے کہ "کسی نامور یا مقتدا کے حالات لکھو تو اوسکے وہ خصایل بھی ضرور دکھاؤ جنہین انسانی فطرت کی جھلک نظر آتی ہے ۔ اس سے لوگون کو اچھے کامون مین اونکی تقلید کی خواہش پیدا ہوگی ۔ بخلاف اسکے اگر بالکل فرشتہ بنا کر پیش کروگے تو لوگ شاید اونکی پرستش کرنے پر آمادہ ہو جائین لیکن اونکی ریس کرنیکا خیال ہرگز نہ پیدا ہوگا ۔ وہ سمجہینگے کہ یہ شخص انسانی دایرہ سے باہر تھا ۔ ہم انسان ہو کر کیونکر اوسکی تقلید کر سکتے ہین ۔"

ایک دن حسن اتفاق سے ۔ امام سفیان ثوری ۔ قاضی بن ابی لیلی ۔ شریک ۔ امام ابوحنیفہ ۔ ایک مجلس مین جمع تھے ۔ شایقین علم کو اس سے عمدہ کیا موقع ملسکتا تھا ۔ ایک شخص نے آکر مسئلہ پوچھا کہ چند آدمی ایک جگہ مجتمع تھے ۔ دفعۃً ایک سانپ نکلا اور

استفتا

ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا۔ اوسنے گھبراکر پھینکدیا وہ دوسرے شخص پر جاگرا۔ اوسنے بھی اضطراب مین ایسا ہی کیا۔ یون ہی ایک دوسرے پر پھینکتے رہے یہانتک کہ اخیر شخص کو اوسنے کاٹا اور وہ مرگیا۔ دیت کس پر لازم آئیگی،، یہ فقہ۔ کا ایک دقیق مسئلہ تھا سب کو تامل ہوا۔ کسی نے کہا سب کو دیت دینی ہوگی۔ بعضون نے کہا صرف پہلا شخص ذمہ دار ہوگا۔ سب کے سب مختلف الراے تھے اور باوجود بحث کے کچھ تصفیہ نہین ہوتا تھا۔ امام ابو حنیفہ چپ تھے اور مسکراتے جاتے تھے۔ آخر سب نے انکی طرف خطاب کیا کہ آپ بھی تو اپنا خیال ظاہر کیجیے۔ امام صاحب نے فرمایا جب پہلے شخص نے دوسرے پر پھینکا اور وہ محفوظ رہا تو پہلا شخص بری الذمہ ہوچکا۔ اسیطرح دوسرا اور تیسرا بھی بحث اگر ہے تو صرف اخیر شخص کی نسبت ہے۔ اوسکی دو حالتین ہین۔ اگر اوسکے پھینکنے کے ساتھ ہی سانپ نے اوس شخص کو کاٹا تو اوسپر دیت لازم آئیگی۔ اور اگر کچھ وقفہ ہوا تو یہ شخص بھی بری الذمہ ہوچکا۔ اب اگر سانپ نے اوسکو کاٹا تو اوسکی خود غفلت ہے کہ اوسنے اپنی حفاظت مین جلدی اور تیز دستی کیون نہ کی،، اس راے سے سب نے اتفاق کیا۔ اور امام کی جودت طبع کی تحسین کی۔

راے و تدبیر۔ عقل و فراست۔ ذہانت و طباعی۔ امام صاحب کے وہ مشہور اوصاف ہین جنکو موافق و مخالف سب نے تسلیم کیا ہے۔ محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی ایک ایک حرکت یہان تک کہ بات چیت۔ اوٹھنے بیٹھنے۔ چلنے پھرنے مین دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ علی بن عاصم کا قول تھا کہ اگر تو ہی دنیا کی عقل ایک پلہ مین اور ابو حنیفہ

راے و تدبیر
ذہانت و طباعی

کی عقل دوسرے پلہ مین رکھی جاتی تو ابو حنیفہ کا پلہ بھاری رہتا۔ خارجہ بن مصعب کہا کرتے تھے کہ "مین کم و بیش ایک ہزار عالمون سے ملا ہون جنمین۔ عاقل صرف تین چار شخص دیکھے۔ ایک اونمین ابو حنیفہ تھے"۔

ہمارے تذکرون اور رجال کی کتابون مین علما کے وہ اوصاف جنکا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تیزی ذہن۔ قوت حافظہ۔ بے نیازی۔ تواضع۔ قناعت۔ زہد۔ اتقا۔ غرض اس قسم کے اوصاف ہوتے ہین۔ لیکن عقل و رآے۔ فراست و تدبیر۔ کا ذکر تک نہین آتا۔ گویا۔ یہ باتین۔ دنیا دارون کے ساتھ مخصوص ہین۔ اسی بات کو علامہ ابن خلدون نے اس پیرایہ مین لکھا ہے کہ "علما کا گروہ انتظام اور ریاست سے بالکل مناسبت نہین رکھتا" اور یہ بالکل سچ ہے۔ حالانکہ اگر سچ پوچھیے تو علما مین ان اوصاف کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسلام۔ بخلاف اور مذہبون کے۔ دین کے ساتھ دنیوی انتظامات کا بھی متقنن ہے۔ خلفاے اولین کے حالات پڑھو۔ سیاست اور انتظام ملکی کے لحاظ سے تمام دنیا کے سلاطین اور فرمانروا اون مین کون شخص اونکا ہمسر کہا جا سکتا ہے؟ بے شبہ اس خصوصیت کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ۔ تمام فرقہ علما مین ممتاز ہین کہ وہ مذہبی امور کے ساتھ دنیوی ضرورتون کے بھی اندازہ دان تھے۔ یہی بات ہے کہ اونکا مذہب سلطنت و حکومت کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اسلام مین سلطنت و حکومت کے جو بڑے بڑے سلسلے قایم ہوئے۔ مذہباً اکثر حنفی ہی تھے۔

امام ابو حنیفہ اگرچہ شاہی تعلقات سے آزاد ہے لیکن قوم اور ملک کے ساتھ اونکے

جو تعلقات تھے وہ خود ایک ملکی حیثیت رکھتے تھے جسکے فرایض کو انہون نے اس دانائی اور ہوشمندی کے ساتھ انجام دیا جو ایک مدبر سلطنت کے شایان تھا۔ وہ اپنے ہمعصرون کی طرح اپنے تلامذہ کو یہ نہین سکہاتے تھے کہ زندگی کی ضروریات مین امیرون اور رئیسون کی فیاضیون کا مُنھ تکتے رہین۔ وہ خود کسی کے دست نگر نہین ہوئے۔ اور شاگردون کو بھی اسی کی تعلیم کی۔ ہم نے اُنکے شاگردون کی مفصل فہرست دیکھی ہے۔ اونمین اکثر ایسے لوگ ہین جو حلقۂ درس سے اُٹھکر۔ ملکی عہدون پر پہونچے اور نہایت قابلیت و دیانت سے اپنی خدمتون کو انجام دیا۔ قاضی ابو یوسف صاحب۔ جو ہرون الرشید کے عہد مین صیغۂ قضا کے وزیر تھے اور جنکی حسن تدبیر و انتظام نے اِس صیغہ کو اِس قدر وسیع۔ باقاعدہ۔ مرتب۔ کردیا کہ اوس سے پہلے کبھی نہین ہوا تھا۔ اور زمانۂ مابعد مین بھی اوس سے بڑھکر نہوسکا۔ یہ امام ابوحنیفہ ہی کی صحبت کا فیض تھا۔

یہ ضرور ہے کہ ملکی تعلقات کے ساتھ مذہب اور اخلاق کے فرایض کو سنبھالنا نہایت مشکل ہوتا ہی لیکن امام صاحب اس سے بیخبر نہ تھے۔ وہ شاگردون کو ہمیشہ ایسی ہدایتین کرتے تھے جنکی پابندی سے دنیا و دین دونون حاصل ہون جو اس آیت کی تفسیر ہے۔ آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ قاضی ابو یوسف کو امام صاحب کی زندگی مین اگرچہ دربار سے کوئی تعلق نہین پیدا ہوا تھا۔ تاہم اونکی قابلیت اور امام صاحب کی تعلیم نے جو لیاقت اونمین پیدا کردی تھی اوسکے جوہر صاف نظر آتے تھے۔ اسی لحاظ سے امام صاحب نے اونکو کچھ ہدایتین لکھکر دین۔ جو تمام مہمات دینی اور دنیوی کے لئے دستور العمل

تھین۔ یہ تحریر[۱] کتابون مین منقول ہے۔ افسوس ہے کہ تطویل کے لحاظ سے ہم اوسکو تمامہا نہین نقل کر سکتے تاہم موقع اور مقام کی رعایت سے اوسکا انتخاب دکھانا ضرور ہے۔

قاضی ابو یوسف کے لئے جو ہدایت نامہ لکھا تھا اوسکے بعض مقامات

اس تحریر مین پہلے سلطان وقت کے تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہین کہ "بادشاہ کے پاس بہت کم آمدورفت رکھنا۔ اوس سے ہر وقت اسطرح پر خطر رہنا جیسا انسان آگ سے احتیاط رکھتا ہے جب تک کوئی خاص ضرورت نہو دربار مین نہ جانا کہ اپنا اعزاز اور وقار قایم رہے۔ اگر اتفاق سے دربار مین ایسے لوگ موجود ہون جنسے تمکو واقفیت نہو تو اور بھی پرہیز کرنا کیونکہ جب اونکا رتبہ معلوم نہین تو ممکن ہے کہ مخاطبت اور گفتگو مین اون سے جو برتاؤ کیا جاوے اونکی شان کے مناسب نہو۔ وہ اگر تمسے زیادہ بلند رتبہ ہین اور تمنے اسکا لحاظ نہین کیا تو بے تمیزی سمجھی جاے گی۔ اگر معمولی آدمی ہین اور تمنے زیادہ تعظیم و تکریم کی تو بادشاہ کی آنکھ مین تمہاری ذلت ہوگی۔ بادشاہ اگر تمکو عہدۂ قضا پر مقرر کرنا چاہے تو پہلے دریافت کر لینا کہ وہ تمہارے طریقۂ اجتہاد سے موافق ہے یا نہین۔ ایسا نہو کہ سلطنت کے دباؤ سے تمکو اپنی راے کے خلاف عمل کرنا پڑے۔ جس عہدہ اور خدمت کی تم مین قابلیت نہو اوسکو ہرگز نہ قبول کرنا"۔

ان ہدایتون مین اگرچہ بادشاہ کی حرمت و توقیر کی بہت تاکید کی ہے لیکن اظہار حق کے موقع پر پوری آزادی سے کام لیا ہے چنانچہ اخیر مین لکھتے ہین کہ "اگر کوئی شخص شریعت مین کسی بدعت کا موجد ہو تو علانیہ اوسکی غلطی کا اظہار کرنا۔ کہ اور لوگون کو اوسکی تقلید کی جرات نہو۔

[۱] اشباہ و النظایر کے اخیر مین یہ وصیت تمامہا مذکور ہے اور ہمنے اوسی سے التقاط کیا ہے۔ ۱۲

اسباب کی کچھ پروا نکرنا کہ وہ شخص جاہ وحکومت رکھتا ہے۔کیونکہ اظہار حق مین خدا تمہارا مددگار ہوگا۔ اور وہ اپنے دین کا آپ محافظ وحامی ہے۔ خود بادشاہ سے اگر کوئی نامناسب حرکت صادر ہو توصاف کہدینا کہ۔گو مین عہدہ وخدمت کے لحاظ سے آپ کا مطیع ہون تاہم آپ کو آپکی غلطی پر مطلع کردینا میرا فرض ہے۔پھر بھی تم نے توتنہائی مین سمجھانا کہ آپ کا یہ فعل قرآن مجید اور احادیث نبوی کے خلاف ہے۔ اگر سمجھ گیا توخیر ورنہ خدا سے دعا کرنا کہ اوسکی شر سے تمکو محفوظ رکھے"

زندگی کے معمولی کاروبار کے متعلق بھی نہایت عمدہ ہدایتین کین ہین۔چنانچہ تحریر فرماتے ہین کہ "تحصیل علم کو سب پر مقدم رکھنا اس سے فراغت ہوچکے توجایز ذریعون سے دولت حاصل کرنا کیونکہ ایک وقت علم ودولت دونون کی تحصیل نہین ہوسکتی۔ پھر نکاح کرنا لیکن اوسوقت جب یہ یقین ہو کہ اہل وعیال کی تمام ذمہ داریان اوٹھا سکو گے۔ایسی عورت سے شادی نکرنا جو دوسرے شوہر سے اولاد رکھتی ہو۔ عام آدمیون اور خصوصاً دولتمندون سے کم میل جول رکھنا ورنہ انکو گمان ہوگا کہ تم اون سے کچھ توقع رکھتے ہو اور اس خیال سے وہ رشوت دینے پر آمادہ ہونگے۔ بازار مین جانا۔ دوکانون پر بیٹھنا۔ راستہ یا مسجد مین کوئی چیز کہانا پینا سقایات۔ یا سقاؤن کے ہاتھ سے پانی پی لینا۔ ان باتون سے نہایت احتراز ہے۔ کوئی شخص مسئلہ پوچھے توصرف سوال کا جواب دو۔ اپنی طرف سے کچھ نہ بڑھاؤ۔عقاید کے متعلق عوام سے گفتگو نہین کرنی چاہیئے۔شاگردون کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ کوئی غیر دیکھے توسمجھے کہ تمہاری اولاد ہین۔ عام اور معمولی رتبہ کے لوگ مناظرہ کرنا چاہین

تو احتراز کرو- کسی شہر مین جانا ہو تو وہان کے علما و فضلا سے اسطرح ملو کہ اونکو رقابت کا خیال نہو علمی تذکرہ آئے تو جو- بات کہو خوب سوچ سمجھکر کہو اور وہی کہو جسکا کافی ثبوت دے سکتے ہو- مناظرہ کے وقت نہایت جرأت و استقلال سے کام لو- ورنہ دل مین ذرا بھی خوف ہوگا تو خیالات مجتمع نرہ سکینگے- اور زبان مین لغزش ہوگی- جو لوگ داب مناظرہ سے واقف نہین یا مکابرہ کرنا چاہتے ہین اون سے ہرگز گفتگو نہین کرنی چاہیئے- مناظرہ کے وقت غصہ نکرنا چاہیئے- ہنسنا کم چاہیئے- زیادہ ہنسی سے دل فسردہ ہوتا ہے- جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو- کوئی شخص جب تک سامنے سے نہ پکارے کبھی جواب نہ دو- کیونکہ پیچھے سے پکارنا جانورون کے لئے مخصوص ہے- رستہ چلو تو داہین بائین نہ دیکھو- حمام مین جاؤ- تو عام آدمیون کی بہ نسبت زیادہ اُجرت دو- صبح اور دوپہر کے وقت حمام مین نجاؤ- گفتگو مین سختی نہو اور آواز بلند نہونے پاے- کوئی چیز خریدنی ہو تو خود بازار نجاؤ بلکہ نوکر کو بھیجکر منگوالو- خانگی کاروبار- دیانتدار نوکرونکے ہاتھ مین چھوڑ دینا چاہیئے- کہ تمکو اپنے مشاغل کے لئے کافی وقت اور فرصت ہاتھ آسکے- بادشاہ کے قریب سکونت نہ اختیار کرو- ہر بات سے- بے پروائی اور بے نیازی ظاہر ہو- اور فقر کی حالت مین بھی وہی استغنا قایم ہے- عام آدمیون مین بیٹھکر وعظ نہ کہو- کیونکہ ایسے موقع پر واعظ اکثر جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتا ہے- شاگردونمین کسی کو فقہ کے درس کی اجازت دو تو خود بھی اوسکی درسگاہ مین شریک ہو کہ اوسکے متعلق راے قایم کرسکو- وہ اگر کبھی غلطی کرجاے تو بتادو ورنہ تمہارے چپ رہنے سے لوگون کو گمان ہوگا کہ اوسنے جو کہا صحیح کہا- فقہ کے سوا اور علوم کی مجلس ہو تو خود نجاؤ بلکہ

اپنے معتمد دوستون یا شاگردون کو بھیجدو کہ وہ آکر تم سے پورے حالات بیان کرین"

"ہر بات مین تقوی اور امانت کو پیش نظر رکھو۔ خدا کے ساتھ دل سے وہی معاملہ رکھو جو لوگون کے سامنے ظاہر کرتے ہو۔ جسوقت اذان کی آواز آئے فوراً نماز کے لئے تیار ہوجاؤ۔ ہر مہینہ مین دو چار دن روزہ کے لئے مقرر کرلو۔ نماز کے بعد ہر روز کسی قدر وظیفہ پڑھا کرو۔ قرآن کی تلاوت قضا نہ ہونے پائے۔ دنیا پر بہت نہ مایل ہو۔ اکثر قبرستان مین نکل جایا کرو۔ لہو ولعب سے پرہیز رکھو۔ ہمسایہ کی کوئی برائی دیکھو تو پردہ پوشی کرو۔ اہل بدعت سے بچتے رہو۔ نماز مین جب تک تمکو لوگ خود امام نہ بنائین امام نہ بنو جو لوگ تم سے ملنے آئین اونکے سامنے علمی تذکرہ کرو۔ اگر وہ اہل علم ہونگے تو فائدہ اٹھائین گے ورنہ کم ازکم اونکو تمسے محبت پیدا ہوگی"

عبدالعزیز بن رواد کو خلیفہ نے دربار مین بلایا۔ وہ امام صاحب کے شاگرد تھے مشورہ کے لئے انکے پاس آئے اور کہا کہ "خلیفہ نے طلب کیا ہے۔ مین چاہتا ہون کہ اوسکے سامنے وعظ کہون۔ مگر کیا کہون اور کس طریقہ سے کہون۔ اسمین آپکی ہدایت چاہتا ہون"

امام صاحب نے فرمایا۔ یہ کہنا کہ "اے امیرالمومنین دنیا کے طلب کرنے کی تین غرضین ہوسکتی ہین۔ عزت۔ ملک۔ مال۔ یہ سب آپکو حاصل ہین۔ اب تقوی اور عمل صالح بھی اختیار کیجئے کہ دنیا وآخرت دونون دولتین حاصل ہون۔

اِس موقع پر امام صاحب کے حکیمانہ مقولے بھی سننے اور یاد رکھنے کے قابل ہین۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو علم نے بھی معاصی اور فواحش سے نہ باز رکھا اوس سے زیادہ

حکیمانہ مقولے

زبان کا رکون ہوگا" "جو شخص علم دین مین گفتگو کرے اور اوسکو یہ خیال نہ ہو کہ ان باتون کی باز پرس ہوگی وہ مذہب اور خود اپنے نفس کی قدر نہین جانتا" اگر علما خدا کے دوست نہین ہین تو عالم مین خدا کا کوئی دوست نہین" "جو شخص قبل از وقت ۔ ریاست کی تمنا کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے" "جو شخص علم کو دنیا کے لئے سیکھتا ہے ۔ علم اوسکے دل مین جگہ نہین پکڑتا" "سب سے بڑی عبادت ایمان اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے پس جو شخص افضل ترین عبادت کا پابند اور بدترین معاصی سے محترز ہے ۔ اوسکی مغفرت کی بہرحال امید کیجا سکتی ہے" "جو شخص حدیث سیکھتا ہے اور اوس سے استنباط مسایل نہین کرتا وہ ایک عطار ہے جسکے پاس دوائین ہین لیکن یہ نہین جانتا کہ کون کس مرض کے لئے ہے" "جو شخص علم کا مذاق نہین رکھتا اوسکے آگے علمی گفتگو کرنی اوسکو اذیت دینی ہے" اپنے دوست (نفس) کے لئے گناہ جمع کرنے اور دشمن (ورثا) کے لئے مال فراہم کرنا کیسی غلطی ہے"

ایک شخص نے پوچھا فقہ کے حاصل ہونے مین کیا چیز معین ہوسکتی ہے ۔ امام صاحب نے فرمایا "دلجمعی" اوسنے عرض کی کہ دلجمعی کیونکر حاصل ہو ۔ ارشاد ہوا کہ "تعلقات کم کئے جائین" پوچھا کہ تعلقات کیونکر کم ہون ۔ جواب دیا "انسان ضروری چیزین لیلے اور غیر ضروری چھوڑ دے"

ایکبار کسی نے سوال کیا کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی لڑائیون کے متعلق آپ کیا کہتے ہین فرمایا کہ "قیامت مین جن باتون کی پرسش ہوگی مجھکو ان کا ڈر لگا رہتا ہے ۔ ان واقعات کو خدا مجھسے نہ پوچھے گا ۔ اسلئے اوسپر توجہ کرنیکی چندان ضرورت نہین"

اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ وہ اس بحث کے متعلق اپنی ذاتی راے نہین رکھتے تھے

خود اُن کا قول ہے کہ حضرت علیؑ کی نظیر اگر ہمارے سامنے موجود نہوتی تو ہم نہ بتا سکتے کہ باغیون کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ البتہ اِن باتون کو اسلام کا ایک ضروری مسئلہ قرار دینا اور اوسپر بحثون کا دفتر تیار کرنا ایک فضول کام ہے۔ اور اسی کی طرف امام صاحب نے اشارہ کیا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص تحصیل علم کی غرض سے امام صاحب کے پاس حاضر ہوا اور سفارشی خط پیش کیا۔ امام صاحب نے فرمایا "علم مین سعی سفارش کا کام نہین۔ عُلما کا خود فرض ہے کہ اونکو جو کچھ آتا ہو دوسرون کو بھی بتائین۔ علم کے دربار مین خاص وعام کی کوئی تفریق نہین"۔ ایک دن۔ گورنر کوفہ نے کہا آپ ہم سے کیون الگ رہتے ہین۔ فرمایا "روٹی کا ایک ٹکڑا اور معمولی کپڑا امن وعافیت سے ملجاے تو اوس عیش سے بہتر ہے جسکے بعد ندامت اٹھانی پڑے"۔ اِسی مضمون کو ایک شاعر نے نہایت خوبی اور سادگی سے ادا کیا ہے وہ کہتا ہے۔

دو قرص نان اگر از گندم است یا از جو	سہ تاے جامہ اگر کہنہ است یا خود نو
بچار گوشۂ دیوار خود۔ بخاطر جمع	کہ کس نگوید ازین جا بخیز و آنجا رو
ہزار بار فزون تر بنزد ابن یمین ؒ	زفر مملکت کیقباد و کیخسرو

امام صاحب کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ لیکن تشبیب وغزل کی حیثیت سے نہین بلکہ وعظ وپند کے طور پر۔ چنانچہ فرماتے ہین۔

امام صاحب کے بعض اشعار۔

ومن المروة للفتی + ما عاش دار فاخرة + فاشکر اذا اوتیتها + واعمل لدار الاخرة

یعنی ''انسان جب تک زندہ ہے عزت وابرو کے لئے اوسکو ایک اچھا مکان چاہیئے۔ ایسا مکان نصیب ہو تو شکر کرنا چاہیئے اور عاقبت کے مکان کے لئے کوشش کرنی چاہیئے''۔

امام صاحب کی ذہانت اور طباعی عموماً ضرب المثل ہے۔ یہانتک کہ اونکا اجمالی ذکر بھی کہین آجاتا ہے تو ساتھ ہی یہ صفت بھی ضرور بیان کیجاتی ہے۔ علامہ ذہبی نے عبر فی اخبار من غبر مین اونکا ترجمہ بہنایت اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ تاہم اس فقرہ کو نچھوڑ سکے

ذہانت و طباعی

کہ۔ کان من اذکیاء بنی آدم یعنی ''اولاد آدم مین جو نہایت ذکی گزرے ہین امام ابوحنیفہ اونمین شمار کئے جاتے ہین''۔ مشکل سے مشکل مسئلون مین اونکا ذہن اس تیزی سے لڑتا تھا کہ لوگ حیران رہجاتے تھے۔ اکثر موقعون پر اونکے ہم عصر جو معلومات کے لحاظ سے اونکے ہمسر تھے موجود ہوتے تھے۔ اونکو اصل مسئلہ بھی معلوم ہوتا تھا لیکن جو واقعہ درپیش ہوتا تھا اوس سے مطابق کرکے فوراً جواب بتا دینا امام صاحب ہی کا کام تھا۔

ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا اور قسم کھاکر کہا کہ ''جب تک تو مجھسے نہ بولیگی مین تجھسے کبھی نہ بولونگا''۔ عورت تندمزاج تھی اوسنے بھی قسم کھالی اور وہی الفاظ دوہرائے جو شوہر نے کہے تھے۔ اوسوقت تو غصہ مین کچھ نہ سوجھا مگر پھر خیال آیا تو دونون کو نہایت افسوس ہوا۔ شوہر۔ امام سفیان ثوری کے پاس گیا اور صورت واقعہ بیان کی۔ سفیان نے کہا ''قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اس سے چارہ نہین''، وہ مایوس ہوکر اوٹھا اور امام ابوحنیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ للہ آپ کوئی تدبیر بتائے۔ امام صاحب نے فرمایا جاؤ شوق سے باتین کرو۔ کسی پر کفارہ نہین ہے۔ امام سفیان ثوری کو معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے اور امام ابوحنیفہ

سے جاکر کہا کہ آپ لوگون کو غلط مسئلے بتادیا کرتے ہین۔ امام صاحب نے اوس شخص کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم دوبارہ واقعہ کی صورت بیان کرجاؤ۔ اوسنے اعادہ کیا۔ امام صاحب۔ سفیان کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور کہا کہ مین پہلے جو کہا تھا اب بھی کہتا ہون۔ سفیان نے کہا کیون؟ فرمایا کہ "جب عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہ الفاظ کہے تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتدا ہوچکی۔ پھر قسم کہان باقی رہی"۔[1] سفیان۔ نے کہا حقیقت مین آپ کو جو بات وقت پر سوجھ جاتی ہے۔ ہم لوگون کا وہان تک خیال بھی نہین پہونچتا۔

کوفہ۔ مین ایک شخص نے بڑی دہوم دہام سے۔ ایک ساتھ اپنے دو بیٹیون کی شادی کی۔ ولیمہ کی دعوت مین شہر کے تمام اعیان واکابر کو مدعو کیا۔ مسعر بن کدام۔ حسن بن صالح۔ سفیان ثوری۔ امام ابوحنیفہ شریک دعوت تھے۔ لوگ بیٹھے کھانا کھارہے تھے کہ دفعۃً صاحبخانہ بدحواس گھر سے نکلا اور کہا غضب ہوگیا!۔ لوگون نے کہا خیر ہے؟۔ بولا کہ زفاف کی رات عورتون کی غلطی سے شوہرا وربی بیان بدل گئین۔ جو لڑکی جسکے پاس رہی وہ اوسکا شوہر نہ تھا۔ اب کیا کیا جاے۔ سفیان نے کہا امیر معاویہ کے زمانہ مین بھی ایسا ہی اتفاق ہوا تھا اس سے نکاح مین کچھ فرق نہین آتا۔ البتہ دونون کو مہر دینا لازم ہوگا۔ مسعر بن کدام امام ابوحنیفہ۔ کی طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کی کیا راے ہے۔ امام صاحب نے کہا شوہر خود میرے سامنے آئین تو جواب دون۔ لوگ جاکر بلالائے۔ امام صاحب نے دونون سے الگ الگ پوچھا کہ۔ رات جو عورت تمہارے ساتھ رہی وہی تمہارے نکاح مین رہے تو تمکو پسند

[1] اس واقعہ کو امام رازی نے تفسیر کبیر مین نقل کیا ہے۔

ہے دونون نے کہا "ہان" امام صاحب ۔ نے کہا تو اپنی بیبیون کو جنسے تمہارا نکاح بندھا تھا۔ طلاق دیدو۔ اور ہر شخص اوس عورت سے نکاح پڑہا لے جو اوسکے ساتھ ہم بستر رہچکی"

سفیان ۔ نے جو جواب دیا اگرچہ فقہ کی رو سے وہ بھی صحیح تھا کیونکہ یہ صورت وطی بالشبہ کی ہے جس سے نکاح نہین ٹوٹتا۔ لیکن امام ۔ صاحب نے مصلحت کو پیش نظر رکہا وہ جانتے تھے کہ موجودہ صورت مین نکاح کا قایم رہنا غیرت وحمیت کے خلاف ہوگا۔ کسی مجبوری سے زوجین نے تسلیم بھی کرلیا تو دونون مین وہ خلوص واتحاد نہ پیدا ہوگا جو تزویج کا مقصود اصلی ہے اسکے ساتھ مہر کی بھی تخفیف ہے کیونکہ خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیجائے تو صرف آدہا مہر لازم آتا ہے۔

لیث بن سعد جو مصر کے مشہور امام تھے اون کا بیان ہے کہ مین ابوحنیفہ کا ذکر اکثر سنا کرتا تھا اور اونکے دیکھنے کا نہایت مشتاق تھا۔ حج کی تقریب سے مکہ معظمہ جانا ہوا۔ اتفاق سے ایک مجلس مین پہونچا۔ دیکھا تو بڑا ہجوم ہے۔ ایک شخص صدر کی جانب بیٹھا ہے اور لوگ اوس سے مسئلے پوچھ رہے ہین۔ ایک شخص نے بڑھکر کہا۔ "یا ابا حنیفہ" (یہ پہلا موقع تھا کہ مینے انکو پہچانا) امام ابوحنیفہ ۔ اوسکی طرف متوجہ ہوئے ۔ اوسنے کہا۔ "میرا ایک بدمزاج بیٹا ہے۔ اوسکی شادی کردیتا ہون تو بیوی کو طلاق دیدیتا ہی۔ لونڈی خرید دیتا ہون تو آزاد کردیتا ہے ۔ فرمائیے کیا تدبیر کرون" امام ابوحنیفہ ۔ نے برجستہ کہا کہ "تم اوسکو ساتھ لیکر بازار مین جہان لونڈیان بکتی ہین جاؤ اور جو لونڈی اوسکو پسند آئے خرید کر اوسکا نکاح پڑہادو۔ اب اگر وہ آزاد کرے گا تو نہین کرسکتا کیونکہ لونڈی اوسکی ملک نہین طلاق

دیگا تو تمہارا کچھ نقصان نہین - تمہاری لونڈی کہین نہین گئی"، سعد کہتے ہین کہ مجھکو جواب پر - تو کم - لیکن اونکی حاضر جوابی پر بہت تعجب ہوا -

ربیع جو خلیفہ منصور کا عرض بیگی تہا - امام ابوحنیفہ - سے عداوت رکھتا تہا - ایک دن امام صاحب حسب الطلب دربار مین گئے - ربیع - بھی حاضر تہا منصور سے کہا کہ "حضور! یہ شخص امیرالمومنین کے جد بزرگوار (عبداللہ بن عباس) کی مخالفت کرتا ہے - اونکا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کہاے اور دو ایک روز کے بعد انشا اللہ کہدے تو وہ قسم مین داخل سمجہا جاے گا اور قسم کا پورا کرنا کچھ ضرور نہ ہوگا - ابوحنیفہ - اِسکے خلاف فتویٰ دیتے ہین - اور کہتے ہین کہ انشا اللہ کا لفظ - قسم کے ساتھ ہو تو البتہ جز قسم سمجہا جائیگا - ورنہ لغو اور بے اثر ہے" امام صاحب نے کہا امیرالمومنین! ربیع کا خیال ہے کہ لوگون پر آپکی بیعت کا کچھ اثر نہین - منصور نے کہا - یہ کیونکر؟ امام صاحب نے کہا - "انکا گمان ہے کہ جو لوگ دربار مین آپکے ہاتھ پر بیعت خلافت کرتے ہین اور قسم کہاتے ہین - گھر پر جاکر "انشاء اللہ" کہہ لیا کرتے ہین جس سے قسم بے اثر ہو جاتی ہے - اور اون پر شرعاً کچھ مواخذہ نہین رہتا - منصور - ہنس پڑا اور ربیع سے کہا کہ تم ابوحنیفہ کو نہ چھیڑو - ان پر تمہارا داؤ - نہین چل سکتا"

امام صاحب دربار سے نکلے تو ربیع نے کہا - آج تو آپ میری جان ہی لے چکے تھے - فرمایا کہ "یہ تو تمہارا ارادہ تہا - مینے صرف مدافعت کی"

ایک دفعہ بہت سے خارجی - امام صاحب کے گھر پر چڑھ آئے اور کہا کہ کفر - سے توبہ کرو - امام - نے کہا "ہان مین تمہارے کفر سے توبہ کرتا ہون" خارجیون کا اعتقاد ہے کہ گناہ کرنے

سے انسان کافر ہوجاتا ہے - یعنی گناہ اور کفر ایک چیز ہے - امام - صاحب کا مطلب یہ تھا کہ جس چیز کو تم کفر سمجھتے ہو مین اوس سے توبہ کرتا ہون - کسی نے اون (خارجیون) سے جا لگایا کہ ابو حنیفہ - نے تم لوگون کو دہوکہ دیا اون کا مطلب اور تھا" خارجیون - نے امام صاحب کو پکڑا کہ تمنے تاویل کیون کی - امام نے کہا - تمکو یقین ہے یا محض گمان کی بناپر میری نسبت ایسا خیال کرتے ہو - بولے کہ "نہین - گمان ہی گمان ہے" امام نے کہا تو تمکو خود توبہ کرنی چاہیئے کیونکہ خدا فرماتا ہے - ان بعض الظن اثم -

ایک دن مسجد مین تشریف رکھتے تھے شاگردون کا مجمع تھا - دفعۃً خارجیون کا ایک گروہ مسجد مین گھس آیا لوگ بھاگ چلے - امام صاحب نے روکا اور تسلی دی کہ ڈر و نہین - اطمینان سے بیٹھ جاؤ - ایک خارجی - جو سب کا سردار تھا امام صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ تم کون لوگ ہو - امام صاحب نے فرمایا "مستجیر ہین اور خدا نے فرمایا ہے کہ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ - یعنی "مشرکین مین سے کوئی شخص اگر پناہ چاہے تو اوسے پناہ دو تاکہ وہ خدا کا کلام سنے پھر اوسکو اوسکے مامن تک پہونچادو" خارجی اپنے سوا مسلمانون کے تمام فرقون کو مشرک اور کافر سمجھتے ہین - اور واجب القتل جانتے ہین - اسموقع پر وہ اسی نیت سے آئے تھے کہ امام ابو حنیفہ - اپنا عقیدہ بیان کرین تو کفر کا الزام لگاکر اونکو قتل کردین - لیکن امام صاحب کے الزامی جواب نے اونکو بالکل مجبور کردیا - چنانچہ اونکے سردار نے ساتھیون سے کہا کہ "انکو قرآن پڑہکر سناؤ اور انکو انکے گھر پہونچا آؤ" -

ابو العباس - جو - منصور کے دربار مین ایک معزز درجہ رکھتا تھا - امام صاحب کا دشمن تھا

اور ہمیشہ اونکو ضرر پہونچانیکی فکر مین رہتا تھا۔ ایک دن امام۔صاحب کسی ضرورت سے دربار مین گئے۔ اتفاق سے ابوالعباس بھی حاضر تھا۔ لوگون سے کہا آج ابوحنیفہ میرے ہاتھ سے بچکر نہین جا سکتے۔ امام۔صاحب کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ ابوحنیفہ! امیرالمومنین کبھی کبھی ہم لوگون کو بلا کر حکم دیتے ہین کہ اِس شخص کی گردن ماردو۔ ہمکو مطلق معلوم نہین ہوتا کہ وہ شخص واقعی مجرم ہے یا نہین۔ ایسی حالت مین ہمکو اِس حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے یا انکار کرنا چاہیئے"۔ امام صاحب نے کہا "تمہارے نزدیک خلیفہ کے احکام حق ہوتے ہین یا باطل" منصور۔ کے سامنے کسکی تاب تھی کہ احکام خلافت کی نسبت ناجایز ہونے کا احتمال ظاہر کرسکتا۔ ابوالعباس کو مجبوراً کہنا پڑا کہ حق ہوتے ہین۔ امام صاحب نے فرمایا پھر حق کی تعمیل مین پوچھنا کیا ؟۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ آج اگر مین غسل جنابت کرون تو میری بیوی کو تین طلاق ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ آج کی کوئی نماز قضا ہو تو میری زوجہ مطلقہ ہے۔ پھر کہا کہ اگر آج مین اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نکرون تو اوسکو طلاق ہے" لوگون نے امام۔صاحب سے آکر مسئلہ پوچھا فرمایا کہ نماز عصر پڑھکر بیوی سے ہم صحبت ہو۔ اور غروب کے بعد غسل کرکے فوراً مغرب کی نماز پڑھ لے اِس صورت مین سب شرطین پوری ہوگئین۔ بیوی سے ہم صحبت بھی ہوا۔ نماز بھی قضا نہین کی۔ غسل جنابت کیا تو اوسوقت کیا کہ دن گزر چکا تھا۔

ایک دفعہ ایک شخص امام صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ "مینے کچھ روپیے ایک جگہ احتیاط سے رکھدیئے تھے۔ اب یاد نہین آتا کہ کہان رکھے تھے۔ مجھکو سخت ضرورت درپیش ہے۔ کوئی تدبیر بتایئے" امام نے فرمایا۔ بھائی! یہ مسئلہ تو فقہ مین کہین مذکور نہین۔ مجھسے کیا

پوچھنے آئے ہو" اوسنے زیادہ لجاجت کی تو کہا کہ "آج ساری رات نماز پڑہو" اوسنے جا کر نماز پڑہنی شروع کی۔ اتفاق یہ کہ تہوڑی ہی دیر کے بعد اوسکو یاد آگیا کہ روپیے فلان جگہہ رکھے تھے۔ دوڑا ہوا امام صاحب کے پاس آیا۔ اور عرض کی کہ آپ کی تدبیر راست آئی۔ فرمایا کہ "ہان شیطان۔ کب گوارا کرتا کہ تم رات بھر نماز پڑہتے رہو۔ اسلئے اوسنے جلد یاد دلا دیا۔ تاہم تمکو مناسب تھا کہ اسکے شکریہ مین شب بیداری کرتے اور نمازین پڑہتے۔

ایک اور دن ایک شخص نے آکر کہا کہ "مینے کچھ اسباب گھر کے کسی کونے مین گاڑ دیا تھا۔ اب یاد نہین آتا کہ کہان گاڑا تھا۔ کیا کرون" امام صاحب نے کہا۔ "تمکو یاد نہین تو مجھکو اور بھی نہ یاد ہونا چاہیے" وہ رونے لگا۔ امام صاحب کو رحم آیا۔ چند شاگرد ساتھ لیے۔ اور اوسکے گھر پر گئے۔ شاگردون سے کہا کہ "اگر یہ تمہارا گھر ہوتا اور تم حفاظت کیلئے کوئی چیز چُھپا کر رکھتے تو کہان رکھتے" سب نے اپنے اپنے قیاس سے مختلف موقعے بتائے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ "انہین تین چار جگہون مین سے کہین نہ کہین گاڑا ہوگا۔ اونکے کھدوانے کا حکم دیا۔ خدا کی شان۔ تیسری جگہہ کہودی تو اسباب بجنسہ مدفون ملا۔

ظرافت

امام۔ صاحب اگرچہ نہایت ثقہ۔ متین باوقار۔ تھے تاہم ذہانت کی شوخیان کبھی کبھی ظرافت کا رنگ دکھاتی تہین۔ ایکدن اصلاح بنوا رہے تھے۔ حجام سے کہا کہ "سفید بالونکو چن لینا" اوسنے عرض کی کہ جو بال چنے جاتے ہین اور زیادہ نکلتے ہین۔ امام صاحب نے کہا "یہ قاعدہ ہے تو سیاہ بالون کو چُن لو کہ اور زیادہ نکلین" !! قاضی شریک نے یہ حکایت سُنی تو کہا کہ "ابو حنیفہ نے حجام کے ساتھ بھی قیاس کو نہ چھوڑا"۔

امام صاحب کے محلہ مین ایک پسنھارا رہتا تھا - جو نہایت متعصب شیعہ تھا - اوسکے پاس دو خچر تھے تعصب سے ایک کا ابو بکر - اور دوسرے کا عمر نام رکھا تھا - اتفاق سے ایک خچر نے لات ماری کہ اوسکا سر پھٹ گیا اور اوسی صدمہ سے مر گیا - محلہ مین اسکا چرچا ہوا - امام صاحب نے سُنا تو کہا - دیکھنا! اوسی خچر نے مارا ہوگا جسکا نام اوسنے عمر رکھا تھا - لوگون نے دریافت کیا تو واقعی ایسا ہی ہوا تھا -

کوفہ - مین ایک غالی شیعی تھا - جو حضرت عثمان کی نسبت کہا کرتا تھا کہ یہودی تھے "- امام صاحب ایک دن اوسکے پاس گئے - اور کہا کہ تم اپنی بیٹی کی نسبت ڈھونڈھتے تھے - ایک شخص موجود ہے جو شریف بھی ہے - دولتمند بھی ہے - اسکے ساتھ پرہیزگار - قایم اللیل - حافظ قرآن ہے "- شیعی نے کہا - تو اوس سے بڑھکر کون ملیگا - آپ ضرور شادی ٹھہرا دیجئے - امام صاحب نے کہا صرف اتنی بات ہے کہ مذہباً یہودی ہے "- وہ نہایت برہم ہوا اور کہا "سبحان اللہ آپ یہودی - سے قرابت کرنیکی راے دیتے ہین "- امام صاحب نے فرمایا - کیا ہوا - خود پیغمبر خدا نے جب یہودی کو (تمہارے اعتقاد کے موافق) داماد بنایا تو تمکو کیا عذر ہے "- خدا کی قدرت - اتنی بات سے اوسکو تنبیہ ہوگئی اور اپنے عقیدہ سے توبہ کی +

تمت بالخیر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصۂ دوم

امام صاحب کی تصنیفات

امام صاحب کی طرف جو کتابین۔ منسوب ہین اونکے یہ نام ہین۔ فقہ اکبر۔ العالم والمتعلم مسند

فقہ اکبر

فقہ اکبر۔ عقاید کا ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ مسایل او ترتیب قریب قریب وہی ہے جو عقاید نسفی۔ وغیرہ کی ہے۔ یہ رسالہ چھپ گیا ہے اور ہر جگہ مل سکتا ہے۔ لوگون نے اوسپر شرحین بھی لکھی ہین۔ مثلاً محی الدین محمد بن بہار الدین المتوفی سنہ ۹۵۳ھ۔ مولی الیاس بن ابراہیم السینوبی۔ مولی احمد بن محمد المغنیساوی۔ حکیم اسحق۔ شیخ اکمل الدین۔ ملا علی القاری۔ ملا علی قاری کی شرح متداول ہے۔ بعض اور شرحون کے نسخے بھی جا بجا قلمی پائے جاتے ہین۔ حکیم اسحق کی شرح کو ابو البقار احمدی نے سنہ ۹۱۸ مین نظم کیا۔

اور اصل کتاب کو ابراہیم بن حسام نے جو شرنبلی۔ کے نام سے مشہور ہین۔

العالم والمتعلم

العالم والمتعلم۔ سوال و جواب کے طور پر ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ لیکن ہماری نظر سے نہین گذرا۔

مسند۔ کے متعدد نسخے ہین جنکو ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمی المتوفی ۶۶۵ھ نے یکجا جمع کر دیا ہے۔ دیباچہ مین لکھتے ہین کہ "بلاد شام مین بعض جاہلون کو مین نے یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہ کو فن حدیث مین چندان دخل نہ تھا اور اسی وجہ سے حدیث مین اونکی کوئی کتاب نہین ہے۔ اسپر مجھکو حمیت مذہبی کا جوش ہوا اور مین نے چاہا کہ اون تمام مسندون کو یکجا کرون جو علما نے امام ابوحنیفہ کی حدیثون سے مرتب کیے ہین اور جنکی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) مسند حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری المعروف بعبد اللہ الاوستاد (۲) مسند امام ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد (۳) مسند حافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ۔ (۴) مسند حافظ ابو نعیم الاصبہانی (۵) مسند شیخ ابو بکر محمد بن عبد الباقی محمد الانصاری (۶) مسند امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی (۷) مسند امام حافظ عمر بن حسن الاشنانی۔ (۸) مسند ابو بکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی (۹) مسند امام ابو یوسف قاضی (۱۰) مسند امام محمد (۱۱) مسند حماد بن امام ابوحنیفہ (۱۲) آثار امام محمد (۱۳) مسند امام ابو القاسم عبد اللہ بن ابی العوام العدی۔

ابو المؤید الخوارزمی نے جن مسندون کے نام لئے ہین اونکے سوا اور بھی مسانید ہین مثلاً مسند حافظ ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی المتوفی ۵۲۳ھ۔ مسند حصفکی جسکی شرح

ملا علی قاری- نے لکھی- مسند ماوردی- مسند ابن البزازی المتوفی ۸۲۷ھ- ان مسندون کی شرحین بھی لکھی گئین-

جو لوگ امام صاحب کے سلسلۂ کمالات مین تصنیف و تالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہین- وہ انہین مفصلہ بالا کتابون کو شہادت مین پیش کرتے ہین- لیکن انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے- اِس سے انکار نہین ہو سکتا کہ امام صاحب کی زندگی مین ایک مجموعۂ فقہ مرتب ہو گیا تھا جسکے حوالے عقود الجمان وغیرہ مین جا بجا ملتے ہین- لیکن قیاس غالب یہ ہے کہ وہ نسخہ معدوم ہو گیا- اوس زمانہ کی ہزارون تصنیفات کے نام- تراجم کی کتابون مین مذکور ہین- لیکن دو تین کے سوا- ایک کا بھی دنیا کے کسی کتب خانہ مین پتہ نہین چلتا- خود امام صاحب کے ہمعصرون مین سے سفیان ثوری- امام اوزاعی- حماد بن سلمہ- ہشیم- معمر- جریر بن عبد الحمید- عبد اللہ بن المبارک نے حدیث و فقہ مین بڑی بڑی کتابین لکھین- لیکن آج انکا نام ہی نام رہگیا ہے اور ایک کا بھی وجود نہین- امام رازی نے مناقب الشافعی مین تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ- کی کوئی تصنیف باقی نہین رہی-

مسند خوارزمی- کو امام صاحب کا مسند کہنا مجازی اطلاق ہے- خوارزمی- خود ساتوین صدی مین تھے- جن مسندونکو جمع کیا ہے- وہ بھی اکثر تیسری چوتھی صدی یا اس سے بھی بعد کی ہین- حماد- قاضی ابو یوسف- البتہ امام صاحب کے ہمعصر ہین اور اونکا مسند بے شبہہ- امام ابو حنیفہ- کا مسند کہا جا سکتا تھا- لیکن خوارزمی کے سوا اور کسی نے اون

مسند خوارزمی

مسندون کا نام نہین لیا ہے - حالانکہ حدیث کی کتاب جبتک مشہور اور مستند روایتون سے نہ ثابت ہو اوسکا اعتبار نہین کیا جا سکتا - ہمارے نزدیک اِس بحث مین شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ کافی ہے - وہ حجۃ اللہ البالغہ - مین فرماتے ہین کہ "طبقہ رابعہ کی - وہ کتابین ہین جنکے مصنفون نے ایک مدت دراز کے بعد اون روایتون کو جمع کرنا چاہا جو دو پہلے طبقون مین موجود نہین - اور گمنام مسندون اور مجموعون مین پائی جاتی تہین - اِن لوگون نے اون کو بلند نام کرنا چاہا - حالانکہ وہ حدیثین اون لوگون کی زبانون پر تہین - جنکا محدثین اعتبار نہین کرتے - مثلاً زیادہ گو واعظین اور اہلِ بدعت اور ضعیف الروایۃ - یا وہ صحابہ اور تابعین کے آثار - یا بنی اسرائیل کے قصے تھے - یا حکما اور واعظین کے مقولے تھے جنکو راویون نے رسول اللہ کے کلام سے مخلوط کر دیا تھا - یا قرآن اور حدیث کے محتمل مضامین تھے جنکو اون نیک آدمیون نے بالمعنی روایت کیا جو فن روایت کی باریکیون سے ناواقف تھے - اِن لوگون نے اون باتون کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا - یا ایسے مضامین تھے جو قرآن اور حدیث سے مستنبط ہوتے تھے - اونکو قصداً حدیث نبوی بنا دیا - یا مختلف حدیثون کے ٹکڑے تھے جو ایک عبارت مین مرتب کر دئے گئے - اِس قسم کی حدیثین کتاب الضعفاء ابن حبان کامل ابن عدی - تصنیفات خطیب - وابونعیم وجوزقانی - وابن عساکر - وابن نجار و دیلمی مین ملسکتی ہین - مسند خوارزمی بھی قریباً اسی طبقہ مین داخل ہے"

شاہ ولی اللہ صاحب نے ذرا سختی کی - بات اتنی ہے کہ جن مسندون کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب کے شاگردون نے لکھے اون کا نہ تاریخون سے ثبوت ملتا ہے

نہ وہ خود کہین پائے جاتے ہین - جو مسند - امام صاحب کے زمانہ سے بہت پیچھے لکھے گئے وہ البتہ موجود ہین لیکن اونکی حدیثون کا امام صاحب تک بسند صحیح متصل پہونچنا نہایت مشتبہ ہے اس سے بڑھکر یہ کہ بعض بعض مسانید مین بے اعتباری کی اندرونی شہادتین موجود ہین مسند حصفکی مین کئی روایتین - امام صاحب کی طرف منسوب ہین - جنکو اونہون نے خود صحابہ سے سُنا اور روایت کیا ہے - حالانکہ امام صاحب - کا صحابہ - سے روایت کرنا محدثانہ تحقیقات کی رو سے ہرگز ثابت نہین ہو سکتا - خوارزمی - نے آثار امام محمد - کو بھی امام - کی مسانید مین داخل کیا ہے - بے شبہہ اس کتاب مین اکثر روایتین امام صاحب ہی سے ہین - اسلئے ناظرین کو اختیار ہے کہ اوسکو امام ابوحنیفہ - کا مسند - کہین یا آثار امام محمد - کے نام سے پکارین لیکن یاد رہے کہ امام محمد - نے اس کتاب مین بہت سے آثار اور حدیثین دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہین - اس لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب - امام محمد کی طرف زیادہ موزون ہے -

فقہ اکبر

فقہ اکبر - کو اگرچہ فخر الاسلام بزدوی - عبد العلی بحر العلوم - و شارحین فقہ اکبر - نے امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے - لیکن ہم مشکل سے اوسپر یقین کر سکتے ہین - یہ کتاب جس زمانہ کی تصنیف بیان کی جاتی ہے اوسوقت تک یہ طرز تحریر پیدا نہین ہوا تھا - وہ بطور ایک متن کے ہے اور اوس اختصار و ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہے جو متاخرین کا خاص انداز ہے ایک جگہہ اوسمین جوہر و عرض کا لفظ آیا ہے - حالانکہ یہ فلسفیانہ الفاظ - اوسوقت تک زبان مین داخل نہین ہوئے تھے - بے شبہہ منصور عباسی - کے زمانہ مین فلسفہ کی کتابین یونانی

زبان سے عربی مین ترجمہ کی گئین تھین - لیکن یہ زمانہ امام صاحب - کی آخر زندگی کا زمانہ ہے کسی طرح قیاس نہین کیا جا سکتا کہ ترجمہ ہوتے ہی یہ الفاظ اس قدر جلد شایع ہو جائین کہ عام تصنیفات مین اون کا رواج ہو جاے - فلسفہ کے الفاظ نے مذہبی دایرہ مین اسوقت بار پایا ہے جب کثرت استعمال کی وجہ سے وہ زبان کا جزو بنگئے اور عام بول چال مین بھی اونکے استعمال کے بغیر چارہ نرہا - لیکن یہ دور امام صاحب کے زمانہ کے بعد شروع ہوا ہے -

یہ بحث تو درایت کی حیثیت سے تھی - اصول روایت کے لحاظ سے بھی یہ امر ثابت نہین ہوتا - دوسری تیسری بلکہ چوتھی صدی کی تصنیفات مین اس کتاب کا پتہ نہین چلتا - قدیم سی قدیم تصنیف جسمین اس رسالہ کا ذکر کیا گیا ہے - (جہانتک ہمکو معلوم ہے) - فخر الاسلام بزدوی - کی کتاب الاصول - ہے جو پانچوین صدی کی تصنیف ہے - امام ابو حنیفہ کے ہزارون شاگرد تھے جنمین سے اکثر بجاے خود اوستاد تھے - اور واسطہ در واسطہ اونکے ہزارون لاکھون شاگرد ہوئے - نہایت خلاف قیاس ہے کہ امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود ہوتی اور اتنی بڑی گروہ مین اوسکا نام تک نہ لیا جاتا - علم عقاید - اور اوسکے متعلقات پر جو بڑی بڑی کتابین مثلاً صحایف - شرح مقاصد - شرح مواقف - ملل و نحل - وغیرہ تصنیف ہوئین - اونمین کہین اسکا ذکر تک نہین ہے - اس کتاب کی جسقدر شرحین ہوئین سب آٹھوین صدی مین یا اوسکے بعد ہوئین - اسکے علاوہ ابو مطیع بلخی - جو اس کتاب کے راوی ہین - حدیث و روایت مین چندان مستند نہین ہین کتب رجال مین اونکی

نسبت محدثین نے نہایت سخت ریمارک کیے ہین۔ اگرچہ مین اونکو کلیۃً تسلیم نہین کرتا تاہم ایک ایسی مشتبہ کتاب جسکا ثبوت صرف ابو مطیع بلخی۔ کی روایت پر منحصر ہو۔ محدثانہ اصول پر قابل تسلیم نہین ہوسکتی۔

میرا خیال ہے کہ ابو مطیع بلخی۔ نے ایک رسالہ مین بطور خود عقاید کے مسایل قلمبند کیے تھے۔ رفتہ رفتہ۔ وہ امام صاحب۔ کی طرف منسوب ہوگیا۔ اس خیال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ذہبی۔ نے عبر فی اخبار من غبر۔ مین ابو مطیع۔ کا حبان ذکر کیا ہے۔ ان لفظون سے کیا ہے کہ "صاحب الفقہ الاکبر" جسکی متبادر معنی یہی ہین کہ خود ابو مطیع۔ اوسکے مصنف ہین۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ فقہ اکبر۔ کی موجودہ ترتیب وعبارت۔ ابو مطیع کے زمانہ سے بھی بہت بعد کی ہے۔ اور یہ کچھ نئی بات نہین۔ جامع صغیر۔ جو امام محمد۔ کی تالیف ہے۔ اوسکی موجودہ ترتیب۔ امام ابوطاہر دباس۔ نے کی ہے جو چوتھی صدی مین تھی۔ فرق یہ ہے کہ جامع صغیر۔ کی عبارت وہی اصلی ہے صرف ترتیب بدلدی گئی ہے برخلاف اسکے فقہ اکبر۔ کا انداز عبارت بھی زمانہ مابعد کا معلوم ہوتا ہے۔

ہمنے اس بحث مین اپنی راے اور قیاسات کو بہت دخل دیا ہے۔ لیکن تمام واقعات بھی لکھ دیے ہین۔ ناظرین کو ہم اپنی راے کے قبول کرنے پر مجبور نہین کرتے۔ اصلی واقعات اور ہماری رائین۔ دونون اونکے سامنے ہین۔ وہ جو چاہین خود فیصلہ کرلین۔ بے شبہہ ہماری ذاتی راے یہی ہے کہ آج۔ امام صاحب۔ کی کوئی تصنیف موجود نہین ہے۔

عقاید و کلام

امام صاحب ابتدائی تحصیل مین علم کلام کی طرف زیادہ مایل تھے۔ صحابہ کے اخیر زمانہ مین نئے نئے فرقے پیدا ہو چلے تھے۔ معبد جہنی نے جو صحابہ کا صحبت یافتہ تھا۔ مسئلہ قدر کو چھیڑا۔ واصل بن عطاء نے جو علوم عربیہ و علم کلام کا بہت بڑا عالم اور امام حسن بصری کا شاگرد تھا۔ اعتزال کی بنیاد قایم کی۔ جہم بن صفوان فرقہ جہمیہ کا بانی ہوا۔ خوارج کے متعدد فرقے اس سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ امام ابوحنیفہ کے زمانہ مین ان مسایل کے جابجا چرچے تھے اور ہر جگہ بحث و مناظرہ کا بازار گرم تھا۔ امام صاحب کو بھی اونکی رد و قدح کیطرف التفات ہوا۔ اسمین شبہہ نہین کہ اونکی بے نظیر ذہانت نے ان مسایل مین نہایت دقیق بحثین پیدا کی ہونگی۔ لیکن چونکہ یہ شغل تھوڑے زمانہ تک رہا اور بالآخر وہ فقہ کے مہمات مین مصروف ہوئے اسلئے اون مباحث کا آج پتہ نہین چلتا۔ تاہم چند مسایل جو بتواتر اونکی طرف منسوب ہین۔ اونکی۔ دقت نظر۔ حدت ذہن۔ وسعت خیال۔ کے شاہد عادل ہین۔ انمین سے ہم بعض مسایل کا ذکر کرتے ہین جو محدثین کے نزدیک بڑے معرکۃ الآرا مسئلے ہین۔

اعمال جزو ایمان نہین ہین۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ امام صاحب۔ فرایض اور اعمال کو جزو ایمان نہین سمجھتے۔ آج تو اسکی نسبت بحث کرنی گویا تحصیل حاصل ہی ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایمان اعتقاد۔ کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے۔ فرایض اور اعمال۔ جوارح کے کام ہین۔ اسلئے نہ اون دونون سے کوئی حقیقت مرکب ہو سکتی ہے۔ نہ انمین سے ایک دوسرے کا جزو ہو سکتا ہے۔ لیکن اوس زمانہ مین یہ ایک بڑا بحث طلب مسئلہ تھا اور اکثر ارباب ظاہر

بلکہ بعض مجتہدین بھی اسکے خلاف تھے۔

صحابہ۔ کے زمانہ تک اسلامی عقاید کی سطح۔ نہایت ہموار اور غیر متحرک رہی۔ اہل عرب کو ان مونشگافیون اور باریک بینیون سے سروکار نہ تھا۔ بنو امیہ۔ کے وسط زمانہ مین جب فوجی قوت کو زوال ہوا تو تمدن و معاشرت کی وسعت نے اور قسم کے اشغال پیدا کر دئے جبر و قدر تشبیہ و تنزیہ۔ عدل و جور۔ کی بحثین چھڑ گئین۔ ان بحثون کی ابتدا اون لوگون نے کی جو عجم کی خاک سے تھے۔ یا اون پر عجم کا پرتو پڑا تھا۔ چونکہ یہ نامانوس صدائین تھین۔ ان باتون پر مذہبی گروہ مین۔ جو زیادہ تر عرب سے تعلق رکھتا تھا سخت برہمی پیدا ہوگئی اور محدثین و فقہا نہایت سختی سے بدعتیون کے مقابلہ کو اوٹھے۔ اس مقابلہ کی بنا پر ان بزرگون کو خود بھی اون مسائل مین نفی یا اثبات کا پہلو اختیار کرنا پڑا۔ لیکن جوش مخالفت نے اکثرون کو اعتدال کی حد پر نہ رہنے دیا۔ معتزلہ۔ کا مذہب تھا کہ قرآن مجید۔ خدا کا ایک جدید کلام ہے جو رسول اللہ۔ کی نبوت کے ساتھ وجود مین آیا لوگون نے اسکی یہانتک مخالفت کی کہ بعض محدثین نے تلفظ بالقرآن۔ کو بھی قدیم ٹھہرایا۔ امام ذہلی۔ جو امام بخاری کے اساتذہ مین سے تھے۔ اور صحیح بخاری مین اونکی سند سے اکثر روایتین ہین۔ اسی بات پر امام بخاری۔ سے ایسے ناراض ہوئے کہ اونکو حلقۂ درس سے نکلوا دیا اور عام حکم دیدیا کہ جو شخص بخاری۔ کے پاس آمد و رفت رکھے وہ ہمارے حلقہ مین نہ آنے پائے[1]۔ امام بخاری۔ خود قرآن۔ کے۔ قدم کے قایل تھے۔ لیکن قرات قرآن۔ کو حادث کہتے تھے۔

[1] ان واقعات کو حافظ ابن حجر نے۔ فتح الباری مین تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

ذہلی۔ کو اصرار تھا کہ یہ بھی قدیم ہین۔

اور مسایل مین بھی اس قسم کی بے اعتدالیان ہوئین۔ جنکی تفصیل کا یہ موقع نہین۔ امام ابو حنیفہ۔ نے۔ ان تمام بحثون مین وہی پہلو اختیار کیا جو مغز سخن تھا اور جو عقل کے ساتھ نقل کے بھی مطابق تھا۔ انہین مسائل مین ایمان و عمل کا مسئلہ بھی تھا۔ مرجیہ کا مذہب ہے کہ "ایمان اور عمل دو مختلف چیزین ہین۔ اور ایمان او تصدیق کامل ہو تو عمل کا نہونا کچھ ضرر نہین کرتا۔ ایک شخص اگر دل سے توحید و نبوت کا معترف ہے اور فرائض نہین ادا کرتا۔ تو وہ مواخذہ سے بری ہے" اس راے کا پہلا حصّہ گو صحیح تھا۔ مگر محدثین نے کچھ تفریق نہ کی اور کلیۃً اس مذہب کے مخالف ہو گئے۔ چونکہ قرآن کی بعض آیتین بھی بظاہر اسکے موید تھین اونکی راے کو اور بھی قوت و شدت ہو گئی۔ یہ ایک اجتہاد راے تھا اور یہین تک رہتا تو چندان مضایقہ نہ تھا لیکن افسوس یہ ہے کہ ان بزرگون نے یہانتک شدت کی کہ جو شخص اونکی راے کے ساتھ متفق نہ ہوتا تھا اوسکو فاسق یا کافر سمجھتے تھے۔ قاضی ابو یوسف۔ ایکبار شریک کی عدالت مین گواہ ہو کر گئے۔ تو انہون نے کہا "مین اوس شخص کی شہادت نہین قبول کرتا جسکا یہ قول ہو کہ نماز جزو ایمان نہین"۔

امام ابو حنیفہ۔ کو اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ یہ مسئلہ فلان شخص یا فلان فرقہ کا ہے۔ وہ اصل حقیقت کو دیکھتے تھے اور مغز سخن کو پہونچتے تھے۔ جب یہ بحث اونکے سامنے پیش کی گئی تو انہون نے علانیہ کہا۔ کہ "ایمان اور عمل دو جداگانہ چیزین ہین اور دونون کا حکم مختلف ہے"۔ اسپر بہت سے لوگون نے اونکو بھی مرجیہ۔ کہا لیکن وہ ایسا مرجیہ۔ ہونا خود پسند کرتے تھے۔ محدثین

ایمان اور عمل۔ جداگانہ چیزین

اور فقہاء میں سے جو لوگ۔ امام صاحب کے ہمزبان تھے اونکو بھی یہی خطاب عنایت ہوا۔ محدث ابن قتیبہ۔ نے اپنی مشہور اور مستند کتاب المعارف میں مرجیہ۔ کے عنوان سے بہت سے فقہا اور محدثین کے نام گنائے ہیں جنمیں سے چند یہ ہیں۔ ابراہیم تیمی۔ عمرو بن مرۃ۔ طلق الحبیب۔ حماد بن سلیمان۔ عبدالعزیز بن ابی دواد۔ خارجہ بن مصعب۔ عمرو بن قیس الاصر۔ ابو معاویہ الضریر۔ یحیی بن ذکریا۔ مسعر بن کدام۔ حالانکہ انمیں سے اکثر حدیث و روایت کے امام ہیں۔ اور صحیح بخاری و مسلم میں۔ ان لوگونکی سیکڑون روایتین موجود ہین۔ ہمارے زمانہ کے بعض کوتاہ بین جو اسپر غش ہین کہ امام صاحب کو بعض محدثین نے مرجیہ۔ کہا ہے ابن قتیبہ۔ کی فہرست دیکھتے تو شاید اونکو ندامت ہوتی۔ محدث ذہبی نے میزان الاعتدال مین۔ مسعر بن کدام کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ ارجائ (مرجیہ ہونا) بہت سے علماے کبار کا مذہب ہے اور اس مذہب کے قایل پر مواخذہ نکرنا چاہئے۔ یہ اوسی ارجاء کی طرف اشارہ ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب تھا۔

جو لوگ مرجیہ کہلائے۔

یہ مسئلہ اگرچہ بظاہر چندان مہتم بالشان نہ تھا۔ لیکن اوسکے نتایج بہت بڑا اثر رکھتے تھے اسی لحاظ سے امام۔ صاحب نے نہایت آزادی سے اوسکا اظہار کیا۔ عمل کو جزو ایمان قرار دینا۔ اسبات کو مستلزم ہے کہ جو شخص اعمال کا پابند نہو وہ مومن بھی نہو جیسا کہ خارجیون کا مذہب ہے جو مرتکب کبایر کو کافر سمجھتے ہین۔ اگرچہ اکثر محدثین۔ ایسے شخص کو کافر نہین سمجھتے تھے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا اس وجہ سے تھا کہ وہ لزوم سے ناواقف تھے۔ حالانکہ لزوم قطعی اور یقینی ہے جس سے انکار نہین ہوسکتا۔

امام رازی - نے جو - امام شافعی کے بہت بڑے حامی ہین - کتاب مناقب الشافعی مین لکھا ہے کہ "لوگون نے امام شافعی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ تناقض باتون کے قایل ہین کیونکہ ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہین کہ "ایمان تصدیق و عمل کے مجموعہ کا نام ہے" ساتھ ہی اس بات کے بھی قایل ہین - کہ "ترک عمل سے کوئی شخص کافر نہین ہوتا" حالانکہ مرکب چیز - کا جب ایک جزو نرہا تو مرکب بھی من حیث المرکب نرہا - اسی لئے معتزلہ جو اسبات کے قایل ہین کہ عمل جزو ایمان ہے اسبات کے بھی قایل ہین کہ عمل نہو تو ایمان بھی نہین ج لیکن امام شافعی - کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصل ایمان اقرار اور اعتقاد کا نام ہے - باقی اعمال - تو وہ ایمان کے ثمرات اور توابع ہین - لیکن چونکہ توابع پر بھی کبھی کبھی مجازاً اصل شے کا اطلاق ہوتا ہے اسلئے مجازاً اعمال پر بھی ایمان - کا اطلاق ہوا اور یہ مسلم ہے کہ توابع کے فوت ہونے سے اصل شے فوت نہین ہوتی"۔

لیکن یہ جواب - توجیہ القول بمالا یرضی بہ قایلہ ہے اور خود امام رازی - کو اس کا اعتراف کرنا پڑا - چنانچہ جواب کے بعد فرماتے ہین کہ فیہ ترک لھذا المذھب یعنی اس جواب سے یہ مذہب باطل ہوا جاتا ہے - امام رازی گو شافعی المذہب اور اپنے امام کے نہایت طرفدار ہین - لیکن چونکہ صاحب نظر اور نکتہ شناس ہین اونکو تسلیم کرنا پڑا کہ - یا عمل کو ایمان کے توابع سے شمار کرنا چاہیئے - یا مان لینا چاہیئے کہ جو شخص پابند عمل نہین - مومن بھی نہین -

اس بحث کے متعلق امام ابو حنیفہ کی ایک تحریر موجود ہے جسکی طرز استدلال و استنباط

نتائج سے۔ امام صاحب کی دقت نظر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اور اصل مسئلہ کی حقیقت کھلتی ہے اسلیئے اس موقع پر ہم اوسکا حوالہ دینا مناسب سمجھتے ہین۔ یہ تحریر عثمان بتی کے ایک خط کا جواب ہے جو اونہون نے امام صاحب کو لکھا تھا۔ عثمان اوس زمانہ کے ایک مشہور محدث تھے۔ عام لوگون مین جب امام ابوحنیفہ کے۔ ان خیالات کے چرچے ہوئے تو اونہون نے امام صاحب کو ایک دوستانہ خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ "لوگ آپ کو مرجیہ کہتے ہین اور بیان کرتے ہین کہ آپ مومن کا ضال (گمراہ) ہونا جایز قرار دیتے ہین۔ مجھکو اِن باتون کے سننے سے نہایت رنج ہوتا ہے۔ کیا یہ باتین صحیح ہین" اِس خط کے جواب مین امام صاحب نے ایک طولانی خط لکھا ہے جسکے فقرے کہین کہین سے ہم انتخاب کرتے ہین۔ حمد و نعت کے بعد۔ عثمان بتی کے دوستانہ نصیحت اور خیرخواہی کا شکریہ ادا کرکے اصل مضمون اسطرح شروع کیا ہے۔ "مین آپکو بتاتا ہون کہ رسول اللہ کے مبعوث ہونے سے پہلے تمام لوگ مشرک تھے۔ رسول اللہ جب مبعوث ہوئے تو لوگون کو اسبات کی طرف۔ دعوت کی کہ خدا کو ایک مانین اور رسول اللہ جو کچھ لائے اوسکو تسلیم کرین۔ پس جو شخص اسلام مین داخل ہوتا تھا اور شرک چھوڑ دیتا تھا اوسکی جان اور مال حرام ہوجاتا تھا۔ پھر خاص اون لوگون کے لئے جو ایمان لاچکے تھے فرایض کے احکام آئے۔ پس اوسکا پابند ہونا۔ عمل ٹھہرا اور خدا نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے الذین امنوا وعملوا الصالحات ومن یومن باللہ ویعمل صالحا۔ اِس قسم کی اور آیتین ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عمل کے نہونے سے ایمان جاتا نہین رہتا۔ البتہ اگر تصدیق و اعتقاد نہو تو مومن کا

امام صاحب کی تحریر

اطلاق نہین ہوسکتا۔عمل وتصدیق کا دوجداگانہ چیز ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ تصدیق
کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہین۔لیکن اعمال کے لحاظ سے مراتب مین فرق ہوتا ہے
کیونکہ دین و مذہب سب کا ایک ہی ہے خدا نے خود کہا ہے شرع لکم من الدین
ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراھیم وموسی وعیسی ان
اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیه یعنی تمہارے لئے اوسی دین۔کو مشروع کیا جسکی وصیت
نوح کو کی تھی۔اور جو تجھ پر وحی بھیجی اور جسکی وصیت۔ابراہیم و موسی وعیسی کو کی۔وہ یہ ہے
کہ دین کو قائم رکھو اور اوسمین متفرق نہو"

آپکو جاننا چاہیئے کہ تصدیق مین ہدایت۔اور اعمال مین ہدایت۔یہ دونون دوچیزین ہین
آپ ایک شخص کو جو فرائض سے ناواقف ہو مومن کہہ سکتے ہین۔پس ایسا شخص فرائض
کے لحاظ سے جاہل اور تصدیق کے لحاظ سے مومن ہے۔خود خدا نے قرآن مین یہ اطلاقات
کئے ہین۔کیا آپ اوس شخص کو جو خدا اور رسول خدا کے پہچانے مین گمراہ ہو اوس شخص کی
برابر قرار دینگے جو مومن ہو لیکن اعمال سے ناواقف ہو۔خدا نے جہان فرائض بتائے
ہین اوس موقع پر ارشاد فرمایا ہے کہ یبین الله لکم ان تضلوا۔(یعنی خدا نے اسلئے
بیان کیا کہ تم گمراہ نہو) دوسری آیت مین ہے ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری۔
(یعنی ایک گمراہ ہو تو دوسرا یاد دلادے) حضرت موسی کی زبان سے فرمایا۔فعلتھا
اذا وانا من الضالین (یعنی جب مین نے وہ کام کیا تب مین گمراہ تھا) ان آیتون کے علاوہ
اور بہت سی آیتین ہین جو اس دعوی کے ثبوت کے لئے دلائل قاطعہ ہین۔اور حدیثین

تو اور بھی واضح اوصاف ہین ÷ ÷ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ۔ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جاتے تھے تو کیا اسکے یہ معنی تھے کہ وہ صرف اون لوگون کے امیر تھے جو فرایض اور اعمال کے پابند تھے حضرت علیؓ۔ نے شام۔ والون کو جو اون سے لڑتے تھے مومن کہا۔ کیا قتل سے بڑھکر کوئی گناہ ہے۔ پھر جو لوگ قتل کے مرتکب ہوئے۔ کیا آپ قاتلین اور مقتولین۔ دونون کو برسرحق قرار دیتے ہین۔ اگر آپ صرف ایک کو (یعنی حضرت علیؓ اور طرفداران علیؓ) برسرحق تسلیم کرینگے تو دوسرے فریق کو کیا کہین گے اسکو خوب سمجھ لیجئے اور غور کیجئے"

میرا یہ قول ہے کہ اہل قبلہ سب مومن ہین اور فرایض کے ترک سے کافر نہین ہوسکتے۔ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرایض بجالاتا ہے وہ مومن اور جنتی ہے۔ جو ایمان اور اعمال دونون کا تارک ہے وہ کافر اور دوزخی ہے۔ جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرایض اوس سے ترک ہوجاتے ہین۔ وہ مسلمان ضرور ہے لیکن گنہگار مسلمان ہے۔ خدا کو اختیار ہے اوسپر عذاب کرے یا معاف کردے"

امام صاحب۔ نے جس خوبی سے اس دعوی کو ثابت کیا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اوس سے بڑھ کر نہین ہوسکتا۔ فرایض اور ایمان۔ کے باہمی امتیاز کی اس سے عمدہ کیا دلیل ہوگی۔ کہ آغاز اسلام مین ایمان۔ کی دعوت ہوتی تھی اور فرایض کا وجود نہ تھا۔ امام صاحب نے۔ قرآن کی جو آیتین۔ استدلال مین پیش کی ہین۔ اون سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ دونون دو چیزین ہین۔ کیونکہ ان تمام آیتون مین عمل کو ایمان پر معطوف کیا ہے

اور ظاہر ہے کہ جزو کل۔ پر معطوف نہین ہو سکتا۔ من یومن باللہ فیعمل صالحا مین حرف تعقیب آیا ہے۔ جس سے اس بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ان دلائل قاطعہ کے مقابلہ مین دوسری طرف۔ بعض آیتین اور حدیثین ہین لیکن اون مین سے کوئی اثبات مدعا کے لئے کافی نہین۔ بڑا استدلال اس حدیث پر ہے کہ "مومن۔ مومن ہو کر زنا اور چوری نہین کرتا" حالانکہ یہ کلام کے زور دینے کا ایک پیرایہ ہے۔ ہم اپنی زبان مین کہتے ہین۔ کہ بھلا آدمی ہو کر تو ایسا کام نہین کر سکتا جس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ کام شان شرافت کے خلاف ہے۔ بے شبہ زنا اور سرقہ بھی ایمان کی شان کے خلاف ہین۔ اور حدیث کا مقصد اسیقدر ہے۔ ورنہ ابوذر کی حدیث مین صراحۃً یہ الفاظ موجود ہین۔ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کا قایل ہے وہ جنت مین جاے گا۔ گو۔ زانی۔ اور چور ہو"

ایمان کم اور زیادہ نہین ہوتا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ الایمان لایزید ولا ینقص۔ یعنی ایمان کم و بیش نہین ہو سکتا بے شبہ یہ امام صاحب کا قول ہے لیکن اسکی تعبیر مین لوگون نے غلطی کی ہے۔ نہ صرف محدثین اور شافعیہ۔ نے بلکہ خود احناف نے بھی۔ ایمان۔ کی کمی و زیادتی دو لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ ایک اس اعتبار سے کہ وہ مقولہ کیف سے ہے جسمین شدت و ضعف ممکن ہے۔ یا دوسرے لفظون مین یون کہا جاے کہ ایمان یقین کا نام ہے۔ اور یقین کے مراتب متفاوت ہوتے ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خدا سے کہا کہ اے خدا تو مُردون کو کیونکر جلاتا ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ اولم تومن یعنی کیا اتک تجھکو یقین نہین آیا۔ عرض کی۔ کہ یقین ضرور ہے۔ لیکن لیطمئن قلبی یعنی اور زیادہ اطمینان خاطر

چاہتا ہوں"۔ خدا نے متعدد آیتوں مین صاف تصریح کردی ہے کہ ایمان مین ترقی ہوتی ہے زادتھم ایمانا۔ اِس مسئلہ مین نص صریح ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کو بلحاظ اس معنی کے نہ انکار ہے۔ نہ یہ امر اوس وقت زیر بحث تھا۔ امام صاحب کے دعویٰ کا اور منشا ہے اور وہ بالکل صحیح ہے۔ جن لوگون نے عمل کو جزو ایمان قرار دیا۔ اون کا مذہب ہے کہ ایمان بلحاظ مقدار کے زیادہ و کم ہوتا ہے۔ جو شخص اعمال کا زیادہ پابند ہے۔ وہ زیادہ مومن ہے۔ جو گنہگار ہے وہ کم مومن ہے۔ محدثین۔ صراحۃ اسکے مدعی ہین اور اوسپر دلیلین لاتے ہین۔ علامہ قسطلانی۔ صحیح بخاری کی شرح مین لکھتے ہین فاعلم ان الایمان یزید بالطاعات وینقص بالمعصیۃ یعنی "ایمان۔ ثواب کے کام کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور گناہ کرنے سے۔ گھٹ جاتا ہے"۔ اور محدثین نے بھی جابجا اسکی تصریح کی ہے۔ امام ابوحنیفہ۔ اِس اعتبار سے۔ ایمان کی زیادت ونقصان کے منکر تھے۔ اونکے نزدیک جب اعمال جزو ایمان نہین۔ تو اعمال کی کمی بیشی سے۔ ایمان مین کمی بیشی نہین ہوسکتی۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ حدیث مین آیا ہے کہ ابوبکر۔ کو تم لوگون پر جو ترجیح ہے وہ کثرتِ صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے نہین۔ بلکہ اوس چیز کی وجہ سے ہے جو اُسکے دل مین ہے"۔ غرض امام صاحب کا یہ دعویٰ نہین ہے کہ ایمان بلحاظ کیفیت یعنی شدت وضعف کے زیادہ و کم نہین ہوسکتا بلکہ اونکا یہ دعویٰ ہے کہ ایمان۔ مقدار کے اعتبار سے کم وبیش نہین ہوتا۔ یہ دعویٰ اسبات کی فرع ہے کہ اعمال جزو ایمان نہین۔ اور اس۔ کو ہم ابھی ثابت کر چکے ہین۔

متعلق ایمان مین سب برابر ہین

امام صاحب۔ اسبات کے بھی قایل تھے کہ متعلق ایمان مین کچھ تفاوت نہین ہے۔ یعنی معتقدات کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہین۔ ایمان کے لئے جن مسایل پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے وہ سب کے لئے یکسان ہین۔ صحابہ اور عام مسلمان۔ اس لحاظ سے برابر ہین۔ کہ دونون ایک ہی چیز یعنی توحید و نبوت کا اعتقاد رکھتے ہین۔ فرق ہے تو اعتقاد کی شدت و ضعف مین ہے۔ اسی مطلب کو امام صاحب نے عثمان بتی کے جواب مین ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ دین اھل السماء والارض واحد یعنی آسمان اور زمین والون کا ایک ہی دین ہے۔ پھر اس دعوی پر آیت قرآنی سے استدلال کیا ہے شرع لکم من الدین ما وصینا بہ نوحاً " یعنی ہمنے تمہارے لئے وہی دین مشروع کیا جسکی وصیت نوح کو کی تھی"۔ مخالفین نے بڑے زور شور سے امام صاحب پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اس بات کے قایل تھے کہ "میرا ایمان اور ابوبکر صدیق رض کا ایمان برابر ہے"۔ اگرچہ امام صاحب کی طرف اس قول کی اسناد ثابت نہین لیکن اگر ثابت ہو تو کیا نقصان ہے۔ جس اعتبار سے وہ مساوات کے مدعی ہین اوس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ایسا صاف مسئلہ معترضون کی سمجھ مین نہ آیا۔ خطیب بغدادی نے صفحے کے صفحے سیاہ کر دئے اور یہ نہ سمجھے کہ امام صاحب کا دعوی کیا ہے۔ اونکو یہ الفاظ نہایت گران گذرتے ہین۔ کہ "ہمارا اور صحابہ کا ایمان برابر ہے"۔ وہ یہ نہین سمجھتے کہ بہت سی چیزون مین ہم اور صحابہ برابر ہین۔ تاہم ہم مین اور صحابہ مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اگرچہ اس قسم کے تمام مسایل مین۔ امام صاحب۔ اپنی خاص رائین رکھتے تھے لیکن وہ

مخالف رایون پر کفر و فسق کا الزام نہین لگاتے تھے۔ یہ فیاض دلی امام صاحب کا خاصہ ہے۔
اور قرن اول کے بعد اسلام مین اسکی بہت کم نظیرین ملتی ہین۔ اسلام کو کسی چیز نے اون
مشاجرات سے زیادہ نقصان نہین پہونچایا جو اختلاف آرا کی بنا پر قایم ہو گئی۔ ان اختلافات
کی بنیاد اگرچہ خود صحابہ کے زمانہ مین شروع ہو چکی تھی۔ عبد اللہ بن عباس اور بہت سے صحابہ
کا اعتقاد تھا کہ رسول اللہ نے معراج مین خدا کو آنکھون سے دیکھا۔ حضرت عائیشہ نہایت
اصرار سے اسکے مخالف تھین۔ امیر معاویہ کو معراج جسمانی سے انکار تھا۔ حضرت عائیشہ
سماع موتی کی قایل نہ تھین۔ لیکن اوس زمانہ تک ان اختلافات پر ہدایت و گمرہی کا مدار
نہ تھا۔ جو لوگ مختلف رائین رکھتے تھے اونین کبھی کسی نے کسی کی تکفیر یا تفسیق نہین کی۔
حضرت عبد اللہ بن عمر سے ایک شخص نے پوچھا کہ "کچھ لوگ پیدا ہوئے ہین جو قرآن کی غلط
تاویل کرتے ہین۔ اور ہمکو کافر قرار دیتے ہین۔ وہ خود کافر ہین یا نہین"۔ حضرت عبد اللہ
نے فرمایا کہ "اوسوقت تک کوئی شخص کافر نہین ہو سکتا جبتک خدا کو دو نہ کہے[1]"۔ صحابہ
کے بعد یہ اختلافات زور پکڑتے گئے اور رفتہ رفتہ مستقل فرقے قایم ہو گئے۔ اعتقادی
اور فقہی مسایل۔ اکثر ایسے ہین جنمین نص قاطع موجود نہین۔ اور ہین تو متعارض ہین۔ اسلئے
استنباط اور رفع تعارض کی ضرورت نے اجتہاد کو بہت وسعت دی۔ اور سیکڑون رائین قایم
ہو گئین۔ بے شبہ انمین بہت سی رائین صحیح نہین لیکن یہ ضرور نہین کہ وہ سب کفر ہون۔
افسوس ہے کہ سرگرم طبیعتین۔ جو مذہبی جوش اور تقدس کے نشہ مین سرشار تھین۔ اختلاف

[1] آثار امام محمد صفحہ ۵۵۔

راے کی صدمہ کی تاب نہ لاسکین۔ اور نہایت بے صبری سے مخالفت پر آمادہ ہوگئین۔
بات بات پر کفر کے فتوے ہونے لگے۔ جو لوگ جسقدر زیادہ مذہبی حرارت رکھتے تھے اوسیقدر
کفر کے اطلاق مین کم احتیاط کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچی کہ ہر فریق نے
دوسرے کی ضلالت و گمرہی ثابت کرنے کے لئے۔ موضوع روایتون سے اعانت لی۔
اور اس قسم کی حدیثین ایجاد ہونے لگین۔ کہ میری امت مین ۷۳ فرقے پیدا ہونگے جنمین
صرف ایک جنتی ہوگا باقی سب دوزخی۔ اس فرضی تعداد کو پورا کرنا بھی ضرور تھا اسلئے
کھینچ تان کر ۷۳ فرقے قرار دئے۔ اور سب کے الگ الگ نام رکھے۔ اسپر بھی تسکین نہوئی تو
ہر ہر فرقہ کے لئے جدا جدا روایتین گھڑین مثلاً القدریة مجوس هذه الامة وغیرہ وغیرہ

امام صاحب اہل قبلہ کی تکفیر نہین کرتے تھے

ان تعصبات اور جھگڑون نے جماعت اسلامی کے تمام اجزا پراگندہ کردئے۔ اور مذہب
اخلاق۔ حکومت۔ تمدن۔ معاشرت۔ سب کا نقشہ بگڑ گیا۔ اس عالمگیر آشوب مین صرف
ایک امام ابوحنیفہ۔ تھے جنکی صدا سب سے الگ تھی۔ اور جو پکار کر کہتے تھے لا نکفر احداً
من اهل القبلة یعنی "اہل قبلہ مین سے ہم کسی کو کافر نہین سمجھتے"۔ اوسوقت تو اس صدا
پر چندان توجہ نہین ہوئی۔ لیکن زمانہ جسقدر ترقی کرتا گیا اس جملہ کی قدر بڑھتی گئی یہانتک
کہ وہ علم کلام کا ایک بیش بہا اصول بنگیا۔ اگرچہ افسوس ہے کہ اوسپر عمل کم کیا گیا اور تکفیر
کے غلغلے اب بھی پست نہوئے۔

امام صاحب کی یہ راے نہایت غور و تحقیق و تجربہ کے بعد قایم ہوئی تھی۔ بڑے
بڑے مشہور۔ بانیان مذہب انہین کے زمانہ مین پیدا ہوئے تھے اور امام صاحب کو ان سے

ملنے کا موقع حاصل ہوا تھا - خارجیون - کا صدر مقام بصرہ تھا جو امام - صاحب کے شہر سے نہایت قریب تھا - واصل بن عطا و عمرو بن عبید جو مذہب اعتزال - کے بانی اور مروج تھے - بصرہ ہی کے رہنے والے اور امام صاحب کے ہمعصر تھے - جہم بن صفوان - جسکے نام سے فرقہ جہمیہ مشہور ہے اسی زمانہ مین تھا - امام صاحب انمین سے اکثرون سے ملے اور اونکے خیالات سے مطلع ہوئے تھے - ان فرقون کی نسبت جو اقوال مشہور تھے کچھ تو سرے سے غلط اور افترا تھے - بعض کی تعبیر غلط طور پر کی گئی تھی - بعض دراصل لغو و باطل تھے لیکن کفر کی حد تک نہ پہنچتے تھے - اسلئے امام ابوحنیفہ - نے یہ عام حکم دیا کہ "اہل قبلہ سب مومن ہین" وہ دیکھ رہے تھے کہ جن مسایل پر قیامتین برپا ہین - جو کفر و اسلام کی معیار قرار دی گئی ہین - وہ صرف لفظی بحثین اور فرضی اصطلاحین ہین - سب سے بڑا مسئلہ قدم قرآن - کا تھا جسکو لوگون نے قریباً کلمہ توحید کی برابر قرار دیا تھا - بڑے بڑے علما کا قول ہے کہ "اسلام کو دو شخصون نے نہایت نازک وقتون مین محفوظ رکھا حضرت ابوبکر صدیق - جنھون نے رسول اللہ کی وفات کے بعد - مرتدین عرب کا استیصال کیا - اور امام احمد حنبل جو مامون الرشید کے زمانہ مین حدوث قرآن کے منکر رہے - بلکہ ایک اعتبار سے امام حنبل کو ترجیح ہے کیونکہ صحابہ حضرت ابوبکر کے معاون اور انصار تھے لیکن امام حنبل - کا کوئی مددگار نہ تھا"

اہل قبلہ سب مومن ہین -

رجال کی کتابون مین جب کسی شخص کو ثقہ اور مستند ثابت کیا جاتا ہے تو سب سے بڑی دلیل یہ پیش کیجاتی ہے کہ وہ حدوث قرآن کو کفر سمجھتا تھا" - حالانکہ یہ صرف ایک لفظی بحث ہے - جو لوگ قرآن کو حادث کہتے تھے اونکی غرض - اون الفاظ اور اصوات سے تھی جس کا ظہور

اور تابعین کے اقوال بھی شامل ہین - امام شافعی - نے امام احمد حنبل - کے سامنے اکثر اعتراف کیا ہے کہ تم لوگ بہ نسبت ہمارے احادیث سے زیادہ واقف ہو - قاضی یحیی بن اکثم جو ترمذی - کے شیخ ہین حسرت سے کہا کرتے تھے کہ اگر " امام شافعی - نے علم حدیث کی طرف پوری توجہ کی ہوتی تو ہم لوگون کو سب سے بے نیاز کر دیا ہوتا[۱] " حافظ ابن حجر - نے توالی التاسیس مین جو امام شافعی - کے حالات مین ایک مختصر اور مفید رسالہ ہے - جہان امام شافعی - کے شیوخ حدیث سے بحث کی ہے - خاتمہ پر لکھا ہے کہ " ولم یکثر من الشیوخ کعادۃ اھل الحدیث لاقبالہ علی الاشتغال بالفقۃ " یعنی وہ بہت سے شیوخ سے نہین ملے - جیسا کہ اہل حدیث کی عادت ہے - کیونکہ اونکو فقہ کا شغل رہتا تھا " حافظ ابن حجر - نے امام شافعی - کی نسبت قلت شیوخ کا جو سبب بیان کیا - امام ابو حنیفہ - کی قلت روایت کا بھی وہی سبب ہے - لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگون نے اس دایرہ کو زیادہ وسیع کیا - اور عموماً اونکی قلت روایت کے قایل ہوئے - یہ خیال کچھ نیا نہین ہے - اگلے زمانہ مین بھی بعض بعض لوگون کی یہ راے تھی اور وہی غلط فہمی آج تک چلی آتی ہے -

اس سے انکار نہین ہو سکتا - کہ امام ابو حنیفہ - کے وہ واقعات جو منظر عام پر نمایان ہین اون سے ایک ظاہر بین شخص ایسی ہی راے قایم کر سکتا ہے - حدیث مین اونکی کوئی تصنیف موجود نہین - صحاح - مین بجز ایک دو روایت کے اونکا نام تک نہین

[۱] توالی التاسیس لحافظ ابن حجر صفحہ ۵۶ -

پایا جاتا۔ سب سے زیادہ یہ کہ اونکی شہرت اہل الراے کے لقب سے ہے جس سے متبادر ہوتا ہے کہ حدیث سے اونکو کم تعلق تہا۔ اس قدر ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ مغازی۔ قصص۔ سیر۔ وغیرہ مین اونکی نظر چندان وسیع نہ تہی۔ امام مالک۔ و امام شافعی۔ کا بھی یہی حال تہا۔ لیکن احکام و عقاید۔ کے متعلق امام ابو حنیفہ کو جو واقفیت اور تحقیق حاصل تہی اوس سے انکار کرنا صرف کم نظری اور ظاہر بینی کا نتیجہ ہے۔

اونکی تصنیف یا روایتون کا مدوّن نہونا۔ قلت نظر کی دلیل نہین ہو سکتا۔ حضرت ابو بکر صدیق سے زیادہ کسی صحابی کو رسول اللہ کے ساتھ جلوت و خلوت مین رہنے کا اتفاق نہین ہوا تھا۔ رسول اللہ کے اقوال و افعال سے جسقدر وہ واقف تھے اور کون ہو سکتا تھا۔ لیکن حدیث کی تمام کتابون مین اونکی روایت سے جسقدر صحیح حدیثین ہین اونکی تعداد سترہ سے زیادہ نہین[۱]۔ کون شخص کہہ سکتا ہے کہ اونکو صرف اسیقدر حدیثین معلوم تہین حضرت ابو بکر کے بعد۔ عمر فاروق کا درجہ ہے۔ اون سے بھی صرف پچاس حدیثین مروی ہین جنمین سے بعض کا کافی ثبوت نہین۔ حضرت عثمان۔ اور جناب امیر۔ کا بھی یہی حال ہے بخلاف انکے حضرت ابو ہریرہ سے ۵۳۶۴۔ انس۔ سے ۲۲۸۶۔ عبد اللہ بن عباس۔ سے ۲۶۶۰۔ جابر سے ۱۵۴۰۔ عبد اللہ بن عمر۔ سے جو رسول اللہ کے زمانہ مین نوجوان تھے

خلفاے اربعہ کی قلت روایت

[۱] مناقب الشافعی للامام الرازی خلفاے اربعہ کی نسبت یہ تعداد مین نے امام شافعی کے قول کے موافق لکھی ہے۔ اور محدثین کے نزدیک اس سے زیادہ حدیثین اون لوگون سے مروی ہین۔ تاہم اسقدر تعداد نہین پہونچتی جسپر کثرت روایت کا اطلاق کیا جاسے۔ ۱۲

۲۶۳۰ حدیثین مروی ہین۔ اگر روایتون کا موجود ہونا ہی معیار ہے۔ تو خلفاے اربعہ کی نسبت تسلیم کرنا پڑے گا کہ یا اون کا حافظہ ضعیف اور نہایت ضعیف تھا۔ یا دانستہ اونکو رسول اللہ کے اقوال و افعال کی طرف التفات اور توجہ نہ تھی۔ وحاشاھم عن ذلک۔

یہ سچ ہے کہ صحاح ستہ۔ کے مصنفین نے امام صاحب سے روایت نہین کی (دو ایک روایتین مستثنیٰ ہین) لیکن اس الزام مین اور ائمہ بھی اونکے شریک ہین۔ امام شافعی جنکو بڑے بڑے محدثین۔ مثلاً امام احمد حنبل۔ اسحاق بن راہویہ۔ ابو ثور۔ حمیدی۔ ابو زرعۃ الرازی ابو حاتم۔ نے حدیث و روایت کا مخزن تسلیم کیا ہے۔ اونکی سند سے صحیحین مین ایک بھی روایت موجود نہین۔ بلکہ بخاری و مسلم نے کسی اور تصنیف مین بھی امام شافعی کی سند سے کوئی روایت نہین کی۔ امام رازی۔ نے بخاری و مسلم کی اس بے اعتنائی کی بہت سی تاویلین کی ہین۔ مگر کوئی معقول بات نہین بتا سکے۔ صحیحین۔ پر موقوف نہین ترمذی۔ ابو داود۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ مین بھی بہت کم ایسی حدیثین ہین جنکے سلسلہ رواۃ مین امام شافعی کا نام آیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض محدثین نے۔ اعتماد اور استناد کا جو معیار قرار دیا تھا اوسمین اہل نظر۔ بلکہ اکثر لوگون کے۔ لئے کم گنجایش تھی۔ علامہ قسطلانی۔ نے شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے۔ کہ امام بخاری فرمایا کرتے تھے۔ کہ مینے کسی ایسے شخص سے حدیث نہین لکھی جسکا یہ قول نہ تھا کہ الایمان قول وعمل[1] اگر یہ صحیح ہے تو امام ابو حنیفہ۔ کو اونکے دربار مین پہونچنے کی کیونکر امید ہو سکتی تھی۔

بخاری و مسلم نے امام شافعی کے واسطہ سے کوئی حدیث روایت نہین کی۔

جو شخص ایمان کے حقیقت مین عمل کو داخل نہین سمجھتا تھا امام بخاری اوس سے روایت نہین کرتے تھے۔

[1] حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ مین امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے۔

امام بخاری نے - تاریخ کبیر - مین امام شافعی - کا ذکر کیا ہے لیکن جس بے پروائی سے کیا ہے اوسکے لحاظ سے امام رازی - نے یہی غنیمت سمجھا کہ تضعیف نہین کی - چنانچہ امام شافعی - کے فضائل مین فرماتے ہین - واما الامام محمد بن اسمعیل البخاری فقد ذکر الشافعی فی تاریخه الکبیر فقال فی باب محمد بن ادریس بن عبد الله محمد الشافعی القرشی مات سنه اربع ومائتین ثم انه ما ذکره فی باب الضعفاء مع علمه بانه کان قد روی شیأ کثیرا من الحدیث ولو کان من الضعفاء فی هذه الباب لذکره یعنی "امام بخاری نے شافعی کا ذکر تاریخ کبیر - مین کیا ہے چنانچہ فلان باب مین لکھا ہے کہ محمد بن ادریس بن عبد اللہ محمد الشافعی القرشی نے ۲۰۴ھ مین وفات پائی - لیکن اونکو ضعفاء کے باب مین ذکر نہین کیا - حالانکہ امام بخاری جانتے تھے کہ شافعی نے بہت سی حدیثین روایت کی ہین - اور اگر وہ اس باب مین ضعیف ہوتے تو امام بخاری ضرور اونکو ضعیف لکھتے"

امام اوزاعی - جو محدث اور مجتہد مستقل تھے اور بلاد شام مین اونکا وہی اعزاز و اعتبار تھا جو عرب و عراق مین - امام مالک - و شافعی - کا - اونکی نسبت کسی نے امام احمد حنبل - سے راے پوچھی - فرمایا کہ "حدیث ضعیف و راے ضعیف[1]"

لطف یہ ہے کہ مجتہدین - جس چیز پر فخر کرسکتے ہین وہ دقت نظر - قوت استنباط - استخراج مسایل - تفریع احکام ہے - لیکن محدثین کے ایک گروہ کے نزدیک یہی

[1] مناقب الشافعی امام الرازی - باب رابع -

باتین عیب ونقص مین داخل ہین۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری۔ قاضی ابویوسف کے ذکر مین لکھتے ہین کہ "اہل حدیث مین سے ایک گروہ نے اونکی روایت سے اس بناپر احتراز کیا ہے کہ اون پر راے غالب تھی اور فروع احکام کی تفریع کرتے تھے۔ اِن باتون کے ساتھ بادشاہ کی صحبت مین رہتے تھے اور منصب قضا پر مامور تھے[۱]" اگر فروع اور احکام کا استنباط بھی جرم ہے تو بے شبہ امام ابوحنیفہ۔ قاضی ابویوسف سے زیادہ مجرم ہین۔

البتہ یہ بات غور کے قابل ہے کہ امام ابوحنیفہ۔ اور اونکے اتباع کو کیون اہل الراے کہا جاتا تھا۔ اِس باب مین اکثر لوگون نے غلطی کی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ انھون نے شہرت عام کے مقابلہ مین تحقیق کی پروا نہ کی۔

اس بحث کے تصفیہ کیلئے سب سے پہلے یہ پتہ لگانا چاہیئے کہ یہ لقب کب ایجاد ہوا اور کن لوگون پر اطلاق کیا گیا۔ جہانتک ہمکو معلوم ہے اِس لقب کے ساتھ اول جسکو امتیاز حاصل ہے وہ ربیعۃ الراے ہین جو امام مالک۔ کے اوستاد اور شیخ الحدیث تھے۔ راے کا لفظ اونکے نام کا جزو بنگیا ہے اور تاریخ واسماء الرجال مین ہمیشہ اونکا نام ربیعۃ الراے لکھا جاتا ہے۔ یہ مشہور محدث او فقیہ تھے۔ اور بہت سے صحابہ سے ملے تھے۔ علامہ ذہبی۔ نے میزان الاعتدال۔ مین اون کا ذکر اِن لفظون سے کیا ہے "تمام اصحاب کتب۔ (یعنی صحاح ستہ) نے اون سے احتجاج کیا ہے۔ عبدالعزیز ماجشون کا قول ہے کہ واللہ مینے ربیعۃ سے زیادہ کسی کو حافظ الحدیث نہین دیکھا"۔

اہل الراے کی تحقیق۔ ربیعۃ الراے۔

---

[۱] تاریخ ابن خلکان۔ ترجمہ قاضی ابویوسف۔

جو لوگ اہل الرائے کے لقب سے مشہور تھے۔

اسی زمانہ مین اور اوسکے بعد اور لوگ بھی اس لقب سے پکارے گئے۔ محدث بن قتیبہ نے کتاب المعارف مین اہل الرائے کی سرخی سے ایک باب باندہا ہے۔ اور عنوان کے نیچے یہ نام لکھے ہین۔ ابن ابی لیلی۔ ابو حنیفہ۔ ربیعۃ الرائے۔ زفر۔ اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ مالک بن انس۔ ابو یوسف قاضی۔ محمد بن حسن" ابن قتیبہ نے ۲۷۶ھ مین وفات پائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم تیسری صدی تک مذکورہ بالا لوگ اہل الرائے کے لقب سے مشہور تھے۔ اگرچہ یہ سب لوگ درحقیقت (زفر کے سوا) محدث ہین۔ لیکن امام مالک۔ سفیان ثوری۔ امام اوزاعی۔ کی شہرت تو محتاج بیان نہین۔

محدثین مین دو گروہ تھے۔

اصل یہ ہے کہ جو لوگ علم حدیث کی درس تدریس مین مشغول تھے اونمین دو فرقے قایم ہو گئے تھے۔ ایک وہ جنکا کام صرف حدیثون اور روایتون کا جمع کرنا تھا۔ وہ حدیث ہی صرف من حیث الروایۃ بحث کرتے تھے۔ یہانتک کہ اونکو ناسخ و منسوخ سے بھی کچھ سروکار نہ تھا۔ دوسرا فرقہ حدیثون کو۔ استنباط احکام۔ اور استخراج مسایل۔ کے لحاظ سے دیکھتا تھا۔ اور اگر کوئی نص صریح نہین ملتی تھی تو قیاس سے کام لیتا تھا۔ اگرچہ یہ دونون حیثیتین دونون فریق مین کسی قدر مشترک تھین۔ لیکن وصف غالب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز تھا۔ پہلا فرقہ۔ اہل الروایۃ۔ اور اہل الحدیث۔ اور دوسرا فرقہ۔ مجتہد اور اہل الرائے کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امام مالک۔ سفیان ثوری۔ اوزاعی اسلیے اہل الرائے کہلاے کہ وہ محدث ہونیکے ساتھ مجتہد مستقل اور بانی مذہب تھے۔ لیکن چونکہ ان لوگون مین۔ بھی معلومات حدیث اور قوت اجتہاد کے لحاظ سے اختلاف

مراتب تھا۔ اسلئے اضافی طور پر کبھی کبھی اسی فرقہ مین سے ایک کو اہل الراے اور دوسرے کو اہل حدیث کہتے تھے۔ مثلاً امام مالک کی بہ نسبت امام ابوحنیفہ پر مجتہد اور اہل الراے کا لقب زیادہ موزون تہا۔ امام احمد بن حنبل سے ایک بار نضر بن یحییٰ۔ نے پوچھا کہ "آپ لوگون کو ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے۔ اونہون نے جواب دیا کہ "راے" نضر۔ نے کہا کہ کیا امام مالک۔ راے۔ پر نہین عمل کرتے۔ امام احمد بن حنبل۔ بولے کہ ہان لیکن ابوحنیفہ۔ راے کو زیادہ دخل دیتے ہین۔ نضر۔ نے کہا تو حصّہ رسدی کے موافق دونون پر الزام آنا چاہیئے نہ صرف ایک پر امام احمد حنبل۔ کچھ جواب نہ دیسکے اور چپ ہو گئے[۱]۔

امام صاحب کے اہل الراے کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ۔

امام ابوحنیفہ سے پہلے فقہ۔ کوئی مستقل اور مرتب فن نہ تھا۔ امام صاحب نے جب اوسکی تدوین کی طرف توجہ کی تو ہزارون مسئلے ایسے پیش آئے جنمین کوئی حدیث صحیح۔ بلکہ صحابہ کا قول بھی موجود نہ تھا۔ اس لئے اونکو قیاس سے کام لینا پڑا۔ قیاس پر۔ گو پہلے بھی عمل تھا۔ خود صحابہ۔ قیاس کرتے تھے اور اوسکے مطابق فتوے دیتے تھے (اسکا مفصل بیان آگے آے گا) لیکن اوسوقت تک تمدن کو چندان وسعت حاصل نہ تھی۔ اسلئے نہ کثرت سے واقعات پیش آتے تھے نہ چندان قیاس۔ کی ضرورت پڑتی تھی۔ امام صاحب نے فقہ کو مستقل فن بنانا چاہا تو قیاس۔ کی کثرت استعمال کے ساتھ اوسکے اصول و قواعد بھی مرتب کرنے پڑے اس بات نے اونکو۔ راے اور قیاس۔ کے انتساب سے زیادہ شہرت دی۔ چنانچہ تاریخون مین جہان اونکا نام لکھا جاتا ہے امام اہل الراے۔ لکھا جاتا ہے۔

[۱] عقود الجمان خاتمہ فصل اول۔

ایک اور وجہ

اس شہرت کی ایک اور وجہ ہوئی۔ عام محدثین۔ حدیث و روایت مین درایت سے بالکل کام نہین لیتے تھے۔ امام ابو حنیفہ۔ نے اوسکی ابتدا کی۔ اور اوسکے اصول و قواعد منضبط کئے۔ اونہون نے بہت سی حدیثین اس بنا پر قبول نہ کین کہ اصولِ درایت کے موافق ثابت نہ تھین۔ اس لئے اس لقب کو زیادہ شہرت ہوئی۔ کیونکہ درایت۔ اور۔ رائے مترادف سے الفاظ ہین۔ اور کم از کم یہ کہ عام لوگ اِن دونون مین فرق نہین کر سکتے تھے۔

امام ابو حنیفہ کا محدث اور حافظ الحدیث ہونا

اِن عارضی بحثون کے بعد ہم اصل مسئلہ پر متوجہ ہوتے ہین۔ یعنی یہ کہ امام ابو حنیفہ۔ کو فن حدیث مین کیا رتبہ حاصل تھا۔ اِس بحث کے فیصلے کے لئے اونکی علمی زندگی کے اون واقعات پر نظر ڈالنی چاہیئے جو نہایت صحیح اور مستند روایتون سے ثابت ہین۔ اس کتاب کے پہلے حصہ مین ہم امام ابو حنیفہ کی تحصیلِ حدیث کے حالات۔ اون کتابون کی سند سے لکھ آئے ہین جنپر فن رجال کا دارومدار ہے۔ اب غور کرو کہ جس شخص نے بیس برس کی عمر سے جو فہم کی درستی اور پختگی کا زمانہ ہے۔ علم حدیث پر توجہ کی ہو۔ اور ایک مدت تک اس شغل مین مصروف رہا ہو۔ جسنے کوفہ۔ کے مشہور شیوخِ حدیث سے حدیثین سیکھی ہون۔ جو۔ حرم محترم۔ کی درسگاہون مین برسون تحصیل حدیث کرتا رہا ہو۔ جسکو مدینہ منورہ۔ کے شیوخ نے سند فضیلت دی ہو۔ جسکے اساتذۂ حدیث۔ عطا بن ابی رباح۔ نافع بن عمر۔ عمرو بن دینار۔ محارب بن دثار۔ اعمش کوفی۔ امام باقرؑ۔ علقمہ بن مرثد۔ مکحول شامی۔ امام اوزاعی۔ محمد بن مسلم الزہری۔ ابو اسحٰق السبیعی سلیمان بن یسار۔ عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج۔ منصور المعتمر۔ ہشام بن عروہ۔ وغیرہ ہون جو فن روایت کے ارکان ہین۔ اور جنکی روایتون سے بخاری و مسلم مالامال ہین۔ وہ حدیث

مین کس رتبہ کا شخص ہوگا؟

اِسکے ساتھہ۔ امام صاحب کے شاگردون پر لحاظ کرو[۵۱]۔ یحیی بن سعید القطان جو فن جرح و تعدیل کے امام ہین۔ عبد الرزاق بن ہمام۔ جنکے جامع کبیر۔ سے امام بخاری۔ نے فایدہ اُٹھایا ہے۔ یزید بن ہرون۔ جو امام احمد حنبل کے اُستاد تھے۔ وکیع بن الجراح۔ جنکی نسبت امام احمد حنبل۔ کہا کرتے تھے کہ حفظ۔ اسناد۔ روایت۔ مین مینے اونکا ہمسر کسی کو نہین دیکھا عبد اللہ بن المبارک۔ جو فن حدیث مین امیر المومنین۔ تسلیم کئے گئے ہین۔ یحیی بن زکریا بن ابی زایدہ جنکو علی بن المدینی۔ (اُستاد بخاری) منتہاے علم کہا کرتے تھے۔ یہ لوگ براے نام امام صاحب۔ کے شاگرد نہ تھے بلکہ برسون اونکے دامن فیض مین تعلیم پائی تھی اور اس انتساب پر اونکو فخر و ناز تہا۔ عبد اللہ بن المبارک کہا کرتے تھے کہ اگر خدا نے ابو حنیفہ و سفیان ثوری۔ سے میری مدد نہ کی ہوتی تو مین ایک معمولی آدمی ہوتا[۵۲]۔ وکیع۔ اور یحیی بن ابی زایدہ امام صاحب کی صحبت مین اتنی مدت تک رہے تھے کہ صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے۔

کیا اس رتبہ کے لوگ جو خود حدیث و روایت کے پیشوا اور مقتدا تھے کسی معمولی شخص کے سامنے سر جہکا سکتے تھے؟

اِن باتون کے علاوہ امام ابو حنیفہ۔ کا مجتہد مطلق ہونا ایک ایسا مسلم مسئلہ ہے جس سے بارہ سو برس کی مدت مین شاید ایک آدہ ہی شخص نے انکار کیا ہو۔ اجتہاد کی تعریف۔ علماے حدیث مثلاً۔ بغوی۔ رافعی۔ علامہ نووی۔ وغیرہ نے اِن لفظون مین کی ہے۔ "مجتہد وہ شخص ہے

اجتہاد کی شرطیں اور امام ابو حنیفہ کا مجتہد مطلق ہونا۔

[۵۱] اِن لوگون کا تذکرہ اِس کتاب کے خاتمہ مین کسیقدر تفصیل کے ساتھہ مذکور ہے [۵۲] تہذیب التہذیب ترجمۂ امام ابو حنیفہ

جو قرآن۔ حدیث۔ مذاہب سلف۔ لغت۔ قیاس۔ ان پانچ چیزون مین کافی دستگاہ رکھتا ہو یعنی مسایل شرعیہ کے متعلق جسقدر قرآن مین آیتین ہین۔ جو حدیثین رسول اللہ سے ثابت ہین۔ جسقدر علم لغت درکار ہے۔ سلف کے جو اقوال ہین۔ قیاس کے جو طرق ہین قریب کل کے جانتا ہو۔ اگر انمین سے کسی مین کمی ہے تو وہ مجتہد نہین ہے اور اوسکو تقلید کرنی چاہیئے"[۵۱]۔

اسی بنا پر علامہ ابن خلدون۔ نے فصل علوم الحدیث۔ مین مجتہدین کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ "بعض ناانصاف مخالفین کا قول ہے کہ ان مجتہدون مین سے بعض۔ فن حدیث مین کم مایہ تھے۔ اسلئے اونکی روایتین کم ہین۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ ایمہ کبار کی نسبت یہ گمان نہین کیا جاسکتا۔ کیونکہ شریعت۔ قرآن وحدیث۔ سے ماخوذ ہے۔ پس جو شخص حدیث مین کم مایہ ہے اوسکو تلاش اور کوشش کرنی چاہیئے تاکہ دین کو اصول صحیحہ سے اخذ کر سکے"۔ اسکے بعد علامہ موصوف لکھتے ہین کہ "فن حدیث مین امام ابو حنیفہ کا کبار مجتہدین مین ہونا اس سے ثابت ہے کہ اون کا مذہب محدثین مین معتبر خیال کیا جاتا ہے اور رداً وقبولاً اوس سے بحث کیجاتی ہے"[۵۲]۔ علامہ موصوف نے اسکا سبب بھی بتایا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ۔ کی روایتین کم کیون ہین۔ ہم خود اسکو مفصل لکھین گے۔

---

۵۱ عقد الجید شاہ ولی اللہ صاحب۔ بحث حقیقت اجتہاد۔ ۵۲ مقدمہ۔ اس عبارت کے ہوتے ہوئے بعض کوتاہ بینون نے امام صاحب کی ناواقفیت حدیث پر ابن خلدون کے ایک ضمنی قول سے استدلال کیا ہے جسکو خود ابن خلدون نے ایسے لفظون سے بیان کیا ہے جو ضعف اور عدم وثوق پر دلالت کرتا ہے۔ ۱۲

محدثین - مین بھی اکثرون نے اس کا اعتراف کیا ہے - علامۂ ذہبی - نے جو زمانہ مابعد کے تمام محدثین کے پیشوا اور امام ہین - حُفّاظِ حدیث - کے حالات مین ایک مستقل کتاب لکھی ہے - دیباچہ مین لکھتے ہین کہ "یہ اون لوگون کا تذکرہ ہے جو علم نبوی کے حامل ہین اور جنکے اجتہاد پر - توثیق اور تضعیف تصحیح و تزئیف - مین رجوع کیا جاتا ہے" علامہ موصوف نے تمام کتاب مین اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے - اور کسی ایسے شخص کا حال نہین لکھا جو علم حدیث کا بڑا ماہر نہو - چنانچہ خارجہ بن زید بن ثابت - کا ضمناً ایک موقع پر ذکر آگیا ہے تو لکھتے ہین "کہ مینے اونکو حُفّاظ حدیث مین اسلئے ذکر نہین کیا کہ وہ قلیل الحدیث تھے" امام ابوحنیفہ - کے محدث ہونے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت درکار ہے کہ علامۂ ذہبی - نے اس کتاب مین اونکا ترجمہ لکھا ہے - اور اونکو حفاظ حدیث مین شمار کیا ہے -

محدث ذہبی نے امام ابوحنیفہ کو حُفاظ حدیث مین محسوب کیا ہے -

حافظ ابو المحاسن دمشقی شافعی نے عقود الجمان مین ایک خاص باب باندھا ہے جسکے یہ الفاظ ہین الباب الثالث والعشرون - فی بیان کثرۃ حدیثہ وکونہ من اعیان الحفاظ المحدثین - یعنی تیئسوان [۲۳] باب اس بیان مین کہ وہ (امام ابوحنیفہ) کثیر الحدیث اور اعیان الحفاظ سے تھے" قاضی ابو یوسف صاحب جنکو یحیی بن معین - صاحب الحدیث کہتے تھے اور علامۂ ذہبی - نے اونکو حفاظ حدیث مین محسوب کیا ہے - اونکا بیان ہے کہ "ہم لوگ امام ابوحنیفہ سے مسایل مین بحث کرتے ہوتے تھے جب اونکی راے قایم ہوجاتی تھی تو مین حلقۂ درس سے اوٹھکر کوفہ کے محدثین کے پاس جاتا تھا - اور اون سے اوس مسئلہ کے متعلق حدیثین دریافت کرکے امام صاحب کی خدمت مین حاضر ہوتا تھا

امام صاحب اون حدیثون مین سے بعض کو قبول کرتے تھے۔ بعض کو فرماتے تھے کہ صحیح نہین۔ مین پوچھتا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ فرماتے کہ کوفہ مین جو علم ہے۔ مین اوسکا عالم ہون[1]"

یہ تمام باتین اسباب کی شاہد ہین کہ علم حدیث مین امام ابوحنیفہ کا کیا پایہ تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان باتون نے امام ابوحنیفہ کو امام ابوحنیفہ نہین بنایا۔ اگر وہ حافظ الحدیث تھے تو اور لوگ بھی تھے۔ اگر اونکے شیوخ حدیث کئی سو تھے تو بعض آئمہ سلف کے شیوخ کئی کئی ہزار تھے۔ اگر انہون نے کوفہ وحرمین کی درسگاہون مین تعلیم پائی تھی تو اورون نے بھی یہ شرف حاصل کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ۔ کو جس بات نے تمام ہمعصرون مین امتیاز دیا وہ اور چیز ہے جو ان سب باتون سے بالاتر ہے۔ یعنی احادیث کی تنقید اور بلحاظ ثبوت احکام۔ اونکے مراتب کی تفریق۔ امام ابوحنیفہ کے بعد۔ علم حدیث کو بہت ترقی ہوئی۔ غیر مرتب اور پریشان حدیثین یکجا کی گئین۔ صحاح کا التزام کیا گیا۔ اصول حدیث کا مستقل فن قایم ہوگیا۔ جسکے متعلق سیکڑون بیش بہا کتابین تصنیف ہوئین۔ زمانہ اس قدر ترقی کرگیا ہے۔ باریک بینی اور دقت آفرینی کی کوئی حد نہین رہی۔ تجربہ اور دقت نظر نے سیکڑون نئے نکتے ایجاد کئے۔ لیکن تنقید احادیث اصول درایت۔ امتیاز مراتب۔ مین امام ابوحنیفہ کی تحقیق کی جو حد ہے آج بھی ترقی کا قدم اوس سے آگے نہین بڑھتا۔

اس اجمال کی تفصیل اوسوقت سمجھ مین آسکتی ہے کہ فن حدیث کی آغاز اور طرز ترقی۔

---

[1] عقود الجمان۔

کا اجمالی نقشہ کھینچا جاے - جس سے ظاہر ہو کہ روایتون کا سلسلہ کیونکر پیدا ہوا - اور کس کس دور مین اوسکی کیا کیا حالتین بدلین - اسی سے اسبات کا اندازہ ہو سکے گا کہ احادیث کی تنقید مین اجتہاد و راے کا کس قدر کام ہے اور امام ابو حنیفہ - کو اس لحاظ سے اپنے تمام ہمعصرون مین کیا خاص امتیاز حاصل ہے -

سلسلۂ حدیث کی مختصر تاریخ

اسناد و روایت کا سلسلہ اگرچہ رسول اللہ کے عہد مبارک ہی مین شروع ہو چکا تھا لیکن اوسوقت تک جسقدر رتھا نہایت سادہ او رقدرتی صورت مین تھا - آغاز نبوت سے تیرہ برس کا زمانہ تو ایسا پُر آشوب زمانہ تھا کہ صحابہ کو اپنی جان کی پڑی تھی - اسناد و روایت کا کہان موقع تھا - اسی ضرورت سے احکام و فرایض بھی کم تھے یعنی نماز کے سوا اور کچھ فرض نہوا تھا - کیونکہ اس زحمت مین اور فرایض کی تکلیف تکلیف مالایطاق سے کم نہ تھے - نمازین بھی مختصر تھین - یعنی ظہر - عصر - عشا - سب مین صرف دو رکعتین فرض تھین - جمعہ و عیدین سرے سے مامور بہ نہ تھے - ۲ سنہ ہجری مین یعنی نبوت سے تیرھوین برس روزے فرض ہوے - زکوٰۃ کی نسبت اختلاف ہے علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ ۹ سنہ مین فرض ہوئی " - حج کا حکم بھی اسی سنہ مین ہوا - غرض آغاز نبوت سے ایک مدت تک - نماز - کے سوا نہ اور احکام صادر ہوے تھے نہ اونکے متعلق حدیثین اور روایتین پیدا ہوئی تھین - صحابہ مسایل و احکام کے متعلق زیادہ پرس و جو نہین کرتے تھے - خود قرآن مین حکم آچکا تھا - لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوءکم - عبد اللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ " مینے رسول اللہ کے اصحاب سے کسی قوم کو بہتر نہین دیکھا - تمام زمانہ نبوت مین صرف ۱۳ مسئلے رسول اللہ

سے پوچھتے جو سب قرآن مین مذکور ہین[5]، اور صحابہ سے بھی اسی قسم کے اقوال منقول ہین۔

جو احکام اور واقعات پیش آتے تھے اونمین بھی روایت کا سلسلہ کم جاری ہوا تھا۔ صحابہ خود رسول اللہ سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ اور واسطہ و روایت کی کم ضرورت پڑتی تھی۔ حدیثون کی قلم بند کرنے کی اجازت نہ تھی۔ صحیح مسلم مین روایت ہے کہ لاتکتبوا عنی شیا الا القرآن ومن کتب عنی شیا غیر القرآن فلیمحہ۔ رسول اللہ کے بعد حضرت ابوبکر۔ کی خلافت شروع ہوئی۔ اور ابتداہی مین عرب کی بغاوت عام کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس سے فارغ ہوکر روم و ایران کی مہمین شروع ہوگئین۔ اور اونکی مختصر خلافت مین حدیثون کی چندان اشاعت نہوسکی۔ حضرت عمر۔ نے سات برس خلافت کی اور ملک مین نہایت امن و امان رہا۔ لیکن وہ دانستہ حدیثون کی کثرت کو روکتے تھے۔ علامہ ذہبی۔ نے طبقات الحفاظ مین لکھا ہے کہ حضرت عمر۔ اس خوف سے کہ حدیث بیان کرنیوالا رسول اللہ کی طرف غلط روایت منسوب نکردے۔ صحابہ کو ہمیشہ حکم دیتے تھے کہ حدیثین کم بیان کیا کرین[5]۔ ایک بار انصار۔ کے ایک گروہ کو کوفہ بھیجا۔ چلتے وقت اون سے فرمایا کہ "تم لوگ کوفہ جاتے ہو۔ وہان ایک قوم سے ملوگے جو بڑی رقت سے قرآن تلاوت کرتے ہین۔ وہ تمہاری آمد سُنکر مشتاق ہونگے کہ رسول اللہ۔ کے اصحاب آئے ہین۔ رسول اللہ کے اصحاب آئے ہین۔ لیکن جب وہ تمہارے پاس آئین اور حدیثین سُننی چاہین تو زیادہ حدیثین نہ بیان

حضرت عمر کثرت روایت کو روکتے تھے

[5] سند دارمی [5] طبقات الحفاظ ترجمہ حضرت عمر۔

کرنا[۵۱]" اسیطرح عراق۔ کو صحابہ جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے خود اونکی مشایعت کی۔ اور اون سے پوچھا کہ "جانتے ہو! مین کیون تمہارے ساتھ آرہا ہون" لوگون نے کہا تکرمۃ علینا۔ یعنی ہماری عزت افزائی کے لئے"۔ فرمایا کہ "ہان لیکن ایک اور مقصد ہے۔ وہ یہ کہ جہان جا رہے ہو وہان لوگ اکثر قرآن کی تلاوت کیا کرتے ہین۔ اون کو حدیثون مین نہ پھنسا لینا اور رسول اللہ سے کم روایت کرنا" چنانچہ جب یہ لوگ قرظہ پہنچے۔ تو لوگ یہ سنکر کہ صحابہ تشریف لائے ہین زیارت کو آئے۔ اور حدیثون کی خواہش ظاہر کی۔ ان لوگون نے اس بنا پر انکار کیا کہ "حضرت عمرؓ نے منع کیا ہے[۵۲]" حضرت ابوہریرہؓ سے ابوسلمہؓ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بھی اسطرح حدیثین روایت کیا کرتے تھے۔ بولے کہ "نہین ورنہ عمرؓ درہ مارتے[۵۳]"

حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کی مجموعی خلافت بیس اکیس برس رہی۔ اسمین احادیث کی زیادہ اشاعت ہوئی۔ صحابہ دور دور پہونچ گئے تھے۔ ضرورتین بڑہتی جاتی تہین۔ نئے نئے مسئلے پیش آتے تھے۔ ان اسباب نے حدیث و روایت کے سلسلہ کو بہت وسعت دی۔ حضرت عثمانؓ کے اخیر زمانہ مین بغاوت ہوئی۔ جسکا خاتمہ خلیفہ وقت کی شہادت پر ہوا! اور یہ پہلا موقع تہا کہ جماعت اسلام مین فرقہ بندیان قایم ہوئین۔ حضرت علیؓ کی خلافت شروع ہی سے پرآشوب رہی۔ ان اختلافات اور فتن کے ساتھ وضع احادیث کی ابتدا ہوئی اور اگرچہ کثرت اور انتشار زیادہ تر زمانہ مابعد مین ہوا۔ لیکن خود صحابہؓ کے عہد مین

[۵۱] مسند دارمی [۵۲] طبقات الحفاظ۔ ترجمہ حضرت عمر فاروقؓ [۵۳] طبقات الحفاظ۔ ترجمہ عمر فاروقؓ۔

اہل بدعت نے سیکڑون ہزارون حدیثین ایجاد کرلی تھین۔ مقدمۂ صحیح مسلم مین ہے کہ ایکبار بشیر عدوی حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور حدیث بیان کرنی شروع کی۔ اونھون نے کچھ خیال نہ کیا بشیر نے کہا ابن عباس! مین رسول اللہ سے روایت کررہا ہون اور تم متوجہ نہین ہوتے" فرمایا کہ "ایک زمانہ مین ہمارا یہ حال تھا کہ کسیکو قال رسول اللہ کہتے سنتے تھے تو فوراً ہماری نگاہین اوٹھ جاتی تھین اور کان لگاکر سنتے تھے۔ لیکن جب سے لوگون نے نیک و بد مین تمیز نہین رکھی ہم صرف ان حدیثون کو سنتے ہین جنکو ہم خود بھی جانتے ہین"

حدیثون کا وضع کیا جانا۔

زبانی روایت سے گذرکر تحریرون مین بھی جعل شروع ہوگیا تھا مسلم نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن عباس حضرت علیؑ کے ایک فیصلہ کی نقل لے رہے تھے بیچ بیچ مین الفاظ چھوڑتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ "واللہ علیؑ نے ہرگز یہ فیصلہ نہین کیا ہوگا" اسی طرح ایک اور دفعہ عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ کی ایک تحریر دیکھی تو تھوڑے سے الفاظ کے سوا باقی سب عبارت مٹادی۔

لوگون کو وضع حدیث کی زیادہ جرات اس وجہ سے ہوتی تھی کہ اوسوقت تک اسناد و روایت کا طریقہ جاری نہین ہوا تھا۔ جو شخص چاہتا تھا قال رسول اللہ کہدیتا تھا۔ اور اثبات سند کے مواخذہ سے بری رہتا تھا۔ ترمذی نے کتاب العلل مین امام ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ "پہلے زمانہ مین لوگ اسناد نہین پوچھا کرتے تھے۔ جب فتنہ پیدا ہوا تو اسناد کی پوچھ گچھ ہوئی۔ تاکہ اہل سنت کی حدیثین لیجائین اور اہل بدعت کی ترک

وضع حدیث اور روایت مین بے احتیاطی کے اسباب

کیجائین"، لیکن حدیث کی بے اعتباری اہلِ بدعت پر موقوف نہ تھی۔ اسلیئے یہ احتیاط چندان مفید نہوئی۔ اور غلطیون کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

بنو امیہ ۔ کا دور شروع ہوا اور بڑے زور شور سے حدیث نے ترویج پائی۔ صحابہ کی تعداد جسقدر کم ہوتی جاتی تھی۔ اُسیقدر۔ اونکی قدر اور اُنکی طرف التفات بڑہتا جاتا تھا۔ تمدن مین بہت کچھ ترقی ہوگئی تھی۔ نئی نئی قومین مسلمان ہوتی جاتی تہین۔ ان نو مسلمونکو ادہر تو اسلام کا نیا نیا جوش تھا۔ اُدہر۔ قوم فاتح کے مجمع مین عزت واثر پیدا کرنیکی اس سے بڑہکر کوئی تدبیر نہ تھی۔ ان باتون نے اونکو معلومات مذہبی کا اس قدر شایق بنا دیا تھا کہ خود عرب۔ اونکی ہمسری کا دعویٰ نہین کر سکتے تھے۔ غرض تمام ممالک اسلامیہ مین گھر گھر حدیث و روایت کے چرچے پھیل گئے اور سیکڑون ہزارون درسگاہین قایم ہوگئین۔

لیکن جسقدر اشاعت کو وسعت حاصل ہوتی جاتی تھی۔ اعتماد اور صحت کا معیار کم ہوتا جاتا تھا ارباب روایت کا دایرہ اسقدر وسیع تھا کہ اوسمین مختلف خیال۔ مختلف عادات۔ مختلف عقائد۔ مختلف قوم کے لوگ شامل تھے۔ اہل بدعت جابجا پھیل گئے تھے۔ اور اپنے مسایل کی ترویج مین مصروف تھے۔ سب سے زیادہ یہ کہ پوری ایک صدی گذر جانے پر بھی کتابت کا طریقہ مروج نہین ہوا تھا۔ ان اسباب سے روایتون مین اسقدر بے احتیاطیان ہوئین کہ موضوعات اور اغالیط۔ کا ایک دفتر بے پایان طیار ہوگیا۔ یہانتک کہ امام بخاری۔ نے اپنے زمانہ مین صحیح حدیثون کو جدا کرنا چاہا تو کئی لاکھ مین سے انتخاب کر کے جامع صحیح لکھی جسمین کل ۷۲۹۷ حدیثین ہین۔ اوسمین بھی اگر مکررات نکال ڈالی جائین تو صرف ۲۷۶۱ حدیثین باقی

رہتی ہین -

سیکڑون ہزارون بلکہ لاکھون حدیثین دانستہ لوگون نے وضع کرلین - حماد بن زید کا بیان ہے کہ چودہ ہزار حدیثین صرف ایک فرقہ زنادقہ نے[۵۱] وضع کرلین - عبدالکریم وضاع نے خود تسلیم کیا تھا کہ چار ہزار حدیثین اوسکی موضوعات سے ہین[۵۲] - بہت سے ثقات اور پارسا تھے جو نیک نیتی سے فضائل اور ترغیب مین حدیثین وضع کرتے تھے حافظ زین الدین عراقی - لکھتے ہین کہ ان حدیثون نے بہت ضرر پہونچایا کیونکہ ان وضعین کی تقشف اور تورع و زہد کی وجہ سے یہ حدیثین اکثر مقبول ہوگئین اور رواج پاگئین -

زنادقہ نے چودہ ہزار حدیثین وضع کین -

ایک شخص نے چار ہزار حدیثیں وضع کین -

وضع کے بعد - مسامحات - غلط فہمیان - بے احتیاطیون کا درجہ تھا - جنکی وجہ سے ہزارون اقوال رسول اللہ کی طرف بے قصد منسوب ہوگئے - بعض محدثین - کا قاعدہ تھا کہ حدیث کے ساتھ - حدیث کی تفسیر بھی بیان کرتے جاتے تھے اور اکثر حروف تفسیر حذف کردیتے تھے - جس سے سامعین کو دہوکا ہوتا تھا اور وہ اونکے تفسیری جملون کو بھی حدیث مرفوع سمجھ لیتے تھے - تعجب یہ ہے کہ اس قسم کے مسامحات بڑے بڑے ائمہ فن سے صادر ہوئے - امام زہری - جو امام مالک - کے اُستاد - اور حدیث کے ایک بڑے رکن تھے - اونکی نسبت علامۂ سخاوی - لکھتے ہین وکذا کان الزھری یفسر الحدیث کثیرا وربما اسقط اداۃ التفسیر - یعنی "اسیطرح - زہری - اکثر حدیث کی تفسیر کرتے تھے اور وہ حروف جن سے اوس عبارت کا تفسیر ہونا ظاہر ہو - چھوڑدیا کرتے تھے" - وکیع - کا بھی یہی حال تہا - وہ اکثر

[۵۱] فتح المغیث صفحہ ۱۰۰ - [۵۲] فتح المغیث صفحہ ۱۰۰ -

حدیث کے بیچ بیچ مین "یعنی" کہکر مطلب بیان کرتے جاتے ۔ اور اکثر "یعنی" کا لفظ چھوڑ دیتے تھے جس سے سامعین کو اشتباہ ہوتا تھا۔ کتب رجال و اصول حدیث مین اس قسم کی اور بہت مثالین ملتی ہین۔

بڑی آفت تدلیس کی تھی جسکا ارتکاب بڑے بڑے ایمہ فن کرتے تھے ۔ اس تدلیس نے اسناد کے اتصال کو بالکل مشتبہ کردیا تھا۔ انکے سوا اور بہت سی بے احتیاطیان تھین جنکی تفصیل اصول حدیث کی کتابون مین ملسکتی ہے ۔

غرض امام ابوحنیفہ کے زمانہ مین احادیث کا جو دفتر طیار ہوچکا تھا۔ ہزارون ۔موضوعات اغالیط۔ ضعاف۔ مدرجات ۔سے بھرا ہوا تھا۔ اوسوقت امام بخاری ۔ ومسلم نہ تھے۔ جو صحیح حدیثون کے انتخاب کی کوشش کرتے ۔امام ابوحنیفہ ۔گو مہمات فقہ کی وجہ سے اسطرف متوجہ نہو سکے۔ تاہم انہون نے روایتون کی تنقید کی بنیاد ڈالی ۔ اور اُسکے اصول وضوابط قرار دئے اونکے اصولِ تنقید نہایت سخت خیال کئے گئے ہین۔ یہانتک کہ محدثین نے اونکو متشددفی الروایۃ کا لقب دیا ہے۔ تمام اور محدثین کی بہ نسبت امام صاحب کی قلیل الروایۃ ہونیکی ایک یہ بھی وجہ ہے بلکہ تمام اور وجوہ کی بہ نسبت یہ زیادہ قوی سبب ہے ۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہین ۔ والامام ابوحنیفۃ انما قلت روایتہ لما شدد فی شروط الروایۃ والتحمل یعنی "ابوحنیفہ کی روایتین اسلئے کم ہین کہ انہون نے روایت اور تحمل کی شرطین سخت کی"۔

امام صاحب کا خیال تھا کہ بہت کم حدیثیں صحیح ہین

حدیث ۔ کے متعلق پہلا اجمالی خیال جو امام صاحب کے دل مین پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ بہت کم حدیثین ہین جو صحیح ہین ۔ یا یہ کہ بہت کم حدیثین ہین جنکی صحت کا کافی ثبوت موجود ہے۔

یہ صدا۔ اگرچہ جدت کی وجہ سے کسیقدر ناما لوٗس صدا تھی اور اسی وجہ سے بعض بعض ارباب حدیث نے نہایت سخت مخالفت کی۔ لیکن امام صاحب اس خیال پر مجبور بلکہ معذور تھے۔ انہون نے یہ راے مقلدانہ نہین قایم کی تھی۔ وہ اپنے زمانہ کے اکثر مشہور شیوخ سے ملے تھے۔ اور اونکے سرمایۂ حدیث سے متمتع ہوئے تھے۔ حرمین کی بڑی بڑی درسگاہون مین برسون تعلیم پائی تھی۔ کوفہ۔ بصرہ۔ حرمین۔ مین ارباب روایت کا جو گروہ موجود تھا برسون کے تجربہ سے اونکے ذاتی اوصاف۔ اخلاق و عادات۔ پر اطلاع حاصل کی تھی۔ غرض اس مسئلہ کے متعلق اثباتاً یا نفیاً مجتہدانہ راے قایم کرنے کے لئے جو شرطین درکار تھین۔ سب اونمین موجود تھین۔

اس خیال کا ایک بڑا سبب۔

اس خیال کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہ مسئلہ کسی نکسی پیرایہ مین اونکے خاندان تعلیم مین وراثتاً چلا آتا تھا۔ حدیث و فقہ مین اونکے خاندان تعلیم کے مورث اول عبد اللہ بن مسعود ہین اور مذہب حنفی کی بنیاد زیادہ تر انہین کی روایات و استنباطات پر ہے۔ عبد اللہ بن مسعود اگرچہ بہت بڑے محدث تھے۔ لیکن اور محدثین صحابہ کی نسبت قلیل الروایۃ تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ وہ متشدد اور محتاط تھے۔ علامہ ذہبی۔ اونکے تذکرہ مین لکھتے ہین کہ کان ممن یتحری فی الاداء ویشدد فی الروایۃ ** وکان یقل من الروایۃ للحدیث۔ یعنی عبد اللہ بن مسعود ادا مین تحری اور روایت مین تشدد کرتے تھے۔ اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے"۔ ابراہیم نخعی۔ جو عبد اللہ بن مسعود۔ کے بہ یک واسطہ شاگرد اور امام ابوحنیفہ کے بہ یک واسطہ اُستاد تھے۔ اونکا بھی یہی مذہب تھا اور اسی وجہ سے وہ صیرفی الحدیث کہلاتے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے گو اور بہت سے درسگاہون مین تعلیم پائی تھی لیکن اونکی معلومات اور خیالات کا اصلی مرکز یہی خاندان تھا۔ یہی خاندانی اثر تھا جس نے اونکے دل مین یہ خیال پیدا کیا۔ اور اوسکو اونکے ذاتی تجربہ اور دقّت نظر نے اور بھی قوت دی۔

امام صاحب کے اس خیال نے اگرچہ قبول عام کی سند حاصل نہین کی تاہم وہ بالکل بے اثر نہین رہا۔ امام مالک و امام شافعی۔ جو اجتہاد مین امام ابوحنیفہ سے متاخر ہین اونکے اصول اجتہاد مین اس خیال کا صاف پرتو پایا جاتا ہے۔ امام مالک۔ نے روایت کے متعلق جو قید اور شرطین لگائی ہین وہ امام ابوحنیفہ کے شرائط کے قریب قریب ہین اور یہی وجہ ہے کہ مشددین فی الروایۃ۔ مین۔ امام ابوحنیفہ و امام مالک کا نام ساتھ ساتھ لیا جاتا ہے

امام مالک و امام ابوحنیفہ کی شرائط روایت قریب قریب متشابہ ہین

ابن الصلاح۔ مقدمہ مین لکھتے ہین۔ ومن مذاهب التشديد مذهب من قال لاحجة الا فيما رواه الراوى من حفظه وتذكره وذلك مروى عن مالك وابى حنيفة یعنی "مشددین کا یہ مذہب ہے کہ صرف وہ حدیث قابل حجت ہے جسکو راوی نے اپنی حفظ سے یاد رکھا ہو اور یہ قول مالک و ابوحنیفہ سے منقول ہے" محدثین نے لکھا ہے کہ امام مالک نے اول جب موطا لکھی تو اومین دس ہزار حدیثین تھین۔ پھر امام مالک زیادہ تحقیق کرتے گئے تو یہ تعداد کم ہوتی گئی۔ یہان تک کہ چھ سات سو رہگئی"۔ امام شافعی۔ نے صاف لفظون مین امام ابوحنیفہ۔ کے خیالات ظاہر کئے ہین۔ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک دن ہرم قرشی نے امام شافعی۔ سے کہا کہ آپ وہ حدیثین لکھوائے جو رسول اللہ سے ثابت ہین۔ اونہون نے جواب دیا کہ " ارباب معرفت کے نزدیک صحیح حدیثین کم ہین۔ کیونکہ ابوبکر صدیق۔

امام شافعی کا قول تہا کہ صحیح حدیثین بہت کم ہین

نے جو حدیثین رسول اللہ سے روایت کین اونکی تعداد سترہ سے زیادہ نہین ہے ۔ عمر بن الخطابؓ ۔ باوجود اسکے کہ رسول اللہ کے بعد مدت تک زندہ رہے اونکی روایت سے پچاس حدیثین بھی ثابت نہین حضرت عثمانؓ کا بھی یہی حال ہے حضرت علیؓ ۔ اگرچہ لوگون کو حدیث سیکھنے کی ترغیب دلاتے تھے ۔ لیکن اون سے بھی کم حدیثین مروی ہین کیونکہ وہ مطمئن نہین رہے ۔ اون سے جو حدیثین مروی ہین اکثر حضرت عمر ۔ اور حضرت عثمان ۔ کے عہد خلافت کی ہین ۔ ان لوگونکے سوا اور صحابہ سے بہت سی حدیثین مروی ہین لیکن اہل معرفت کے نزدیک وہ تمام روایتین صحیح سند سے ثابت نہین[1]"

ان باتون سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ ۔ معتزلیون کی طرح احادیث کے منکر تھے یا صرف دس بیس حدیثون کو تسلیم کرتے تھے ۔ اونکے شاگردون نے خود اون سے سیکڑون حدیثین روایت کی ہین ۔ موطا امام محمد ۔ کتاب الآثار ۔ کتاب الحجج ۔ جو عام طور پر متداول ہین ۔ ان مین بھی امام صاحب سے بیسیون حدیثین مروی ہین ۔ البتہ اور محدثین کی نسبت اونکی احادیث مسلمہ کی تعداد کم ہے اور ۔ اوسکی وجہ وہی شروط روایت کی سختی ہے ۔ امام صاحب نے روایت کے متعلق جو شرطین اختیار کین کچھ تو وہی ہین جو اور محدثین کے نزدیک مسلم ہین ۔ کچھ ایسی ہین جنمین وہ منفرد ہین یا صرف امام مالک اور بعض اور مجتہدین اونکے ہمزبان ہین ۔

امام صاحب نے روایت کے لئے کیا شرطین مقرر کین ۔

ان مین سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ "صرف وہ حدیث حجت ہے جسکو راوی نے اپنے

[1] مناقب الشافعی از امام رازی فصل ثامن شرح مذہب شافعی ۔ ۱۲

کانون سُنا ہو اور روایت کے وقت تک یاد رکھا ہو" یہ قاعدہ بظاہر نہایت صاف ہے جس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا لیکن اوسکی تفریعین نہایت وسیع اثر رکھتی ہین اور عام محدثین کو اون سے اتفاق نہین ہے۔ محدثین کے نزدیک اِن پابندیون سے روایت کا دایرہ تنگ ہو جاتا ہے اور اس سے ہمکو بھی انکار نہین۔ لیکن اسکا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہین کہ احتیاط مقدم ہے۔ یا روایت کی وسعت۔ ہم بعض تفریعات کو کسیقدر تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ امام ابوحنیفہ۔ کو کس خیال نے اِس قسم کی سختیون پر مجبور کیا تھا۔

اکثر شیوخ کا حلقۂ درس نہایت وسیع ہوتا تھا یہانتک کہ ایک ایک مجلس مین دس دس ہزار سامعین جمع ہوتے تھے۔ اوسوقت متعدد مستملی یعنی نایب۔ جا بجا بٹھائے جاتے تھے کہ شیخ کے الفاظ کو دور والون تک پہونچائین۔ بہت سے ایسے لوگ ہوتے تھے جنکے کانون مین شیخ کا ایک لفظ بھی نہین پہونچتا تھا وہ صرف مستملی۔ کے الفاظ سُنکر حدیث روایت کرتے تھے۔ اب بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ جس شخص نے صرف مستملی سے سُنا وہ اصل شیخ کی نسبت حدثنا کہہ سکتا ہے یا نہین۔ اکثر ارباب روایت کا مذہب ہے کہ کہہ سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ۔ اسکے خلاف ہین۔ ایمہ محدثین مین سے حافظ ابونعیم فضل بن دکین۔ زاید بن قدامۃ۔ امام صاحب کے ہمزبان ہین[۵۱]۔ حافظ ابن کثیر۔ نے لکھا ہے کہ "مقتضاے عقل یہی (امام ابوحنیفہ کا) مذہب ہے لیکن عام مذہب مین آسانی ہے[۵۲]"

[۵۱] فتح المغیث صفحہ ۱۸۷ و ۱۸۹۔ [۵۲] فتح المغیث صفحہ ۱۸۸۔

امام ابوحنیفہ۔ کو اس احتیاط پر جس چیز نے مجبور کیا تھا وہ یہ تھی کہ اونکے زمانہ تک روایت بالمعنی کا طریقہ نہایت عام تھا اور بہت کم لوگ تھے جو الفاظِ حدیث کی پابندی کرتے تھے۔ اسلئے روایات مین تغیر و تبدل کا احتمال ہر واسطہ مین بڑہتا جاتا تھا۔ کم از کم یہ کہ ہر روایت پہلے واسطہ مین جسقدر قوی ہوتی تہی دوسرے واسطہ مین اوسکا وہ پایہ نہین قایم رہ سکتا تھا بے شبہہ مستملی کے مقرر کرنے کا طریقہ قایم رکھنا ضرور تھا کیونکہ اکثر موقعون پر بغیر مستملی کے کام نہین چلسکتا تھا۔ لیکن نا انصافی تھی کہ جس شخص نے بلاواسطہ شیخ سے سنا ہو اور جسنے مستملی سے روایت کی ہو دونون کا ایک درجہ قرار دیا جاے۔ مستملی کبھی کبھی نہایت غافل اور بے سمجھ ہوتے تھے۔ اسلئے غلطیون کا احتمال اور بھی قوی ہوجاتا تھا۔

اخبرنا و حدثنا کی مفہوم کی وسعت

اسیطرح بلکہ اس سے زیادہ غیر محتاط طریقہ یہ تھا کہ اخبرنا حدثنا کو بعض بعض محدثین نہایت عام معنون مین استعمال کرتے تھے۔ امام حسن بصری۔ نے متعدد روایتون مین کہا ہے حدثنا ابوھریرة۔ حالانکہ ابوہریرہ۔ سے وہ کبھی نہین ملے تھے۔ انہون نے اسکی یہ تاویل کی تھی کہ ابوہریرہ۔ نے جب وہ حدیث بیان کی تہی تو اوس شہر مین وہ موجود تھے۔ اسیطرح اور شیوخ۔ صحابہ کی نسبت حدثنا کا لفظ استعمال کرتے تھے اور معنی یہ لیتے تھے کہ اونکے شہر والون نے اون شیوخ سے سُنا تھا۔ محدث بزار۔ نے لکھا ہے کہ حسن بصری۔ نے اون لوگون سے روایت کی ہے جلسے وہ کبھی نہین ملے۔ اور تاویل یہ کرتے تھے کہ اونکی قوم نے وہ حدیث اون لوگون سے سُنی تھی[۱]؎ یہ امر علاوہ اسکے کہ ایک قسم کی

[۱] فتح المغیث صفحہ ۱۷۱۔

غلط بیانی تھی حدیث کی اسناد کو مشتبہ کر دیتا تھا۔کیونکہ راوی نے جب خود شیخ سے حدیث نہین سُنی تو بیچ مین کوئی واسطہ ہوگا اور چونکہ راوی نے اوسکا نام نہین بتایا اسلیے اوسکے ثقہ وغیر ثقہ ہونے کا حال نہین معلوم ہوسکتا صرف حسن ظن پر مدار رہگیا کہ ایسے شخص نے جس سے سُنا ہوگا وہ ضرور قابل استناد ہوگا۔ امام ابوحنیفہ۔ نے اس طریقہ کو ناجایز قرار دیا۔ اور اونکے بعد اور ایمہ حدیث نے بھی اونکی متابعت کی۔

ارباب روایت کا ایک یہ طریقہ تھا کہ جب کسی شیخ سے کچھ حدیثین سُنین اور قلمبند کرلین تو ان اجزا سے روایت کرنی ہمیشہ جایز سمجھتے تھے۔ اسکو اسقدر وسعت دیگئی کہ گو۔ راوی کو اون حدیثون کے الفاظ و معانی کچھ یاد نہ رہے ہون تاہم اس بنا پر کہ اجزا اوسکے پاس موجود ہین اونکی روایت کرسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ۔ نے اس طریقہ کو قایم رکھا لیکن یہ قید لگائی کہ حدیث کے الفاظ و مطالب محفوظ ہونے چاہئین ورنہ روایت جایز نہین۔

اجزا سے روایت

یہ مسئلہ بھی اگرچہ عام طور پر نہین تسلیم کیا گیا تاہم جیسا کہ محدث سخاوی۔ نے تصریح کی ہے امام مالک اور بہت سے ایمہ فن نے اوسکی موافقت کی۔ امام بخاری و مسلم۔ وغیرہ کے زمانہ مین اس قید کی چندان ضرورت نہین رہی تھی کیونکہ اوسوقت روایت باللفظ کا عام رواج ہوچکا تھا۔ لیکن امام ابوحنیفہ۔ کے عہد تک حدیثین زیادہ تر بالمعنی روایت کی جاتی تھین۔ اسلیے اگر راوی کو الفاظ حدیث۔ موقع حدیث۔ شان نزول۔ وغیرہ یاد نہین ہوتے تھے تو روایت کا بعینہا ادا کرنا قریباً ناممکن ہوتا تھا۔ اِسی ضرورت سے امام ابوحنیفہ نے اس طریقہ کو محدود کر دیا۔ اور انصاف یہ ہے کہ ایسا کرنا ضروری تھا۔

روایت بالمعنی

سب سے زیادہ مہتم بالشان اور قابل بحث مسئلہ یہ ہے کہ روایت بالمعنی جایز ہے یا نہین- یا یہ کہ ایسی روایت قطعاً قابل حجت ہے یا نہین- یہ مسئلہ ہمیشہ مختلف فیہ رہا ہے اور اب بھی ہے- امام شافعی- نے روایت کی ہے کہ "بعض تابعین نے ایک حدیث بتعدد صحابہ سے سنی جسکو سب نے مختلف لفظون مین بیان کیا لیکن مطلب ایک تھا- اُنہون نے کسی صحابی سے یہ حقیقت بیان کی- صحابی نے جواب دیا کہ جب معنی مختلف نہین تو کچھ مضایقہ نہین" اگرچہ امام شافعی- نے تابعی کا نام نہ بتایا جس سے روایت کی قوت اور ضعف کا اندازہ ہو سکتا- تاہم اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ بعض صحابہ روایت بالمعنی جایز سمجھتے تھے اور اوسپر عمل کرتے تھے- بخلاف اسکے بعض صحابہ مثلاً عبد اللہ بن مسعود کو روایت باللفظ پر اصرار تھا- علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین اونکے حالات کے ذیل مین لکھتے ہین کہ "وہ روایت مین سختی کرتے تھے اور اپنے شاگردون کو زجر کرتے تھے الفاظ کے ضبط مین بے پروائی نکرین"

روایت بالمعنی مین صحابہ کی احتیاط-

عبد اللہ بن مسعود- جب کبھی بالمعنی روایت کرتے تھے تو ساتھ ہی یہ الفاظ استعمال کرتے تھے - او مثله او نحوه او شبیه به- اما فوق ذلك- واما دون ذلك واما قریب من ذلك- یعنی رسول اللہ نے اسطرح فرمایا تھا یا اسکے مثل یا اسکے مشابہ یا اس سے کچھ زیادہ یا کم یا اسکے قریب فرمایا تھا- ابو الدرداء- کا بھی یہی حال تھا وہ حدیث بیان کرکے کہا کرتے تھے ھذا او نحو ھذا او شکله[۱] حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو لوگون کو روایت حدیث سے منع کیا کرتے تھے اونکا بھی غالباً یہی منشا تھا- وہ جانتے تھے کہ الفاظ کم یاد رہ سکتے ہین اور معنی

[۱] فتح المغیث-

کی عام اجازت مین تغیر و تبدل کا احتمال بڑہتا جاتا ہے۔

صحابہ کے دور کے بعد بھی یہ مسئلہ یکسو نہوا۔ تابعین کے دو گروہ تھے اور خود امام ابو حنیفہ کے استاد الاوستاد روایت بالمعنی کے قایل تھے۔ آگے چلکر تو گویا اسپر اتفاق عام ہوگیا کہ روایت بالمعنی جایز ہے۔ چنانچہ اصولِ حدیث کی کتابون مین جمہور کا یہی مذہب بیان کیا جاتا ہے۔ مجتہدین مین سے صرف امام مالک اسکے خلاف ہین۔ محدثین کا ایک گروہ جنمین امام مسلم۔ قاسم بن محمد۔ محمد بن سیرین۔ رجاء بن حیواۃ۔ ابو زرعۃ۔ سالم بن ابی الجعد۔ عبد الملک بن عمیر۔ داخل ہین۔ روایت باللفظ پر عمل کرتا تھا۔ لیکن عام محدثین جواز ہی کے قایل ہین اور درحقیقت ایک ایسا فرقہ جسکا عام میلان ہر حالت مین کثرتِ روایت کی طرف ہو۔ جواز ہی کا قایل ہوسکتا تھا۔

اسمین شبہہ نہین کہ اکثر تابعین اور صحابہ نے بالمعنی حدیثین روایت کین۔ اور اگر شروع سے یہ قید لگائی جاے تو روایت کا دایرہ اسقدر تنگ ہوجاتا ہے کہ مسایل و احکام کے لئے کچھ باقی نہین رہتا۔ لیکن اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ روایت بالمعنی مین اصل روایت کا اصلی حالت پر قایم رکھنا اسقدر مشکل ہے کہ قریباً ناممکن ہے۔ زبان کے نکتہ شناس جانتے ہین کہ مرادف الفاظ بھی یکسان اثر نہین رکھتے اور معنی کی حیثیتون مین کچھ نہ کچھ فرق ضرور پیدا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ مجوزین نے مرادف وغیرہ کی قید بھی نہین رکھی۔ اور اداے مطلب کو نہایت عام وسعت دی ہے۔ صحابہ سے زیادہ کوئی شخص رسول اللہ کے الفاظ و مطالب کا اندازہ دان نہین ہوسکتا تھا۔ اول تو وہ زباندان اور زبان کے

حاکم تھے - اسکے ساتھ شرفِ صحبت کی وجہ سے رسول اللہ کی طرز ادا طریقہ گفتگو - انداز کلام - فحوائے سخن - سے خوب واقف تھے - تاہم کتب حدیث مین اسکی متعدد نظیرین ملتی ہین کہ خود صحابہ سے ادائے مطلب مین کمی یا زیادتی ہوگئی -

صحابہ سے - ادائے مطلب مین جوکمی یا زیادتی ہوگئی اوسکی مثالین -

ابن ماجہ - مین روایت ہے کہ ابو موسی اشعری - نے آنحضرت سے روایت کی ان المیت یعذب ببکاء الحی اذا قالوا واعضداہ واکاسباہ واناصراہ والجبلاہ یعنی "جب مردہ پر یہ الفاظ کہکر رویا جاتا ہے تو اوسکو عذاب دیا جاتا ہے" کسی نے حضرت عائشہ - سے کہا کہ - ابن عمر - یہ حدیث بیان کرتے تھے - حضرت عائشہ - نے کہا مین یہ نہین کہتی کہ ابن عمر جھوٹ کہتے ہین لیکن اونکو سہو ہوا - واقعہ یہ ہے کہ ایک یہودی عورت مرگئی - اوسکے گھر والے اوسپر روتے تھے - آنحضرت - نے سنا تو فرمایا کہ "اوسکے گھر والے روتے ہین اور اوسپر قبر مین عذاب ہو رہا ہے" ایک اور روایت مین ہے کہ حضرت عائشہ - نے قران کی یہ آیت پڑھی ولا تزر وازرۃ وزر اخری جس سے اسبات پر استدلال کیا کہ ایک شخص کے فعل کا دوسرا شخص ذمہ دار نہین ہوسکتا - گھر والے روتے ہین تو اونکا قصور ہے مردے نے کیا گناہ کیا ہے کہ اوسپر عذاب کیا جاوے - دیکھو اس حدیث مین رسول اللہ - نے یہودیہ عورت کا معذب ہونا بطور ایک واقعہ بیان کیا تھا - راوی نے رونے کو اوسکا سبب قرار دیا اور حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے کہ ان المیت یعذب ببکاء الحی - یعنی مردہ کو - زندون کے رونیکی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے -

اسیطرح غزوہ بدر - کے واقعہ مین عام روایت یہ ہے کہ رسول اللہ نے قلیب پر کھڑے

ہوکر فرمایا ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔ لوگون نے عرض کی کہ آپ مردون سے خطاب فرماتے ہین۔ ارشاد ہوا کہ "تجو سے زیادہ ان لوگون نے سن لیا"۔ لیکن یہ واقعہ حضرت عائشہ کے سامنے بیان کیا گیا تو اونہون نے فرمایا رسولؐ اللہ نے یہ نہین فرمایا تھا بلکہ یہ الفاظ کہے تھے لقد علموا ان ما ادعوتھم حق[۵۱] یعنی ان لوگون کو معلوم ہو گیا کہ جس چیز کی مین نے دعوت کی تھی۔ وہ حق ہے دیکھو ان دونون جملون کے مفہوم مین کسقدر فرق ہے اور اوس سے سماع موتی کے مسئلہ پر کیسا مختلف اثر پڑتا ہے۔

غرض جب صحابہ سے اس قسم کے سامحات واقع ہوتے تھے تو دوسرے اور تیسرے دور کا کیا ذکر ہے۔ لطف یہ ہے کہ جو لوگ روایت بالمعنی کے قایل ہین اونہون نے چند الفاظ مثالاً بتائے ہین کہ "انکو دوسرے لفظون مین اسطرح ادا کر سکتے ہین اور معنی مین مطلق فرق نہین پیدا ہوگا"۔ حالانکہ غور سے دیکھئے تو ان لفظون کے اثر مین صاف تفاوت نظر آتا ہے محدث سخاوی لکھتے ہین کہ حدیث مین آیا ہے۔ اقتلوا الاسودین الحیۃ والعقرب۔ اب بجاے اسکے یہ کہہ سکتے ہین کہ امر بقتلھما محدث سخاوی کے نزدیک اس مثال مین الفاظ کے اختلاف نے معنی مین کچھ فرق نہین پیدا کیا۔ حالانکہ اقتلوا اور امر بالقتل۔ مین صریح تفاوت ہے۔ اقتلوا۔ اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن اسمین وہ تحتم اور تاکید نہین ہے جو امر مین ہے۔

امام ابو حنیفہ۔ نے ان مشکلات کا اندازہ کر کے نہایت معتدل طریقہ اختیار کیا۔ جو حدیثین

---

[۵۱] تاریخ کبیر علامہ ابوجعفر جریر طبری صفحہ ۱۴۳۲۔

روایت بالمعنی کے متعلق امام ابوحنیفہ کے اصول۔

اونکے زمانہ سے پہلے بالمعنی روایت ہوچکی تہین اور محدثین مین شایع تہین اونکے قبول سے تو چارہ نہ تھا ورنہ روایت کا تمام دفتر بیکار ہوجاتا۔ اسلیئے امام صاحب نے اون حدیثون کو قبول کیا۔ لیکن یہ قید لگائی کہ "رُوات حدیث فقیہ ہون۔ یعنی الفاظ کے اثر اور مطالب کی تعبیر سے واقف ہون" تغیر مطالب کا احتمال اب بھی باقی رہتا ہے۔ لیکن احادیث کا مدار (جیسا کہ محدثین نے تصریح کردی ہے) ظن غالب پر ہے۔ اسلیئے جبتک کوئی مخالف دلیل موجود نہو روایت بالمعنی قابل عمل ہوگی۔ امام صاحب۔ نے اون احادیث کو بھی قبول کیا جنکے رُواۃ ثقہ ہون اور فقیہ نہون۔ لیکن اونکا درجہ پہلے کی بہ نسبت کم قرار دیا اور اونمین اصول درایت کی زیادہ ضرورت سمجھی۔ امام صاحب کے اِن اصول سے اور ایمہ نے بھی اتفاق کیا۔ الفیۃ الحدیث مین ہے کہ "جو شخص مدلول الفاظ کو اچھی طرح نہین سمجھتا اوسکو روایت باللفظ ضروری ہے۔ البتہ جو شخص مطالب کا اندازہ دان ہے اوسکی نسبت اختلاف ہے۔ کثرت رائے اسطرف ہے کہ وہ الفاظ کا پابند نہین" لیکن امام ابوحنیفہ۔ نے اس اجازت کو صحابہ اور تابعین تک محدود کردیا اور اور لوگون کے لیئے روایت بالالفاظ کی قید لگائی۔ اور امام طحاوی۔ نے بسند متصل اون سے روایت کی ہے کہ "صرف وہ حدیث روایت کرنی چاہیئے جو روایت کرنیکے وقت اوسیطرح یاد ہو جسطرح سننے کے وقت یاد تھی"[۱] ملاعلی قاری۔ اس روایت کو نقل کرکے لکھتے ہین اسکا حاصل یہ ہے کہ "امام ابوحنیفہ روایت بالمعنی کو جایز نہین رکھتے تھے"

---

[۱] مسند امام اعظم از ملاعلی قاری صفحہ ۳۔

اس پابندی مین اگرچہ امام مالک اور بعض محدثین نے امام ابوحنیفہ سے اتفاق کیا فتح المغیث مین ہے۔ وقیل لا تجوز له الرواية بالمعنى مطلقا قاله طايفة من المحدثين والفقهاء والاصولين من الشافعية وغيرهم۔ قال القرطبي وهو الصحيح من مذهب مالك[1]۔ لیکن عام ارباب روایت اس سختی کے کیونکر پابند ہو سکتے تھے۔ چنانچہ ایک بڑے فرقہ نے مخالفت کی اور امام صاحب کو متشدد فی الروایۃ ٹھہرایا۔ تاہم انصاف یہ ہے کہ جو اصول امام صاحب نے اختیار کیا وہ ضروری اور نہایت ضروری تھا۔ خود حدیث مین آیا ہے کہ نضر الله امرءاً سمع منا شيئا فبلغه كما سمعه۔ یعنی" رسول اللہ نے فرمایا کہ خدا اوس شخص کو شاداب کرے جسنے ہمسے کچھ سُنا اور اوسکو اوسیطرح پہونچایا جیسا کہ ہمسے سُنا تھا" اس سے زیادہ اسباب مین کسی دلیل کی کیا ضرورت ہے۔ صحابہ مین سے جو لوگ روایت باللفظ کو غیر ضروری سمجھتے تھے ممکن ہے کہ یہ حدیث اونکو نہ پہونچی ہو چنانچہ جن صحابہ کی نسبت ثابت ہے کہ اُنہون نے اس حدیث کو سنا تھا۔ مثلاً عبداللہ بن مسعود۔ جو اس حدیث کے راوی ہین۔ وہ الفاظ کے پابند تھے۔ امام ابوحنیفہ کے زمانہ مین یہ حدیث عام ہو چکی تھی۔ اسلئے اونکو اوسکی تعمیل مین کیا عذر ہو سکتا تھا۔

اصول درایت

فن حدیث مین سب سے بڑا کام امام ابوحنیفہ نے یہ کیا کہ درایت کے اصول قایم کیے اور اونکو احادیث کی تحقیق و تنقید مین برتا۔ فن حدیث کی ایک شاخ یعنی روایت پر ہمارے علما

---

[1] یعنی کہا گیا ہے کہ روایت بالمعنی مطلقاً جایز نہین۔ محدثین و فقہاء و اصولین شافعیہ کا ایک گروہ اسی قول کا قایل ہے اور قرطبی نے کہا ہے کہ امام مالک کا صحیح مذہب یہی ہے۔ ۱۲

نے جسقدر توجہ کی اوسکی کوئی نظیر دنیا کی گذشتہ اور موجودہ تاریخ مین نہین ملسکتی۔ لیکن یہ افسوس ہے کہ اصول درایت کے ساتھ چندان اعتنا نہین کیا گیا۔ حافظ ابن حجر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن مین بعض تصنیفین لکھی گئین۔ لیکن وہ اسقدر کم اور غیر متعارف ہین کہ گویا نہین ہین۔ اصول حدیث۔ ایک مستقل فن بنگیا ہے اور بڑی بڑی کتابین جو اس فن مین لکھی گئین عموماً متداول ہین۔ لیکن اون سے اصول درایت کے متعلق بہت کم واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ یہی اصول۔ فن حدیث کے نہایت ضروری اجزا ہین۔ یہ عزت صرف امام ابوحنیفہ۔ کو حاصل ہے کہ جب اس فن کا نام و نشان بھی نہ تھا اوسوقت اونکی نگاہ اِن باریک نکتون پر پہونچی۔ بے شبہ صحابہ کی تاریخ مین جستہ جستہ اصول درایت کے آثار نظر آتے ہین اور درحقیقت وہی امام ابوحنیفہ۔ کے لیئے دلیل راہ بنے۔ لیکن وہ باتین عام مسایل۔ کے ہجوم مین ایسی گم اور ناپید تھین۔ کہ اون پر عام لوگون کی نگاہ نہین پڑسکتی تھی۔

روایات کی صحت و عدم صحت کا مدار ہمیشہ راویون کے اعتبار و عدم اعتبار پر نہین ہوتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک واقعہ کی روایت جس سند سے بیان کی جاتی ہے اوسکے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتبار ہوتے ہین لیکن واقعہ صحیح نہین ہوتا۔ حدیث مین بھی اسکی سیکڑون مثالین ملتی ہین۔ اسلیئے ضرور ہے کہ صرف روات کی بنا پر احادیث کا فیصلہ نہ کیا جاے بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ وہ اصول درایت کے مطابق ہین یا نہین۔

درایت۔ سے یہ مطلب ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اسپر غور کیجائے کہ وہ طبیعت انسانی کے اقتضا۔ زمانہ کی خصوصیتین۔ منسوب الیہ۔ کے حالات۔ اور دیگر قراین عقلی کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے۔ اگر اس معیار پر پورا نہین اوترتا تو اسکی صحت کی مشتبہ ہوگی۔ یعنی یہ احتمال ہوگا کہ روایت کے تغیرات نے واقعہ کی صورت بدل دی ہے۔ اس قسم کے قواعد۔ حدیث کی تحقیق و تنقید مین بھی استعمال کئے جاتے ہین اور انہین کا نام اصول درایت ہے۔ علامہ ابن جوزی۔ جو فن حدیث مین بڑا پایہ رکھتے تھے لکھتے ہین[1] کہ "جس حدیث کو تم دیکھو کہ عقل کے مخالف یا اصول کے مناقض ہے تو یہ سمجھ لو کہ وہ موضوع ہے۔ اوسمین راویون کی تحقیق حال کی کچھ ضرورت نہین ہے۔ اسیطرح وہ حدیث بھی موضوع ہے جو حس و مشاہدہ سے باطل ثابت ہو۔ یا قرآن۔ حدیث متواتر۔ اجماع قطعی۔ کے خلاف ہو اور قابل تاویل نہو۔ یا جسمین ایک معمولی بات پر سخت عذاب کی دہمکی ہو یا ذرا سے کام پر بڑے انعام کا وعدہ ہو۔ اسطرح کی حدیثین واعظون اور صوفیون کی روایتون مین بہت پائی جاتی ہین"۔

امام ابوحنیفہ۔ نے درایت کے جو اصول قایم کئے اونمین سے بعض ہم اس مقام پر نقل

---

[1] ابن جوزی کے الفاظ۔ جیسا کہ فتح المغیث مین منقول ہے یہ ہین۔ کل حدیث رایتہ یخالفہ العقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا یتکلف اعتبارہ ای لا تعتبر رواتہ ولا تنظر فی جرحہم۔ او یکون مما یدفعہ الحس والمشاہدۃ او مباینا لنص الکتاب او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی حیث لا یقبل شیء من ذلک التاویل او تتضمن الافراط بالوعید الشدید علی الامر الیسیر و بالوعد العظیم علی الفعل الیسیر و ہذا الاخیر کثیر موجود فی حدیث القصاص والطرقیۃ۔

کرتے ہین

جو حدیث عقل قطعی کے مخالف ہو صحیح نہین۔

(۱) "جو حدیث عقل قطعی کے مخالف ہو وہ اعتبار کے قابل نہین"[۵۱]۔ یہ وہی قاعدہ ہے جسکو ابن جوزی نے تمام اصول درایت پر مقدم رکھا ہے۔ ابن جوزی۔ چھٹی صدی مین تھے اوسوقت اسلامی علوم۔ اوج کمال تک پہونچ گئے تھے۔ اور فلسفیانہ خیالات کا اثر زیادہ عام ہو گیا تھا۔ لیکن امام ابوحنیفہ۔ کے زمانہ تک مذہب مین عقل کا نام لینا ایک جرم عظیم تھا۔ امام صاحب۔ نے اول اول جب یہ قاعدہ قرار دیا اور روایات مین برتا تو سخت مخالفت ہوئی اس قسم کی حدیثین جنمین ناممکن اور محال واقعات بیان کئے جاتے ہین امام صاحب کے سامنے پیش کیجاتی تھین تو وہ اون سے انکار کرتے تھے۔ یہ امر عام لوگون پر گران گذرتا تھا۔ کیونکہ ان لوگون کے خیال مین روایات کی تحقیق و تنقید کا مدار صرف رُواۃ کی حالت پر تھا۔ اصول درایت سے غرض نہ تھی۔ زمانۂ مابعد مین اگرچہ یہ قاعدہ۔ اصول حدیث۔ مین داخل کرلیا گیا۔ لیکن ارباب روایت نے اسکو بہت کم برتا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بیسیون مزخرف اور دور از کار حدیثین قبول عام کے شرف سے ممتاز ہین۔

تلک الغرانیق العلیٰ کی حدیث مین بیان کیا گیا ہے کہ "رسول اللہ کی زبان سے (سورہ نجم کی تلاوت کے وقت) بتون کی تعریف مین یہ الفاظ ادا ہوئے۔ تلک الغرانیق العلے وان شفاعتھن لترتجی۔ یعنی "یہ بت بہت معزز ہین اور اونکی شفاعت کی امید کیجاسکتی ہے" اور یہ الفاظ شیطان نے آنحضرت کی زبان مین ڈال دیئے تھے چنانچہ

[۵۱] اس اصول کو علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

تلاوت کے بعد جبرئیل آئے اور اونھون نے یہ شکایت کی کہ مینے تو یہ الفاظ آپکو نہین سکھائی تھے آپنے کہان سے پڑھ دیئے۔ اس حدیث کو امام صاحب کے اصول کے موافق۔ بعض محدثین مثلاً قاضی عیاض و ابو بکر بیہقی وغیرہ نے غلط کہا۔ لیکن محدثین کا ایک بڑا گروہ اوسکو اب بھی صحیح تسلیم کرتا ہے۔ متاخرین مین حافظ ابن حجر سے زیادہ نامور کوئی محدث نہین گذرا۔ وہ بڑے زور شور سے اس حدیث کی تائید کرتے ہین۔ اور فرماتے ہین کہ چونکہ اسکے رُواۃ ثقہ ہین اسلیئے اوسکی صحت سے انکار نہین کیا جا سکتا!!! اسیطرح رد الشمس کی حدیث کو جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی اسلیئے آنحضرتؐ کی دعا سے آفتاب غروب ہونیکے بعد پھر طالع ہوا۔ محدث ابن جوزی نے جرأت کر کے موضوع کہا۔ لیکن حافظ ابن حجر و جلال الدین سیوطی وغیرہ نے نہایت شدت سے مخالفت کی۔ امام صاحب کے زمانہ مین اس سے زیادہ مخالفتین ہوئین لیکن وہ ان باتون کی کچھ پروا نہین کرتے تھے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظ عقل سے امام صاحب کی مراد وہ وسیع معنی نہین ہین جو آج کل کے تعلیم یافتہ لوگون نے قرار دیئے ہین جسکی رو سے شریعت کے بہت سے اصلی مسایل برباد ہوئے جاتے ہین۔

(۲) جو واقعات تمام لوگون کو رات دن پیش آیا کرتے ہین اونکے متعلق اگر رسول اللہؐ سے کوئی ایسی روایت منقول ہو جو اخبار احاد کے درجہ سے زیادہ نہو تو وہ روایت مشتبہ ہوگی۔ یہ اصول اس بنا پر ہے کہ جو واقعات تمام لوگون کو اکثر پیش آیا کرتے تھے اونکے متعلق جو کچھ آنحضرتؐ کا ارشاد تھا اوسکی ضرورت تمام لوگون سے متعلق تھی۔ اسلیئے صرف ایک آدھ

شخص تک اوس روایت کا محدود رہنا درایت کے خلاف ہے۔

اکثر مصنفین نے تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ اوس روایت کو قبول نہین کرتے تھے جو قیاس کے مخالف ہو۔ اگرچہ یہ قول محض بے اصل نہین ہے۔ لیکن اوسکی تعبیر مین لوگون نے اکثر غلطی کی ہے اور انہین غلط تعبیرات کا اثر ہے کہ امام ابوحنیفہ۔ کی نسبت ارباب ظاہر مین بہت سی بدگمانیان قایم ہوگیئن۔ اِن لوگون نے امام صاحب کے مقصد و منشا پر کافی غور نہین کی اور عام راے قایم کرلی کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہین۔ امام صاحب سے اس مسئلہ کے متعلق جو اقوال منقول ہین وہ صریح اس دعویٰ کے خلاف ہین۔ مسائل فقہ مین متعدد مثالین موجود ہین جنمین امام ابوحنیفہ نے حدیث واثر کی وجہ سے قیاس کو مطلقاً ترک کردیا ہے۔ امام محمد۔ اس بحث مین کہ قہقہہ نماز ناقض وضو ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے استدلال کرتے ہین اور لکھتے ہین۔ لولا ماجاء من الاثار کان القیاس علی ماقال اهل المدینة ولکن لاقیاس مع اثر ولا ینبغی الا ان ینقاد للاثار "یعنی قیاس وہی ہے جو اہل مدینہ کہتے ہین لیکن حدیث کے ہوتے قیاس کوئی چیز نہین۔ اور صرف حدیث ہی کی پیروی کرنی چاہیئے" اس سے زیادہ اسباب مین کیا تصریح ہوسکتی ہے۔ عقود الجمان۔ کے مصنف نے مختلف روایتون سے امام ابوحنیفہ۔ کے خاص اقوال نقل کیئے ہین کہ مین حدیث کے مقابلہ مین قیاس کو دخل نہین دیتا۔ امام جعفر صادق سے۔ امام صاحب۔ نے جو گفتگو کی تھی اوسمین بھی اس خیال کا اظہار کیا ہے۔

مخالفت قیاس

اِن تصریحات کو دیکھکر بعضون نے اس انتساب مین تخصیص کی اور دعویٰ کیا کہ "جو حدیث

قیاس جلی کے مخالف ہو۔ اوسکو امام صاحب قبول نہین کرتے"۔ عبدالکریم شہرستانی نے اصحاب الرأے۔ کے بیان مین جہان امام ابوحنیفہ۔ اوراونکے تلامذہ کا ذکر آیا ہے لکہا ہے کہ وربما یقدمون القیاس الجلی علی احاد الاخبار۔ یعنی یہ لوگ اکثر قیاس جلی کو اخبار احاد پر ترجیح دیتے ہین۔ امام رازی۔ نے بھی مناقب الشافعی مین اسکی جابجا تصریح کی ہے اور اس بنا پر امام ابوحنیفہ۔ کے مقابلہ مین۔ امام شافعی۔ کی ترجیح کے وجوہ قایم کئے ہین۔ مینے بہت کچھ جد وجہد کی کہ اس مسئلہ کے متعلق امام صاحب کا کوئی صریح قول مل سکے۔ لیکن نہ ملسکا۔ جن لوگون نے امام صاحب کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے غالباً صرف استنباط سے کام لیتے ہین صریح قول نہین پیش کر سکتے۔ بےشبہ حنفیون کے اصول فقہ مین یہ مسئلہ مذکور ہے کہ "وہ حدیث جسکی رُواۃ فقیہ نہون اور ہر طرح قیاس کے مخالف ہو۔ قابل حجت نہین"۔ لیکن یہ حنفیون کا مسلمہ اصول نہین ہے۔ بلکہ صرف عیسیٰ بن ابان۔ اور اونکے پیرون کی رائے ہے۔ ابوالحسن کرخی۔ وغیرہ صریح اسکے مخالف ہین۔ اور صاحب مسلم الثبوت نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ بغیر کسی ثبوت کے امام ابوحنیفہ۔ کی طرف یہ دعوی صرف اس اعتماد پر منسوب کر دیا گیا کہ فقہائے حنفیہ مین سے چند علما اوسکے قایل ہین۔ بہت بڑی مثال۔ بیع مصراۃ۔ کی پیش کیجاتی ہے جس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ۔ نے اس مسئلہ مین صریح حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کو مقدم رکھا ہے۔[۱]

[۱] تعجب ہے کہ بڑے بڑے علما یہانتک کہ امام غزالی۔ امام رازی۔ نے بھی۔ امام ابوحنیفہ کی نسبت یہ الزام لگایا اور یہی بیع مصراۃ کی مثال پیش کی۔ ۱۲

لیکن اِن مدعیون کو معلوم نہین کہ اِس مثال مین قیاس کی تقدیم بعض علماے حنفیہ کی ذاتی راے ہے - امام صاحب سے اوسکو کچھ واسطہ نہین - امام رازی - نے مناقب الشافعی - مین اتنی احتیاط کی کہ اس موقع پر امام ابوحنیفہ کا نام نہین لیا - بلکہ اصحاب ابی حنیفہ لکھا لیکن ہم اِس احتیاط مین بھی اونکو معذور نہین رکھتے - کیونکہ یہ راے بعض حنفیونکی ہے نہ سب کی - امام رازی - نے اصحاب کے لفظ سے جو تعمیم ظاہر کی وہ صحیح نہین -

بیع مصراۃ - کی حدیث کو امام ابوحنیفہ نے قیاس کی بناپر رد نہین کیا بلکہ اوسکے نسخ کا دعوٰی کیا ہے - امام طحاوی - نے معانی الآثار مین اس بحث کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے - وہ امام ابوحنیفہ - اور امام محمد - کا مذہب لکھکر لکھتے ہین - وذھبوا الی ان ما روی عن رسول اللہ فی ذلک مما تقدم ذکرنا لہ فی ھذا الباب منسوخ " یعنی یہ لوگ اسبات کے قایل ہوے ہین کہ اسبارہ مین جو کچھ رسولؐ اللہ سے روایت کیا گیا ہے وہ منسوخ ہے -

اِس موقع پر ہم اس بحث کی تفصیل نہین کر سکتے صرف یہ بتانا چاہتے ہین کہ اِس مسئلہ مین امام صاحب نے قیاس کو ترجیح نہین دی بلکہ نسخ کا ادعا کیا ہے حقیقت یہی کہ اس قسم کے موقعون پر نہایت دقیقہ بینی سے دیکھنا چاہیے کہ جو اقوال امام صاحب کی طرف منسوب کیے جاتے ہین وہ ان سے ثابت بھی ہین یا نہین ؟ - متاخرین نے ان باتون مین کم احتیاط کی ہے - اسلیے ہمکو نہایت غور و تحقیق سے کام لینا ہے - یہی بیع مصراۃ کی حدیث - ہمیشہ اصول موضوعہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے اور اس سے ثابت کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ - قیاس کو - حدیث پر مقدم رکھتے تھے - لیکن ذرا تحقیق سے

کام لو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام شور و غل کی کچھ اصل نہین۔

امام صاحب نے تصریح کی ہے کہ وہ حدیث کے مقابلہ مین قیاس کا اعتبار نہین کرتے

بخلاف اسکے نہایت قوی ذریعہ سے امام ابوحنیفہ۔ کی تصریحات ثابت ہین کہ وہ حدیث صحیح کے مقابلہ مین قیاس کا مطلق اعتبار نہین کرتے تھے۔ امام محمد۔ اس بحث کے ذیل مین کہ جو شخص رمضان مین بھولکر کچھ کھا پی لے تو روزہ نہین ٹوٹتا اور قضا نہین لازم آتی۔ حدیث پر استدلال کر کے لکھتے ہین کہ آثار کے ہوتے ہوئے راے کچھ چیز نہین۔ پھر امام ابوحنیفہ کا خاص قول نقل کرتے ہین کہ لولا ما جاء فی ھذا من الآثار لامرت بالقضا یعنی اگر اسبارہ مین آثار موجود نہوتے تو مین قضا کا حکم دیتا۔[۵۱]

ہان یہ ضرور ہے کہ احادیث کے ثبوت کے متعلق امام ابوحنیفہ۔ کی شرطین نہایت سخت ہین۔ جبتک وہ شرطین پائی نہ جائین وہ حدیث کو قابل استدلال نہین سمجھتے لیکن اون شرطون کے ساتھ۔ حدیث ثابت ہو تو اونکے نزدیک پھر قیاس کوئی چیز نہین۔

جس حد تک ہم تحقیق کر سکے امام ابوحنیفہ۔ نے قیاسِ فقہی کو حدیث پر ہرگز مقدم نہین رکھا۔ لیکن اونکے زمانہ تک قیاس کا لفظ نہایت وسیع معنوٗن مین مستعمل تھا۔ اور بے شبہہ اون معنون کے لحاظ سے امام صاحب نے قیاس کو حدیثون مین دخل دیا ہے۔ مسائل

قیاس کے ایک اور معنی۔

اور احکام شرعیہ کے متعلق اسلام مین شروع ہی سے دو فرقے قایم ہو گئے تھے۔ ایک کا خیال تھا کہ شرعی احکام۔ کسی مصلحت اور اقتضاے عقل پر مبنی نہین ہین۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ حسن و قبح اشیاء عقلی نہین ہے۔ دوسرے فریق کی راے تھی کہ تمام احکام

۵۱ کتاب الحجج امام محمد۔

مصالح پر مبنی ہین - جنمین سے بعض کی مصلحتین صاف نمایان ہین اور خود شارع کے کلام سے اوسکے اشارے پاے جاتے ہین - بعض ایسے ہین جنکی مصلحت ہمکو معلوم نہین لیکن فی الواقع وہ مصالح سے خالی نہین - اس اختلاف راے نے حدیثون کی روایت پر مختلف اثر پیدا کئے - بعض لوگ - جب کسی حدیث کو سنتے تھے تو صرف یہ دیکھ لیتے تھے کہ اوسکی راوی ثقہ ہین یا نہین - اگر اونکے خیال کے موافق قابل حجت ہین تو پھر انکو کوئی بحث نہین ہوتی تھی - اور بے تکلف اوس حدیث کو قبول کر لیتے تھے - دوسرا فریق جو حسن و قبح عقلی کا قایل تھا یہ بھی دیکھتا تھا کہ جو مسئلہ یا عقیدہ - حدیث سے مستنبط ہوتا ہے - وہ عقل و مصلحت کے موافق ہے یا نہین - اگر نہین ہوتا تھا تو وہ حدیث کی زیادہ تحقیق و تنقید کی طرف مایل ہوتے تھے - وہ دیکھتے تھے کہ راوی - فہم و درایت کے لحاظ سے کیا پایہ رکھتے ہین - روایت باللفظ ہے یا بالمعنی - موقع حدیث کیا تھا - کون لوگ مخاطب تھے - کیا حالت تھی - غرض اس قسم کے اسباب اور وجوہ پر غور کرتے تھے - ان باتون سے اکثر اصل حقیقت کا پتہ لگ جاتا تھا -

یہ طرز تحقیق خود صحابہ کے زمانہ مین قایم ہو چکا تھا - صحیح ابن ماجہ و ترمذی مین ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ - سے حدیث روایت کی کہ توضوء امما غیرت النار یعنی جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اوسکے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے" - اسی بنا پر بعض مجتہدین قایل ہین کہ گوشت کھانے سے وضو لازم آتا ہے - ابوہریرہ - نے جب یہ حدیث بیان کی تو عبداللہ بن عباس - موجود تھے بولے کہ انتوضا من الحمیم - یعنی اس بنا پر تو گرم پانی کے

استعمال سے بھی وضو لازم آتا ہے" ابوہریرہ نے کہا "اے برادر زادہ! جب رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت سنو تو اوس پر مثالین نہ کہو" لیکن عبد اللہ بن عباس اپنی راے پر قایم رہے حضرت عایشہ۔ نے ابن عمر کی اس حدیث پر ان المیت یعذب ببکاء اھلہ۔ جو اعتراض کیا تھا۔ اسی طرز تحقیق پر مبنی تھا۔ صحابہ کے حالات مین اس قسم کی متعدد مثالین ملتی ہین جنکا استقصا اس موقع پر ضروری نہین۔

امام ابو حنیفہ۔ کا بھی یہی مسلک تھا اور اسی کو لوگون نے قیاس۔ کے لفظ سے شہرت دی۔ اس مسئلہ پر کہ احکام شریعت مصالح پر مبنی ہین۔ اس موقع پر ہم تفصیلی گفتگو نہین کر سکتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ اس بحث کے لئے کافی و وافی ہے یہان صرف اسقدر کہنا ضرور ہے کہ علماے اسلام مین جو لوگ عقل و نقل دونون کے جامع تھے مثلاً امام غزالی۔ عزالدین عبد السلام۔ شاہ ولی اللہ وغیرہ ان لوگون کا یہی مسلک تھا امام ابو حنیفہ۔ احادیث کی تنقید مین اس اصول کو ضروری طور پر ملحوظ رکھتے تھے۔ دو متعارض حدیثین جو روایت کی حیثیت سے یکسان نسبت رکھتی تھین اونمین وہ اوس حدیث کو ترجیح دیتے تھے جو اصول مذکور کے موافق ہو۔

امام صاحب۔ نے بعض موقعون پر محض اس اصول کی مخالفت کیوجہ سے بعض حدیثون کے تسلیم مین تامل کیا ہے۔ اونکی اصطلاح مین یہ ایک علت خفیہ ہے۔ محدثین۔ نے اقسام حدیث مین ایک قسم معلل قرار دی ہے جسکی یہ تعریف کی ہے کہ "حدیث مین بظاہر صحت کی تمام شرطین پائی جاتی ہین اور وہ قابل استدلال نہین ہوتی" اس قسم کی حدیثون کی تمیز

پر محدثین کو نہایت فخر ہے اور وہ اوسکو ایک قسم کا الہام سمجھتے ہین۔ علی بن المدینی جو امام
بخاری کے اُستاد اور بہت بڑے مشہور محدث تھے اونکا قول ہے کہ ھی الھام وقلت للقیم
بالعلل من این لك ھذا لم تکن له حجة[۱]۔ یعنی "یہ الہام ہے اور اگر تم ماہر علل سے پوچھو
کہ تمنے کیونکر اوسکو معلل کہا تو وہ کوئی دلیل نہین پیش کر سکتا۔ محدث ابو حاتم۔ سے ایک
شخص نے چند حدیثین پوچھین انہون نے بعض کو مدرج۔ بعض کو باطل۔ بعض کو منکر۔
بعض کو صحیح بتایا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ کیا راوی نے آپکو
ان باتون کی اطلاع دی ہے؟۔ ابو حاتم نے کہا نہین! بلکہ مجھکو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔
سایل نے کہا تو کیا آپ علم غیب کے مدعی ہین۔ ابو حاتم۔ نے جواب دیا کہ تم اور ماہرین
فن سے پوچھو۔ اگر وہ میرے ہمزبان ہون تو سمجھنا کہ مینے بیجا نہین کہا۔ سایل۔ نے
ابوزرعہ۔ سے وہ حدیثین جا کر دریافت کین۔ انہون نے ابو حاتم کی موافقت کی۔ تب
سایل کو تسکین ہوئی[۲]۔

بعض محدثین کا قول ہے۔ اثر یھجم علی قلوبھم لا یمکنھم ردہ وھیئة
نفسانیة لا معدل لھم۔ یعنی "وہ ایک امر ہے جو ائمہ حدیث کے دل پر وارد ہوتا ہے
اور وہ اسکو رد نہین کر سکتے اور نفسانی اثر ہے جس سے گریز نہین ہو سکتا" محدثین کا یہ
دعوی بالکل صحیح ہے۔ بے شبہہ فن روایت کی ممارست سے ایک ملکہ یا ذوق پیدا ہو جاتا
ہے۔ جس سے خود تمیز ہو جاتی ہے کہ یہ قول رسول اللہ کا ہو سکتا ہے یا نہین۔

---

[۱] فتح المغیث صفحہ ۹۸۔ [۲] فتح المغیث صفحہ ۹۸۔

اسیطرح شریعت کے احکام اور مسایل - اور اونکے اسرار و مصالح کے تتبع اور استقرار سے
ایسا ذوق حاصل ہو سکتا ہے - جس سے یہ تمیز ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ نے یہ حکم دیا ہوگا یا
نہین - لیکن ان اسرار اور مصالح کا تتبع محدث کا فرض نہین ہے - وہ مجتہد کے ساتھ
مخصوص ہے - اور یہی وجہ ہے کہ جب اِن دقیق وجوہ کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ نے
بعض حدیثون کو معلل قرار دیا تو ارباب ظاہر نے مخالفت کی - اور بعضون کو بدگمانی ہوئی کہ
امام صاحب حدیث کو عقل وراے کی بنا پر رد کرتے ہین - لیکن انصاف پسند انصاف
کر سکتا ہے کہ جب روایات اور ظاہر الفاظ کے استقرار سے محدثین کو ایسا مذاق پیدا ہو جاتا
ہے جس سے وہ ایک حدیث کو جسمین بظاہر - صحت کی تمام شرطین پائی جاتی ہین -
رد کر سکتے ہین - تو کوئی وجہ نہین کہ جس شخص نے دقّت نظر اور نکتہ شناسی کے ساتھ
احکام شریعت کے اسرار اور مصالح کا تتبع کیا ہو وہ ایسے وجدان اور ذوق سے محروم رہے
البتہ یہ نہایت نازک اور ذمہ داری کا کام ہے جسکا صرف وہ شخص متکفل ہو سکتا ہے جو بہت ہی
بڑا عالم - مجتہد - محدث - دقیقہ بین - مویدِ بتائید آلہی ہو - لیکن ان شرطون کا جامع امام ابو حنیفہ
سے زیادہ کون ہو سکتا ہے -

مراتب احادیث کا تفاوت -

نہایت مہتم بالشان اور دقیق چیز جو امام ابو حنیفہ نے اس فن مین اضافہ کی وہ احادیث
کے مراتب کا تفاوت اور اون تفاوتون کے لحاظ سے احکام شرعیہ کی تقسیم ہے - احکام
اور مسائل کا پہلا ماخذ قرآن ہے جسمین کسی کو گفتگو نہین ہو سکتی - قرآن کے بعد حدیث کا رتبہ
ہے حدیث اور قرآن مین اصل امر کے لحاظ سے تو چندان فرق نہین - وہ وحی متلو ہے

اور یہ غیر متلو۔ جو کچھ تفاوت اور اختلاف ہے وہ ثبوت کی حیثیت سے ہے۔ اگر کوئی حدیث اوسی تواتر اور قطعیت سے ثابت ہو جسطرح قرآن ثابت ہے تو اثبات احکام مین وہ قرآن کے ہم پلہ ہے لیکن حدیثون کے ثبوت کے مراتب متفاوت ہین۔ اور احکام کے ثبوت مین انہین تفاوتون کے لحاظ کی ضرورت ہے۔ محدثین نے حدیث کی جو تقسیمین کی ہین یعنی صحیح۔ حسن۔ ضعیف۔ مشہور۔ عزیز۔ غریب۔ وغیرہ اونکے اختلاف مراتب سے احکام پر چندان اثر نہین پڑتا۔ چنانچہ ان قسمون مین سے محدثین صرف ضعیف کا اعتبار نہین کرتے۔ باقی اقسام کو قریباً یکسان قابل حجت قرار دیتے ہین۔ محدثین کو اس سے زیادہ تدقیق اور امتیاز مراتب کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ استنباط احکام اور تفریع مسایل اونکا فرض نہ تھا لیکن امام ابو حنیفہ۔ کو تدوین فقہ کی وجہ سے جسکے وہ بانی اول ہین زیادہ تدقیق اور فرق مراتب کی ضرورت پڑی۔ انہون نے نوعیت ثبوت کے لحاظ سے حدیث کی تین قسمین قرار دین۔

متواتر

(۱) متواتر۔ یعنی وہ حدیث جسکی رُواۃ ہر طبقہ روایت مین اس کثرت سے ہون جنکی تواطو علی الکذب کا گمان نہین ہو سکتا۔ یعنی رسول اللہ سے بیشمار لوگون نے روایت کی ہو اسیطرح اون لوگون سے لیکر اخیر زمانہ تک بیشمار رُواۃ روایت کرتے آتے ہون۔

مشہور

(۲) مشہور۔ یعنی وہ حدیث جسکی رواۃ پہلی طبقہ روایت مین تو بہت نہون لیکن دوسرے طبقہ سے اخیر تک اوسی کثرت سے ہون جو متواتر کے لئے مشروط ہے۔

احاد

(۳) احاد۔ جو متواتر اور مشہور نہو۔ اس تقسیم کا اثر اونکی راے کے موافق احکام شرعیہ پر جو پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ متواتر سے فرضیت اور رکنیت ثابت ہو سکتی ہے مشہور کا درجہ چونکہ

متواتر سے کم ہے۔ اسلئے اوس سے فرضیت کا اثبات تو نہین ہوسکتا۔ لیکن قرآن مین
جو حکم مطلق ہو۔ حدیث مشہور سے مقید ہوسکتا ہے۔ اسیطرح اوس سے زیادۃ علی الکتاب
ہوسکتی ہے۔ احاد کا ثبوت چونکہ بالکل ظنی ہے اسلئے وہ قرآن کے احکام منصوصہ پر کچھ
اثر نہین پیدا کرسکتی۔ یہ مسئلہ اگرچہ نہایت واضح اور صاف ہے لیکن تعجب ہے کہ امام شافعی اور
بعض اور محدثین اسکے مخالف ہین۔ امام بیہقی وغیرہ نے بعض مناظرات نقل کئے ہین
جو امام شافعی اور امام محمد مین واقع ہوے اور جنمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ مین امام
شافعی نے امام محمد کو بند کردیا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ مناظرے فرضی مناظرے ہین جنکا
ثبوت اصول روایت کے مطابق ہرگز نہین ہوسکتا۔ لیکن اس سے اسقدر ضرور ثابت
ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کا انتساب۔ امام ابوحنیفہ کی طرف ضرور صحیح ہے۔

قوی سے قوی اعتراض اس مسئلہ پر جو کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خود امام ابوحنیفہ اور اونکے
تلامذہ اوسکے پابند نہ رہ سکے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین لکھا ہے کہ
"امام شافعی نے امام محمد سے کہا کہ کیا آپکے نزدیک خبر واحد سے قرآن پر زیادتی نہین
ہوسکتی۔ امام محمد نے کہا ہان۔ امام شافعی نے کہا قرآن مجید مین وارثون کے حق مین وصیت
کا حکم ہے آپ اس حدیث کی بنا پر لا وصیۃ لوارث وصیت کو ناجایز کیون قرار دیتے ہین؟"

غالباً شاہ صاحب نے یہ روایت بیہقی کی کتاب مناقب الشافعی سے لی ہے جسمین اور
بھی بہت بے سروپا روایتین مذکور ہین لیکن ہم شاہ صاحب کی خدمت مین عرض کرتے ہین
کہ حنفیون کے نزدیک وارثون کے حق مین وراثت کا حکم کسی حدیث سے نہین منسوخ ہوا

بلکہ خود قرآن مجید کی اُس آیت سے جسمین توریث کے احکام ہین - یہ صرف حنفیون ہی کی راے نہین بلکہ تمام مفسرین کا یہی قول ہے (الا الشاذ النادر منہم)

ان مسایل پر اور بھی بہت سی بحثین پیدا ہوگئی ہین جنکی تفصیل ہم نہین کرسکتے - لیکن اخبارِ احاد کی بحث اور اوس سے عقاید اسلام پر جو اثر پڑتا ہے اوسکو ہم اس موقع پر تفصیل سے لکھتے ہین - کیونکہ بعض محدثین کو زیادہ تر اسی مسئلہ مین اون سے اختلاف ہے -

اخبار احاد کی نسبت اگرچہ محققین اور اکثر ائمہ حدیث کا یہی مذہب ہے کہ وہ ظنی الثبوت ہین لیکن ایک فرقہ اسکے خلاف بھی ہے - جسکے سرگروہ علامہ بن الصلاح ہین - اگرچہ علامہ بن الصلاح نے بھی اخبار احاد کی تمام اقسام کو قطعی نہین تسلیم کیا ہے - انہون نے حدیث صحیح کی سات قسمین کی ہین (۱) جسپر بخاری و مسلم دونون متفق ہون (۲) بخاری متفرد ہون - (۳) مسلم متفرد ہون (۴) بخاری و مسلم نے اوسکو روایت نہ کیا ہو لیکن اونکی شرطون کے موافق ہو - (۵) صرف بخاری کی شرط پر ہو - (۶) صرف مسلم کی شرط پر ہو - (۷) بخاری و مسلم کی شرط کے موافق نہو - لیکن اور محدثین نے اوسکو صحیح تسلیم کیا ہو - اِن سات قسمون مین سے علامہ بن الصلاح - پہلی قسم کو قطعی الصحۃ قرار دیتے ہین اور لکھتے ہین وھذا القسم جمیعہ مقطوع بصحتہ والعلم النظری واقع بہ متفردات بخاری اور مسلم - کی نسبت اونکی راے ہے کہ اسی قبیل مین داخل ہین - بجز اون چند حدیثون کے جن پر دارقطنی وغیرہ نے جرح کی ہے - ابن الصلاح کا قول - اگرچہ ظاہر بینون مین اور بالخصوص آج کل زیادہ رواج پا گیا ہے - لیکن کچھ شبہ نہین کہ وہ بالکل غلط اور بے دلیل خیال ہے - اور خود

ایسی حدیث اوسکے مخالف ہین۔ علامہ نووی شرح صحیح مسلم مین ابن الصلاح کا قول تفصیلاً نقل کر کے لکھتے ہین وھذا اللذی ذکرہ الشیخ فی ھذہ المواضع خلاف ما قالہ المحققون والاکثرون۔ فانھم قالوا احادیث الصحیحین اللتی لیست بمتواترۃ انما تفید الظن فانھا احاد والاحاد انما تفید الظن علی ما تقرر ولا فرق بین البخاری ومسلم وغیرھما فی ذلک۔ یعنی شیخ ابن الصلاح نے ان موقعون پر جو کچھ کہا وہ محققین اور اکثرون کی راے کے خلاف ہے کیونکہ محققین اور اکثرون کا قول ہے کہ صحیحین کی حدیثین جو تواتر کے رتبہ کو نہین پہونچی ہین صرف ظن کی مفید ہین کیونکہ وہ اخبار احاد ہین اور اخبار احاد کی نسبت ثابت ہوچکا ہے کہ اون سے صرف ظن پیدا ہوسکتا ہے۔ اور اسباب مین بخاری و مسلم اور اور لوگ سب برابر ہین" ابن الصلاح کے قول کو اور ائمہ فن نے بھی رد کیا ہے لیکن ہم اس بحث کو نقلی طور سے طے کرنا نہین چاہتے ہمکو خود غور کرنا چاہیئے کہ اخبار احاد سے یقین پیدا ہوسکتا ہے یا ظن۔

احاد کی ظنی الثبوت ہونے کی تحقیق۔

کسی حدیث کو جب ایک محدث گو وہ کسی رتبہ کا ہو صحیح کہتا ہے تو اوسکا یہ دعوی درحقیقت چند ضمنی دعوٗن پر مشتمل ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ (۱) یہ روایت متصل ہے۔ (۲) اوسکی رواۃ ثقہ ہین۔ (۳) ضابطۃ القلب ہین۔ (۴) روایت مین شذوذ نہین ہے۔ (۵) کوئی علۃ قادحہ نہین ہے۔ یہ سب امور ظنی اور اجتہادی ہین۔ جن پر یقین کی بنیاد نہین قایم ہوسکتی جسطرح ایک فقیہ کسی مسئلہ کو قرآن یا حدیث سے استنباط کر کے اپنی دانست مین صحیح سمجھتا ہے اور اوسکی صحت یقینی نہین ہوتی۔ کیونکہ استنباط مین جن مقدمات سے اوسنے کام لیا ہے اکثر اوسکے ظنیات ہین۔

اسیطرح حدیث کا حال ہے۔ کسی حدیث کو صحیح کہنا محدث کے ظنیات و اجتہادات پر مبنی ہے ایک یا چند محدثین نے کسی حدیث کو اگر صحیح کہا ہے۔ اور دوسرا شخص اوسکی صحت نہین تسلیم کرتا تو وہ صرف اس گناہ کا مجرم ہے کہ اوس محدث یا محدثین کے اصول تحقیق۔ قواعد استنباط۔ طریق روایت۔ غرض اونکے اجتہادات اور مزعومات کا مخالف ہے۔

حدیث کی تحقیق و تنقید کے لئے محدثین نے جو اصول مقرر کئے ہین اور جنپر احادیث کی صحت کا مدار ہے۔ سب عقلی اور اجتہادی مسایل ہین اور یہی وجہ ہے کہ اونمین۔ خود محدثین باہم اختلاف عظیم رکھتے ہین۔ ظاہر بینون کا خیال ہے کہ حدیث کا فن نقلی ہے نہ عقلی۔ لیکن جس شخص نے اصول حدیث پر غور کی ہے وہ اس خیال کی غلطی کو نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اسی نکتہ کی طرف امام ابو حنیفہ۔ نے اشارہ کیا ہے کہ ھذا الذی نحن فیہ رای و لا نجبر علیہ احدا و لا نقول یجب علی احد قبولہ بعضون نے غلطی سے امام صاحب کے اس وسیع قول کو فقہ پر محدود سمجھا۔ لیکن اونکو معلوم نہین کہ مجتہد کو مسایل سے زیادہ مسایل کے ماخذ سے بحث ہوتی ہے۔

اصول حدیث۔ کے ظنی اور اجتہادی ہونیکا ہی اثر ہے کہ محدثین کو احادیث کی صحت و عدم صحت مین باہم اختلاف ہوتا ہے۔ ایک محدث ایک حدیث کو نہایت صحیح مستند۔ واجب العمل قرار دیتا ہے۔ دوسرا اوسی کو ضعیف بلکہ **موضوع** کہتا ہے۔ محدث ابن جوزی نے بہت سی حدیثون کو موضوعات مین داخل کیا ہے۔ جنکو دوسرے محدثین صحیح اور حسن کہتے ہین۔ ابن جوزی نے تو یہ قیامت کی کہ صحیحین کی بعض حدیثون کو موضوع لکھدیا۔

علامہ سخاوی لکھتے ہین - بل ربما ادرج فیھا الحسن والصحیح مما ھو فی احدی الصحیحین فضلا عن غیرھما یعنی "ابن جوزی نے حسن اور صحیح تک کو جو بخاری یا مسلم مین موجود ہین موضوعات مین درج کردیا ہے - دوسری کتابون کا کیا ذکر ہے" بے شبہ ابن جوزی نے اس افراط مین غلطی کی - لیکن یہ غلطی ایک اجتہادی غلطی ہے - جسکا حاصل اسیقدر ہے کہ انہون نے بخاری یا مسلم کی صحیح اجتہاد کو غلط خیال کیا - ان اصولی اختلافات کی وجہ سے احادیث کی صحت اور عدم صحت مین جو اختلافات پیدا ہو گئے ہین اونکا استقصار کیا جاے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے -

حدیث مرفوع کی پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ رسول اللہ تک متصل ثابت ہو - لیکن اتصال کے ثبوت کے جو طریقے تسلیم کئے ہین اونمین اکثر ظنی اور اجتہادی ہین - صحابہ کے ان الفاظ کو - "یہ امر سنت ہے" "ہمکو یہ حکم دیا گیا تھا" "ہم اسبات سے روکے گئے تھے" "رسول اللہ کے زمانہ مین ہم فلان کام کرتے تھے" "یا ہم اوسکو برا نہین سمجھتے تھے" اکثرون نے مرفوع قرار دیا ہے اور بعضون نے یہانتک وسعت دی کہ جن حدیثون مین یہ الفاظ تھے اونکو ان لفظون سے روایت کردیا کہ "رسول اللہ نے یہ فرمایا" حالانکہ یہ الفاظ اس معنی مین قطعی الدلالۃ نہین ہین - بلکہ صحابہ کے ظن اور اجتہاد پر مبنی ہین جسکی نسبت عموماً تسلیم کیا گیا ہے کہ فھم الصحابی لیس بحجۃ - یعنی صحابی کی سمجھ کوئی دلیل نہین - اسی بنا پر بعض علمانے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ الفاظ اتصال و رفع کے لئے کافی نہین ہین - امام شافعی - ابن حزم ظاہری - ابوبکر رازی - اور دیگر محققین نے - صحابہ کے اس قول کو کہ "یہ فعل سنت ہے"

حدیث مرفوع نہین قرار دیا۔ کتب سیر واحادیث مین بیسیون مثالین ملتی ہین جنمین صحابی نے یہ الفاظ استعمال کئے اور وہ حدیث نبوی نہ تھی۔ بلکہ خود اونکا قیاس و اجتہاد تھا۔ لیکن اکثر محدثین نے ان حدیثون کو مرفوع کہا۔ اِس خیال نے یہ آفت پیدا کی کہ اوسکی بنا پر بعض رواۃ نے صریح مرفوع الفاظ مین حدیث کی روایت کردی۔ جسکی وجہ سے ایک عام شبہہ پیدا ہوگیا۔

معنعن روایتون مین اتصال کا ثابت ہونا نہایت مشکل ہے۔ حالانکہ اس قسم کی روایتین کثرت سے ہین۔ امام بخاری کا مذہب ہے کہ معنعن حدیثون مین اگر یہ ثابت ہو کہ راوی اور مروی عنہ دونون ہمزمان تھے اور کبھی ملے بھی تھے تو وہ حدیث متصل سمجھی جائیگی۔ امام مسلم حالانکہ امام بخاری۔ کے شاگرد اور زیادہ تر اونہین کے طریقے کے پیرو تھے۔ تاہم انہون نے نہایت سختی سے اس شرط کی مخالفت کی اور صرف ہمزمان ہونا کافی سمجھا[۱]۔ اس اختلاف کا نتیجہ ہے کہ امام بخاری۔ کے اصول کے موافق۔ امام مسلم کی وہ تمام معنعن روایتین جنمین لقا نہین ثابت ہے منقطوع ہین۔ حالانکہ امام مسلم۔ اونکو متصل سمجھتے ہین۔ اور اوسپر اونکو یہانتک اصرار ہے کہ اپنے مخالف کو سخت الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ امام مسلم۔ نے تو زیادہ توسیع کی لیکن امام بخاری۔ کی شرط کے موافق بھی معنعن روایت مین۔ اتصال کا ثبوت محض ظنی ہے۔ یہ کچھ ضرور نہین کہ دو شخص ہمزمان اور ہم لقا ہون تو اونکی روایتین ہمیشہ بالذات۔ ہون۔ جہان حدثنا۔ اور اخبرنا۔ ہوگا۔ وہان ایسا ہونا البتہ ضرور ہے۔ لیکن اگر یہ الفاظ نہین ہین اور

معنعن روایتین

[۱] دیکھو مقدمہ صحیح مسلم۔

راوی نے عن کے لفظ سے روایت کی ہے تو اتصال کا خیال قیاس غالب ہوگا لیکن یقینی نہوگا۔ حدیث و سیر مین بیسیون مثالین ملسکتی ہین کہ دو راوی۔ ایک زمانہ مین تھے اور آپسمین ملاقات بھی تھی۔ تاہم ایک نے دوسرے سے بعض روایتین بواسطہ کین۔ روزمرہ کے تجربون مین اسکی سیکڑون شہادتین ملتی ہین۔

رجال کی تنقید

سب سے بڑا ضروری اور اہم مسئلہ رجال کی تنقید ہے۔ اخبار احاد کا تمامتر مدار رجال پر ہے۔ لیکن رجال کی تنقید و توثیق۔ ایسا ظنی مسئلہ ہے۔ جسکا قطعی فیصلہ نہایت مشکل اور قلیل الوجود ہے۔ ایک شخص کو بہت سے لوگ نہایت ثقہ۔ نہایت متدین۔ نہایت راستباز سمجھتے ہین اوسی شخص کو دوسرے اشخاص ضعیف الروایۃ۔ غیر ثقہ۔ ناقابل اعتبار۔ خیال کرتے ہین۔ لطف یہ ہے کہ دونون فریق اس رتبہ کے لوگ ہوتے ہین جنکی عظمت و شان سے انکار نہین کیا جاسکتا۔ امام بخاری و مسلم مین گو ایسا سخت اختلاف نہین ہے۔ تاہم بہت سی رواۃ ہین جنکو ان دونون اماموں مین۔ سے ایک قابل حجت سمجھتا ہے اور دوسرا نہین سمجھتا۔ علامہ نووی۔ نے مقدمہ شرح صحیح مسلم مین بعضون کے نام بھی لکھے ہین۔ اور محدث حاکم۔ کی کتاب المدخل سے نقل کیا ہے کہ اون لوگون کی تعداد جنسے امام مسلم نے مسند صحیح مین احتجاج کیا ہے اور امام بخاری۔ نے جامع صحیح۔ مین اون سے حجت نہین لی ۶۲۵ ہے۔

میزان الاعتدال۔ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیکڑون بلکہ ہزارون رُواۃ ہین جنکی جرح و تعدیل مختلف فیہ ہے اور ایسا ہونا ضرور تھا۔ کسی شخص کے اون تمام اوصاف و

عادات پر مطلع ہونا۔ جنکا اثر روایت کی قوت وضعف پر پڑ سکتا ہے۔ مدتون کی ملاقات اور تجربہ پر موقوف ہے۔ جو لوگ جرح وتعدیل۔ کے کام مین مصروف تھے سیکڑون ہزارون راویون سے ایسی عمیق واقفیت کیونکر حاصل کر سکتے تھے۔ اسی لئے۔ مختلف قراین۔ ظاہری آثار عام شہرت۔ سمعی روایتون سے۔ کام لینا پڑتا تھا اور بہت کم قطعی فیصلہ ہو سکتا تھا۔ اگرچہ محدثین۔ نے ان تعارضات کے رفع کرنے کے لئے اصول قرار دئے ہین۔ لیکن وہ اصول خود اجتہادی اور مختلف فیہ ہین۔ اسکے علاوہ متعدد موقعون پر محدثین کو خود اپنے اصول سے انحراف کرنا پڑتا ہے۔ جرح کو عموماً تعدیل پر مقدم مانا گیا ہے۔ لیکن بہت سی رواۃ ہین جنکی نسبت اس قاعدہ کی پابندی نہین کیجاتی۔ محمد بن بشار البصری۔ احمد بن صالح مصری۔ عکرمہ مولی ابن عباس۔ کی نسبت مفسر جرحین موجود ہین تاہم ان جرحون کا اعتبار نہین کیا جاتا۔

تعجب یہ ہے کہ جارحین و معدلین دونون ایمہ فن ہوتے ہین اور اونکی رایون مین اسقدر اختلاف ہوتا ہے جس سے تعجب پیدا ہوتا ہے۔ جابر جعفی کوفی۔ ایک مشہور راوی ہے جسکو دعوی تھا کہ مجھکو پچاس ہزار حدیثین یاد ہین۔ اوسکی نسبت ایمہ جرح وتعدیل کی یہ رائین ہین۔ سفیان کا قول ہے کہ مینے جابر۔ سے زیادہ محتاط حدیث مین نہین دیکھا۔ شعبہ کہتے ہین جابر جب اخبرنا وحدثنا کہین تو وہ اوثق الناس ہین۔ امام سفیان ثوری۔ نے شعبہ سے کہا کہ اگر تم جابر جعفی مین گفتگو کروگے۔ تو مین تم مین گفتگو کرون گا۔ وکیع۔ کا قول ہے کہ تم لوگ اور کسی بات مین شک کرو تو کرو۔ لیکن اسبات مین کچھ شک نہ کرو کہ جابر جعفی۔ ثقہ ہین۔ اسکے مقابلہ مین اور ایمہ فن کی رائین ہین جسکے یہ الفاظ ہین کہ وہ متروک ہے۔ کذاب ہے۔ وضاع ہے۔

چنانچہ اخیر فیصلہ جو پچھلے محدثون نے کیا وہ یہی ہے کہ جابر کی روایت قابل اعتبار نہین۔
اس سے یہ غرض نہین کہ جرح وتعدیل کا فن ناقابل اعتبار ہے۔ بلکہ یہ مقصود ہے کہ جن وسایل اور طرق سے رجال کے حالات قلمبند کئے گئے اور کئے جاسکتے تھے۔ اونکا مرتبہ ظن غالب یا محض ظن سے فایق نہین ہوسکتا۔ اسلئے اوسپر یقینیات اور قطعیات کی بنیاد نہین قایم ہوسکتی۔

ان امور کے بعد تادیہ معنی کی بحث باقی رہتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث تمام محدثین اور مجتہدین کے اصول کے موافق متصل بھی ہے۔ رواۃ بھی ثقہ ہین۔ شذوذ بھی نہین ہے لیکن یہ بحث اب بھی باقی ہے کہ راوی نے اداے مطلب کیونکر کیا؟۔ موقع اور محل روایت کی تمام خصوصیتین ملحوظ رکھین یا نہین؟۔ فہم مطلب۔ یا طریقہ ادا مین توکوئی غلطی نہین کی؟۔ چونکہ یہ مسلم ہے کہ حدیثین اکثر بالمعنی روایت کی گئی ہین اسلئے ان احتمالات کو زیادہ قوت ہوجاتی ہے۔ صحابہ۔ کے زمانہ مین کسی روایت کی صحت سے انکار کیا جاتا تھا۔ تواسی بنا پر کیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ صحابہ عموماً ثقہ تھے اور اونکی روایت مین انقطاع کا کوئی احتمال نہ تھا۔ صحیح مسلم باب التیمم مین ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر سے مسئلہ دریافت کیا کہ مجھکو غسل کی حاجت ہوئی اور پانی نہ ملسکا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ نماز نہ پڑہو۔ عمار۔ موجود تھے اونہون نے اس مسئلہ کے متعلق رسول اللہ سے ایک روایت بیان کی اور کہا کہ اوس موقع پر آپ بھی موجود تھے۔ حضرت عمر نے کہا۔ اتق اللہ یا عمار یعنی "اے عمار خدا سے ڈرو" یہ ظاہر ہے کہ حضرت عمر۔ عمار۔ کو کاذب الروایۃ نہین سمجھتے تھے۔ لیکن اس احتمال پر کہ شاید

اداے مطلب

ادا سے مطلب مین غلطی ہوئی - یہ الفاظ فرمائے - چنانچہ عمار نے کہا - کہ اگر آپکی مرضی نہو تو مین یہ حدیث نہ روایت کیا کرون " اخبار احاد کی بحث کو ہمنے قصداً اسلیئے طول دیا کہ محدثین زیادہ تر اسی مسئلہ کی وجہ سے امام ابو حنیفہ پر رد و قدح کرتے ہین - حالانکہ امام صاحب کا مذہب - نہایت تحقیق اور دقت نظر پر مبنی ہے -

یہ تمام احتمالات اور اجتہادات اخبار احاد کے ساتھ مخصوص ہین - متواتر اور مشہور مین ان بحثون کا مساغ نہین - انہین وجوہ اور اسباب سے اخبار احاد کے متعلق مختلف رائین پیدا ہو گئین - معتزلہ نے تو سرے سے انکار کیا - اونکے مقابلہ مین بعض محدثین نے یہ شدت کی کہ خبر واحد کو قطعی قرار دیا - صرف یہ شرط لگائی کہ رُواۃ ثقہ ہون - اور انقطاع - و شذوذ علت نہو - بعض محدثین اگرچہ اصول کے طور پر اخبار احاد کو ظنی کہتے ہین لیکن جزئیات احکام اور مسائل اعتقادی مین اسکا خیال نہین رکھتے - امام ابو حنیفہ نے اس بحث مین جو مسلک اختیار کیا وہ نہایت معتدل اور انکی دقت نظر کی بہت بڑی دلیل ہے - اونہون نے نہ معتزلہ کی طرح سرے سے انکار کیا - نہ ظاہر بینون کی طرح خوش اعتقادی سے اوسکی قطعیت تسلیم کی - امام صاحب کی یہ راے بڑے بڑے صحابہ کی راے کے موافق ہے حضرت عمر حضرت عائشہ - عبداللہ بن مسعود - نے متعدد موقعون پر خبر واحد کی تسلیم مین تردد کیا ہے - جسکی وجہ یہی تھی کہ وہ اخبار احاد کو قطعی نہین سمجھتے تھے - فاطمہ بنت قیس - نے جب حضرت عمر - کے سامنے رسول اللہ سے روایت کی کہ لا سکنیٰ و لا نفقۃ - تو حضرت عمر نے فرمایا - لا نترک کتاب اللہ بقول امرءۃ لا ندری صدقت ام کذبت - یعنی ہم ایک عورت کی روایت کی بنا پر کبھی

خبر واحد قطعی نہین -

خبر واحد مین صحابہ نے شک کیا -

نسبت معلوم نہین کہ اوسنے غلط کہا یا صحیح۔ ہم کتاب الٰہی کو چھوڑ نہین سکتے فقہی احکام مین اس قاعدہ کی متعدد تفریعین ہین۔ مثلاً یہ کہ اخبار احاد سے کسی حکم کا فرض ہونا نہین ثابت ہو سکتا۔ کیونکہ فرضیت۔ ثبوت قطعی کی محتاج ہے البتہ اوس سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے وجوب۔ تسنن۔ استحباب۔ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر نماز مین قرأۃ فاتحہ۔ کو امام شافعی۔ فرض سمجھتے ہین۔ اور امام ابو حنیفہ۔ واجب۔ اس اصول پر بہت سے احکام متفرع ہین۔

اس قاعدہ کا اثر علم کلام کے مسایل پر۔

فقہ ۔ سے زیادہ اس قاعدہ کا اثر علم کلام پر پڑتا ہے۔ اور یہی چیز ہے جسنے ایک زمانہ کو امام ابو حنیفہ کا مخالف بنا دیا تھا۔ امام صاحب نے مذکورۂ بالا قاعدہ کی بنا پر یہ اصول قرار دیا تھا کہ جو مسایل اور عقاید۔ اسلام مین متفق علیہ ہین اونکے خلاف اخبار احاد۔ قابل اعتبار نہین۔ مثلاً انبیا کی عصمت۔ اہل حق کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ اسکے برخلاف جن روایتون سے انبیا کا مرتکب کبایر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے اصول کے موافق وہ روایتین قابل اعتبار نہین۔ اس اصول کی بنا پر بہت سے اشکالات سے جو ملاحدہ پیش کرتے ہین نجات ملتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اکثر ارباب روایت نے اس عمدہ اصول کی قدر نہ کی بلکہ اولٹی اور مخالفت کی۔ علامہ ابن عبد البر نے جو مشہور محدث ہین کتاب الکنی مین لکھا ہے۔ کان مذھب الامام ابی حنیفہ فی اخبار احاد ان لا یقبل منھا ما خالف الاصول المجمع علیھا فانکر علیہ اصحاب الحدیث فافرطوا۔[51]

---

[51] اس عبارت کو حافظ ابو المحاسن نے عقود الجمان مین نقل کیا ہے۔

یعنی "اخبار احاد مین امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب تھا کہ اصول متفق علیہ کے خلاف ہو تو قابل قبول نہین۔ اسپر اصحاب حدیث نے اونکی مخالفت کی اور افراط کو پہونچا دیا۔"

محدثین اور امام ابوحنیفہ کے اصول مین عملاً یہ فرق ہے کہ جو حدیث اصول متفق علیہ کے خلاف ہوتی تھی محدثین اوسکی صحت کو تسلیم کر کے تاویل سے کام لیتے تھے۔ حالانکہ اکثر جگہ محض بارد تاویل ہوتی تھی بخلاف اسکے امام صاحب اسطرف مائل ہوتے تھے کہ چونکہ وہ حدیث متواتر اور مشہور نہین ہے اسلئے ممکن ہے کہ رُواۃ نے غلطی یا مسامحت کی ہو۔ امام فخرالدین رازی۔ نے تفسیر کبیر مین ایک بحث لکھی ہے جو اس موقع کی ایک عمدہ مثال ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ "ایک شخص سے مینے کہا کہ یہ حدیث جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم تین بار جھوٹ بولے۔ ماکذب ابراھیم الا ثلث کذبات۔ صحیح نہین۔ کیونکہ اس سے حضرت ابراہیم کا (نعوذ باللہ) کاذب ہونا لازم آتا ہے۔ اوس شخص نے کہا کہ اس حدیث کی رواۃ ثقہ ہین اونکو کاذب کیونکر کہا جاے۔ مینے جواب دیا کہ حدیث کو صحیح مانین تو حضرت ابراہیم کا کذب لازم آتا ہے۔ اور غلط تسلیم کرین تو راوی کو کاذب ماننا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بدیہی بات ہے کہ حضرت ابراہیم کو راوی پر ترجیح ہے" امام رازی کا استدلال۔ امام ابوحنیفہ کے اسی خیال پر مبنی ہے۔ یعنی چونکہ انبیا کا معصوم اور صادق ہونا متفق علیہ ہے۔ اسلئے خبر واحد اوسکے متعارض نہین ہوسکتی۔ افسوس ہے کہ محدث قسطلانی صحیح بخاری کی شرح مین اس استدلال کو نقل کر کے لکھتے ہین کہ "جب رُواۃ ثقہ ہین تو حدیث کو بہرحال صحیح ماننا چاہیے۔"

اِسی اصول پر امام صاحب اسبات کے قایل ہین کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورۃ کے شروع مین جزو قرآن نہین ہے"۔ امام شافعی۔ اور بعض محدثین اسکے خلاف ہین اور سند مین چند حدیثین پیش کرتے ہین۔ امام ابو حنیفہ۔ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ قرآن تواتر سے ثابت ہے اور جو تواتر سے ثابت ہے وہی قرآن ہے۔ اخبار احاد سے قرآن نہین ثابت ہوسکتا۔ اسیطرح امام صاحب کے اصول کے مطابق۔ وہ روایتین قابل اعتبار نہین جنمین عبد اللہ بن مسعود۔ کی طرف معوذتین۔ کا انکار منسوب کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر۔ نے اِن روایتون کو صحیح تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ "روایت سے انکار نہین کرنا چاہیئے۔ بلکہ تاویل سے کام لینا چاہیئے"۔ لیکن تاویل کیا ہوسکتی ہے۔ خدانخواستہ یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ معوذتین۔ متواتر نہین ہین۔ یا تواتر کا اتنا رتبہ گھٹانا ہوگا کہ رسول اللہ کے اصحاب کو بھی اوس سے واقف ہونا ضرور نہو۔ امام صاحب کے اس اصول کے مطابق اسلام کا دایرہ اوسقدر وسیع رہتا ہے جسقدر کہ اوسکو ہونا چاہیئے۔ بخلاف اسکے اور لوگون کی راے کے مطابق اوسکی وسعت نقطہ سے بھی کم رہجاتی ہے مثلاً یہ مسلم اور یقینی ہے کہ جو شخص توحید و نبوت کا قایل ہے اور دل سے اسپر اعتقاد رکھتا ہے وہ قرآن مجید کی نص کے مطابق مسلمان ہے۔ اب اسکے مقابلہ مین وہ حدیثین جو قطعی الثبوت نہین ہین۔ اور جنمین بہت سے خارجی امور پر کفر کا حکم دیا گیا ہے۔ کچھ اثر نہین پیدا کرسکتین۔ اسی بنا پر امام صاحب معتزلہ قدریہ۔ جہمیہ۔ وغیرہ کو کافر نہین کہتے تھے اور اس قسم کی حدیثون کا کہ "تہتر فرقون مین سے صرف ایک فرقہ جنتی ہے اور باقی دوزخی" اعتبار نہین کرتے تھے۔ لیکن بہت سے

ظاہر بینون نے ان حدیثون کا یہ رتبہ قایم کیا کہ اونکی بنا پر بات بات پر کفر کے فتوی دئے یہانتک کہ جو شخص وضع قطع مین ذرا بھی کسی دوسرے کے مشابہ ہوجائے وہ کافر ہے خود متاخرین حنفیہ نے امام صاحب کے اس عمدہ اصول کو نظر انداز کردیا اور سیکڑون ہزارون مسئلے کفر کے ایجاد کردئے جنکی تفصیل سے فقہ کی کتابین مالامال ہین -

فقہ

اسلامی علوم مثلاً تفسیر - حدیث - فقہ - مغازی - انکی ابتدا اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہوئی لیکن جسوقت تک اونکو فن کی حیثیت نہین حاصل ہوئی وہ کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہین ہوئے - دوسری صدی کے اوایل مین تدوین و ترتیب شروع ہوئی ہے اور جن لوگون نے تدوین و ترتیب کی وہ اون علوم کے بانی کہلائے چنانچہ بانی فقہ کا لقب امام ابو حنیفہ کو ملا جو درحقیقت اس لقب کے سزاوار تھے - اگر ارسطو علم منطق کا موجد ہے تو بے شبہہ امام ابو حنیفہ بھی علم فقہ کے موجد ہین - امام صاحب کی علمی زندگی کا بڑا کارنامہ فقہ ہی ہے اسلئے ہم اُسپر تفصیلی بحث کرنی چاہتے ہین لیکن اصل مقصد سے پہلے ضرور ہے کہ مختصر طور پر ہم علم فقہ کی تاریخ لکھین جس سے ظاہر ہو کہ علم کب شروع ہوا اور کیونکر شروع ہوا ؟ - اور خاصکر یہ کہ امام ابو حنیفہ نے جب اُسکو پایا تو اوسکی کیا حالت تھی ؟ -

فقہ کی مختصر تاریخ -

فقہ - کی تاریخ پر شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے جسکا التقاط ہمارے لئے کافی ہے - وہ لکھتے ہین کہ رسول اللہ کے زمانہ مین احکام کی قسمین نہین پیدا ہوئی تہین - آنحضرت صحابہ کے سامنے وضو فرماتے تھے - اور کچھ نہ بتاتے تھے - کہ یہ رکن

ہے - یہ واجب ہے - یہ مستحب ہے - صحابہ - آپ کو دیکھکر - اُسیطرح وضو کرتے تھے - نماز - کا بھی یہی حال تھا یعنی صحابہ - فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل و تدقیق - نہین کیا کرتے تھے - جسطرح رسول اللہؐ - کو نماز پڑھتے دیکھا - خود بھی پڑھ لی - ابن عباس کہتے ہین کہ "مین نے کسی قوم کو رسول اللہؐ کے اصحاب سے بہتر نہین دیکھا لیکن اونہون نے رسول اللہؐ - کی تمام زندگی مین تیرہ مسئلون سے زیادہ نہین پوچھے - جو سب کے سب قرآن مین موجود ہین" البتہ جو واقعات غیر معمولی طور سے پیش آتے تھے اُنہین - لوگ آنحضرتؐ سے استفتا کرتے اور آنحضرتؐ جواب دیتے - اکثر ایسا بھی ہوتا کہ لوگون نے کوئی کام کیا اور آپ نے اُسپر تحسین کی یا اوس سے ناراضامندی ظاہر کی - اِس قسم کے فتاوے اکثر عام مجمعون مین ہوتے تھے - اور لوگ آنحضرتؐ کے اقوال کو محفوظ رکھتے تھے -

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد - فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دایرہ وسیع ہوتا گیا - واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا - مثلاً کسی شخص نے غلطی سے نماز مین کوئی عمل ترک کر دیا - اب بحث یہ پیش آئی کہ "نماز ہوئی یا نہین" اس بحث کے - پیدا ہونے کے ساتھ یہ تو ممکن نہ تھا کہ نماز مین جسقدر اعمال تھے سب کو فرض کہدیا جاتا - صحابہ کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز مین کتنے ارکان فرض و واجب ہین - کتنے مسنون اور مستحب - اس تفریق کے لئے جو اصول قرار دئے جا سکتے تھے - اُن پر تمام صحابہ کی رایون کا متفق ہونا ممکن نہ تھا - اسلئے مسائل مین اختلاف آرا ہوا اور اکثر مسئلون مین صحابہ کی مختلف رائین قائم ہوئین بہت سے ایسے واقعات پیش آئے

کہ رسول اللہؐ کے زمانہ مین اُنکا عین و اثر بھی پایا نہین گیا تھا۔ صحابہ کو اِن صورتون مین۔ استنباط۔ تفریع۔ حمل النظیر علی النظیر۔ قیاس۔ سے کام لینا پڑا۔ ان اصول کے طریقے یکسان نہ تھے۔ اسلئے ضروری اختلاف پیدا ہوئے۔ غرض صحابہ ہی کے زمانہ مین احکام اور مسایل۔ کا ایک دفتر بنگیا اور جدا جدا طریقے قایم ہو گئے۔ صحابہ۔ مین سے جن لوگون نے استنباط و اجتہاد سے کام لیا۔ اور مجتہد یا فقیہ۔ کہلائے اون مین سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس۔ حضرت علیؓ و عبداللہ بن مسعود زیادہ تر۔ کوفہ مین رہے اور وہین اونکے مسایل و احکام کی زیادہ ترویج ہوئی۔ اس تعلق سے کوفہ۔ فقہ کا دار العلوم بنگیا۔ جسطرح کہ حضرت عمرؓ و عبداللہ بن عباس۔ کے تعلق سے حرمین کو دار العلوم۔ کا لقب حاصل ہوا تھا۔

مجتہدین صحابہ

حضرت علیؓ۔ بچپن سے رسول اللہؐ۔ کی آغوش تربیت مین پلے تھے۔ اور جسقدر اونکو آنحضرتؐ کے اقوال و افعال سے مطلع ہونے کا موقع ملا تھا کسی کو نہین ملا تھا۔ ایک شخص نے اون سے پوچھا کہ آپ اور صحابہ کی نسبت کثیر الروایۃ کیون ہین۔ ؟ فرمایا کہ "مین آنحضرتؐ سے کچھ دریافت کرتا تھا تو بتاتے تھے اور چپ رہتا تھا تو خود ابتدا کرتے تھے"۔ اسکے ساتھ ذہانت قوت استنباط۔ ملکۂ استخراج۔ ایسا بڑھا ہوا تھا کہ عموماً صحابہ۔ اعتراف کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ۔ کا عام قول تھا کہ "خدا نکرے کہ کوئی مشکل مسئلہ آن پڑے اور علیؓ۔ موجود نہ ہون"۔ عبداللہ بن عباس۔ خود مجتہد تھے مگر کہا کرتے تھے کہ "جب ہمکو علیؓ۔ کا فتویٰ ملجاے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہین"۔

حضرت علیؓ

عبداللہ بن مسعود

عبداللہ بن مسعود بھی حدیث وفقہ - دونوں مین کامل تھے - رسول اللہ - کے ساتھ جسقدر جلوت وخلوت مین وہ ہمدم وہمراز رہے تھے بہت کم لوگ رہے ہونگے - صحیح مسلم - مین ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ ہم یمن - سے آئے اور کچھ دنون تک (مدینہ مین) رہے - ہم نے عبداللہ بن مسعود - کو رسول اللہ - کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم اونکو رسول اللہ کے اہلبیت سے گمان کرتے رہے" عبداللہ بن مسعود - کو دعویٰ تھا کہ "قرآن مجید مین کوئی آیت ایسی نہین ہے جسکی نسبت مین یہ جانتا ہون کہ کس باب مین اُتری ہے" وہ کہا کرتے تھے کہ "اگر کوئی شخص قرآن مجید - کا مجھسے زیادہ عالم ہوتا تو مین اُسکے پاس سفر کرکے جاتا" صحیح مسلم مین ہے کہ اونہون نے ایک مجمع مین دعویٰ کیا کہ تمام صحابہ - جانتے ہین کہ مین قرآن کا سب سے زیادہ عالم ہون - شقیق اس جلسہ مین موجود تھے - وہ کہتے ہین کہ اُس واقعہ کے بعد - مین اکثر صحابہ کے حلقو مین شریک ہوا مگر کسی کو عبداللہ بن مسعود - کے دعویٰ کا منکر نہین پایا -

عبداللہ بن مسعود - باقاعدہ طور پر حدیث وفقہ کی تعلیم دیتے تھے اور اونکی درسگاہ مین بہت سے تلامذہ کا مجمع رہتا تھا جنمین سے چند شخص یعنی اسود - عبیدہ - حارث - علقمہ - نہایت نامآور ہوئے علقمہ - رسول اللہ کی زندگی مین پیدا ہوے تھے - اور حضرت عمر - عثمان - علیؓ - عائشہ - سعد - حذیفہ - خالد بن الولید - خباب - اور بہت سے صحابہ سے حدیثین روایت کین - خاصکر - عبداللہ بن مسعود کی صحبت مین - اس التزام سے رہے تھے اور اُنکے طور وطریقہ کے اسقدر قدم بقدم چلتے تھے کہ لوگون کا قول تھا کہ "جسنے علقمہ کو دیکھ لیا اُسنے عبداللہ بن مسعود - کو دیکھ لیا" خود عبداللہ بن مسعود - کا قول تھا کہ "جسقدر علقمہ کی معلومات ہین

میری معلومات اوس سے زیادہ نہین ہین"۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ صحابہ اُن سے مسائل دریافت کرنے آتے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود کے شاگردون مین اگر کوئی شخص علقمہ کا ہمسر تھا تو اسود تھے۔

ابراہیم نخعی

علقمہ و اسود کے انتقال کے بعد ابراہیم نخعی مسند نشین ہوئے۔ اور فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہانتک کہ اونکو فقیہ العراق کا لقب ملا۔ علم حدیث مین اونکا یہ پایہ تھا کہ صیرفی الحدیث کہلاتے تھے۔ امام شعبی نے جو علامۃ التابعین کے لقب سے ممتاز ہین اونکی وفات کے وقت کہا کہ "ابراہیم نے کسی کو نہین چھوڑا جو اُن سے زیادہ عالم اور فقیہ ہو" اسپر ایک شخص نے تعجب سے پوچھا کہ کیا حسن بصری۔ اور ابن سیرین بھی۔ شعبی نے کہا حسن بصری۔ اور ابن سیرین پر کیا ختم ہے۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ حجاز مین کوئی شخص اُن سے زیادہ عالم نہین رہا۔

ابراہیم نخعی کے عہد مین مسایل فقہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہوگیا تھا جسکا ماخذ حدیث نبوی اور حضرت علیؑ اور عبد اللہ بن مسعود کے فتاوے تھے۔ یہ مجموعہ گو مرتب طور پر قلمبند نہین کیا گیا۔ لیکن اونکے شاگردون کو اُسکے مسایل زبانی یاد تھے۔ سب سے زیادہ یہ مجموعہ حماد کے پاس جمع تھا۔ جو ابراہیم کے تلامذہ مین نہایت ممتاز تھے۔ چنانچہ اونکے مرنے کے بعد فقہ کی مسند خلافت بھی انہین کو ملی۔ حماد نے گو فقہ کو چندان ترقی نہین دی لیکن وہ ابراہیم کے مجموعہ فقہ کے بہت بڑے حافظ تھے۔ حماد نے ۱۲۰ھ ہجری مین قضا کی اور لوگون نے اُنکی جگہ امام ابو حنیفہ کو فقہ کی مسند پر بٹھایا۔

امام صاحب کے زمانہ تک اگرچہ فقہ کے معتد بہ مسایل مدون ہو چکے تھے لیکن اوّلاً تو یہ تدوین صرف زبانی روایت تھی۔ دوسرے جو کچھ تھا فن کی حیثیت سے نہ تھا۔ نہ استنباط و استدلال کے قواعد قرار پائے تھے نہ احکام کی تفریع کے اصول منضبط تھے۔ نہ حدیثون مین امتیاز مراتب تھا۔ نہ قیاس اور شبہ النظیر علی النظیر کے قاعدے مقرر تھے۔ مختصر یہ کہ فقہ جزئیات مسایل کا نام تھا اور اوسکو قانون کے رتبہ تک پہنچانیکے لئے بہت سے زینے باقی تھے۔

امام ابوحنیفہ کو فقہ کی تدوین کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔

تاریخ سے اسبات کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ امام ابوحنیفہ کو خاص کس وجہ سے فقہ کی تدوین کا خیال پیدا ہوا۔ قلایدعقود العقیان کے مصنف نے کتاب انموذج القتال سے اسکا ایک قصہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ "دو شخص حمام مین نہانے گئے اور حمامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے۔ ایک اونمین سے نہا کر نکلا اور حمامی سے امانت طلب کی۔ اُسنے دیدی۔ یہ لیکر چلتا ہوا۔ دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو اُسنے عذر کیا کہ مین نے تمھارے شریک کو حوالہ کر دی۔ اسنے عدالت مین استغاثہ کیا۔ قاضی صاحب نے حمامی کو ملزم ٹھہرایا۔ کہ جب دونون نے ملکر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تجھکو ضرور تھا کہ دونون کی موجودگی مین واپس کرتا۔ حمامی گھبرایا ہوا امام ابوحنیفہ کے پاس آیا۔ امام صاحب نے کہا کہ تم جا کر اس شخص سے کہو کہ مین تمھاری امانت ادا کرنے کے لئے تیار ہون۔ لیکن قاعدہ کے موافق تنہا تمکو نہین دے سکتا۔ شریک کو لاؤ تو لیجاؤ۔ اس واقعہ کے بعد امام صاحب کو فقہ کی تدوین کا خیال پیدا ہوا۔ اور اوسکی ترتیب شروع کی۔"

اصلی اسباب۔

ممکن ہے کہ یہ واقعہ صحیح ہو لیکن اس خیال کے پیدا ہونے کے اصلی اسباب اور تھے۔

یہ امر تاریخون سے ثابت ہے کہ امام صاحب کو تدوین فقہ کا خیال قریباً سنہ ۱۲۰ھ مین پیدا ہوا یعنی جب اُنکے اُستاد حماد نے وفات کی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اسلام کا تمدن نہایت وسعت پکڑ گیا تھا۔ عبادات اور معاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو گئے تھے اور ہوتے جاتے تھے کہ ایک مرتب مجموعہ قانون کے بغیر کسی طرح کام نہین چل سکتا تھا۔ نیز سلطنت کی وسعت اور دوسری قومون کے میل جول۔ سے تعلیم و تعلم نے اسقدر وسعت حاصل کر لی تھی کہ زبانی سند و روایت۔ اُسکا تحمل نہین کر سکتی تھی۔ ایسے وقت پر قدرتی طور پر۔ لوگون کے دل مین خیال آیا ہوگا کہ ان جزئیات کو اصول کے ساتھ ترتیب دیکر ایک فن بنا دیا جائے۔

امام ابو حنیفہ۔ کی طبیعت مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مقننانہ واقع ہوئی تھی۔ اسکے ساتھ تجارت کی وسعت اور ملکی تعلقات نے اونکو معاملات کی ضرورتون سے خبردار کر دیا تھا۔ اطراف و بلاد سے۔ ہر روز جو سیکڑون ضروری استفتا آتے تھے اون سے اُنکو اندازہ ہوتا تھا کہ ملک کو اس فن کی کسقدر حاجت ہے قضاۃ اور حکام فصل قضایا مین جو غلطیان کرتے تھے۔ وہ اپنی آنکھون سے دیکھتے تھے۔ غرض یہ اسباب اور وجوہ تھے جنہون نے اُنکو اس فن کی تدوین و ترتیب پر آمادہ کیا۔ ممکن ہے کہ کسی خاص واقعہ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس آمادگی کو اور تحریک ہوئی۔ جسکے ساتھ عملی کوشش کا ظہور ہوا۔

امام صاحب۔ نے جس طریقہ سے فقہ کی تدوین کا ارادہ کیا وہ نہایت وسیع اور پر خطر کام تھا۔ اسلیے انہون نے اتنے بڑے کام کو اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر منحصر کرنا نہین چاہا

تلامذہ جو فقہ کے تدوین مین شریک تھے۔

اِس غرض سے اُنہون نے اپنے شاگردون مین سے چند نامور شخص۔ انتخاب کیئے جنمین سے اکثر خاص خاص۔ فنون مین جو تکمیل فقہ کیلیئے ضروری تھے اُستاذِ زمانہ تسلیم کیئے جاتے تھے۔ مثلاً یحیی بن ابی زایدہ حفص بن غیاث۔ قاضی ابو یوسف۔ داؤد الطائی۔ حبان۔ مندل حدیث وآثار مین نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر۔ قوت استنباط مین مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد۔ کو ادب اور عربیت مین کمال تھا۔ امام صاحب۔ نے ان لوگون کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی۔ اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع ہوئی۔ امام طحاوی۔ نے بسندِ متصل اسد بن فرات۔ سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ۔ کے تلامذہ جنہون نے فقہ کی تدوین کی چالیس تھے جنمین یہ لوگ زیادہ ممتاز تھے۔ ابو یوسف۔ زفر داؤد الطائی۔ اسد بن عمر۔ یوسف بن خالد التیمی۔ یحیی بن ابی زایدۃ" امام طحاوی۔ نے یہ بھی روایت کی ہے کہ لکھنے کی خدمت یحیی۔ سے متعلق تھی۔ اور وہ تیس برس تک اِس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس کام مین کم و بیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا یعنی سنہ ۱۲۱ ہجری سے سنہ ۱۵۰ تک جو امام ابو حنیفہ کی وفات کا سال ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یحیی ابتدا شروع سے اِس کام مین شریک تھے یحیی سنہ ۱۲۰ مین پیدا ہوئے تھے اسلیئے وہ شروع سے کیونکر شریک ہو سکتے تھے طحاوی۔ نے جن لوگون کے نام گنائے ہین اُنکے سوا۔ عافیہ ازدی۔ ابو علی غزی۔ علی مسہر۔ قاسم بن معن۔ حبان۔ مندل۔ بھی اِس مجلس کے ممبر رہے تھے۔

طریقۂ تدوین۔

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا۔ اگر اُسکے جواب مین سب لوگ متفق الراے ہوتے تو اوسیوقت قلمبند کرلیا جاتا۔ ورنہ نہایت آزادی سے بحثین شروع

ہوتین - کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قایم رہتی - امام صاحب غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تقریرین سنتے اور بالآخر ایسا جنچا تُلا فیصلہ کرتے کہ سبکو تسلیم کرنا پڑتا کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلہ کے بعد بھی لوگ اپنی اپنی رایون پر قایم رہتے - اسوقت وہ سب مختلف اقوال قلمبند کر لئے جاتے - اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکاے جلسہ جمع نہولین کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جاے -

جواہر مضیئہ - کے مصنف - نے عافیہ بن یزید - کے تذکرہ مین اسحق - سے روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ - کے اصحاب کسی مسئلہ مین بحث کرتے ہوتے اور عافیہ - موجود نہوتے تو امام صاحب فرماتے - کہ عافیہ - کو آلینے دو - جب وہ آ لیتے اور اتفاق کرتے تب وہ مسئلہ درج تحریر کیا جاتا - اسطرح تیس برس کی مدت مین یہ عظیم الشان کام انجام کو پہونچا - امام صاحب کی اخیر عمر قید خانہ مین گذری وہان بھی یہ کام برابر جاری رہا -

اس مجموعہ کی ترتیب جیسا کہ - حافظ ابو المحاسن - نے بیان کی ہے یہ تھی اول باب الطہارۃ باب الصلوٰۃ - باب الصوم - پھر عبادات - کے اور ابواب - اسکے بعد - معاملات - سب سے اخیر مین باب المیراث -

اس مجموعہ کا رواج

امام صاحب کی زندگی ہی مین اس مجموعہ نے وہ حسن قبول حاصل کیا کہ اسوقت کے حالات کے لحاظ سے مشکل سے قیاس مین آسکتا ہے - جسقدر اُسکے اجزا تیار ہوتے جاتے تھے - ساتھ ہی ساتھ - تمام ملک مین اُسکی اشاعت ہوتی جاتی تھی - امام صاحب - کا درسگاہ ایک قانونی مدرسہ تھا - جسکے طلبا نہایت کثرت سے ملکی عہدون پر مامور ہوئے - اور اُنکی آئین حکومت کا دستور العمل -

یہی مجموعہ تہا۔ تعجب یہ ہے کہ جن لوگون کو امام صاحب سے ہمسری کا دعوی تھا وہ بھی اِس کتاب سے بے نیاز نہ تھے۔ امام سفیان ثوری۔ نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرہن۔ کی نقل حاصل کی اور اوسکو اکثر پیش نظر رکھتے تھے۔ زایدہ۔ کا بیان ہے کہ مین نے ایک دن سفیان۔ کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جسکو وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ اون سے اجازت مانگ کرمین اوسکو دیکھنے لگا تو۔ ابوحنیفہ۔ کی کتاب الرہن نکلی۔ مین نے تعجب سے پوچھا کہ "آپ ابوحنیفہ۔ کی کتابین دیکھتے ہین"۔ بولے "کاش۔ اونکی سب کتابین میرے پاس ہوتین[۱]"۔

یہ بھی کچھ تعجب کی بات نہین کہ باوجودیکہ اُسوقت بڑے بڑے مدعیان فن موجود تھے اور اونمین بعض امام ابوحنیفہ۔ سے مخالفت بھی رکھتے تھے۔ تاہم کسی کو اس کتاب کی ردوقدح کی جرأت نہین ہوئی۔ امام رازی۔ مناقب الشافعی مین لکھتے ہین "ان اصحاب الرای اظہروا مذاھبھم وکانت الدنیا مملوۃ من المحدثین ورواۃ الاخبار فلم یقدر احد منھم الطعن فی اقاویل اصحاب الرای"۔ "یعنی اصحاب الرا ے (ابوحنیفہ اوراُنکے تلامذہ) نے اپنے مسایل جس زمانہ مین ظاہر کئے۔ دنیا محدثین اور راویان اخبار سے بھری ہوئی تھی تاہم کسی کو یہ قدرت نہوئی کہ اُنکے اقوال پر اعتراض کرتا" امام رازی۔ نے تو عام نفی کی ہے لیکن ہمکو زیادہ استقصار سے معلوم ہوا کہ اس عموم مین ایک استثنا ہے۔ کیونکہ۔ بیہقی۔ نے تصریح کی ہے کہ امام اوزاعی۔ نے ابوحنیفہ۔ کی۔ کتاب السیر۔ کا رد لکھا تہا جسکا جواب۔ قاضی ابویوسف۔ نے لکھا۔

غالباً یہ مجموعہ بہت بڑا مجموعہ تھا اور ہزارون مسایل پر مشتمل تھا۔ قلاید عقود العقیان۔ کے مصنف

---

[۱] عقود الجمان باب عاشر۔

نے کتاب الصیانہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "امام ابوحنیفہ نے جسقدر مسایل مدون کئے اونکی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ ہے" شمس الایمہ کردری نے لکھا ہے کہ "یہ مسایل چھ لاکھ تھے" یہ خاص تعداد شاید صحیح نہو لیکن کچھ شبہہ نہین کہ اونکی تعداد لاکھون سے کم نہ تھی۔ امام محمد۔ کی جو کتابین آج موجود ہین اُن سے اِسکی تصدیق ہوسکتی ہے۔

اگرچہ اسمین کسیطرح شبہہ نہین ہوسکتا کہ۔ امام ابوحنیفہ۔ کی زندگی ہی مین۔ فقہ۔ کے تمام ابواب مرتب ہوگئے تھے۔ رجال و تاریخ کی کتابون مین اسکا ثبوت ملتا ہے جسکا انکار گویا تواتر کا انکار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ مجموعہ ایک مدت سے ضایع ہوگیا ہے۔ اور دنیا کے کسی کتب خانہ مین اُسکا پتہ نہین چلتا۔ امام رازی۔ مناقب الشافعی مین لکھتے ہین کہ "ابوحنیفہ۔ کی کوئی تصنیف باقی نہین رہی" امام رازی نے ۶۰۶ھ مین انتقال کیا۔ اِس لحاظ سے کم از کم چھ سو برس ہوے کہ امام صاحب۔ کی تصنیفات ناپید ہوچکین۔ امام صاحب۔ کی تصنیفات کا ضایع ہوجانا اگرچہ کچھ محل تعجب نہین۔ اُس عہد کی ہزارون کتابون مین سے آج ایک کا بھی وجود نہین امام اوزاعی۔ ابن جریج۔ ابن عروبہ۔ حماد بن ابی سلمہ۔ انکی تالیفات عین اُسی زمانہ مین شائع ہوئین جب امام ابوحنیفہ۔ کا دفتر فقہ مرتب ہو رہا تھا۔ تاہم اِن کتابون کا نام بھی کوئی نہین جانتا لیکن امام ابوحنیفہ۔ کی تصنیفات کی گم شدگی کی ایک خاص وجہ ہے۔ امام صاحب۔ کا مجموعۂ فقہ اگرچہ بجاے خود مرتب او خوش اسلوب تھا۔ لیکن قاضی ابویوسف۔ و امام محمد۔ نے اونہین مسائل کو اس توضیح و تفصیل سے لکھا۔ اور ہر مسئلہ پر استدلال و برہان کے ایسے حاشیے اضافہ کئے کہ اُنہین کو رواج عام ہوگیا اور اصل ماخذ سے لوگ بے پروا ہوگئے۔ ٹھیک اسیطرح

امام صاحب کے زمانہ مین جو مجموعۂ فقہ مرتب ہوا تھا وہ معدوم ہوگیا

جسطرح کہ متاخرین نحویون کی تصنیفات کے بعد - فرار - کسائی - خلیل - اخفش - ابوعبیدہ - کی کتابین دنیا سے بالکل ناپید ہوگئین - حالانکہ یہ لوگ فن نحو کے بانی اور مدوّن اول تھے -

امام صاحب کے مسایل کا آج جو ذخیرہ دنیا مین موجود ہے وہ امام محمد - اور قاضی ابویوسف کی تالیفات ہین جنکے نام اور مختصر حالات اِن بزرگون کے ترجمہ مین ہم لکھینگے -

یہ فقہ - اگرچہ عام طور سے فقہ حنفی کہلاتی ہے - لیکن درحقیقت وہ چار شخصون - یعنی امام ابوحنیفہ - زفر - قاضی ابویوسف - امام محمد - کی رایون کا مجموعہ ہے - قاضی ابویوسف - و امام محمد - نے بہت سے مسایل مین - امام ابوحنیفہ - کی راے سے اختلاف کیا ہے - فقہا ر حنفیہ - نے روایتین نقل کی ہین کہ اِن صاحبون کو اعتراف تھا کہ " ہمنے جو اقوال - امام ابوحنیفہ کے مخالف کہے وہ بھی امام ابوحنیفہ - ہی کے اقوال ہین - کیونکہ بعض مسئلون مین امام ابوحنیفہ نے متعدد اور مختلف رائین ظاہر کی تھین " یہ روایتین - شامی - وغیرہ مین مذکور ہین لیکن اُنکا ثابت ہونا مشکل ہے - ہمارے نزدیک یہ اُن فُقہا کا حسن ظن ہے - قاضی ابویوسف - و امام محمد - اجتہاد مطلق کا منصب رکھتے تھے اور اُنکو اختلاف کا پورا حق حاصل تھا - اسلام کی ترقیان اُسوقت تک رہین کہ لوگ باوجود حسن عقیدت کے بزرگون اور اُستادون کی راے سے علانیہ مخالفت کرتے تھے - اور خیالات کی ترقی محدود نہ تھی -

یہ مسایل جو فقہ حنفی کے نام سے موسوم ہین نہایت تیزی سے تمام ملک مین پھیل گئے - عرب مین تو اُنکے مسایل کو چندان رواج نہوا - کیونکہ مدینہ - مین امام مالک - اور مکہ مین اور ایمہ اُنکے حریف مقابل موجود تھے - لیکن عرب - کے سوا تمام ممالک اسلامی مین جنکی وسعت سندہ

سے ایشائے کوچک تک۔ تھی عموماً اُنہین کا طریقہ جاری ہوگیا۔ ہندوستان۔ سندھ۔ کابل۔ بخارا۔ وغیرہ مین تو اُنکے اجتہاد کے سوا کسی کا اجتہاد تسلیم ہی نہین کیا جاتا۔ دوسرے ممالک مین گو شافعی۔ وحنبلی فقہ کا رواج ہوا لیکن فقہ حنفی۔ کو دبا نہین سکا البتہ بعض ملکون مین وہ بالکل معدوم ہوگیا۔ اور اُسکے خاص اسباب تھے۔ مثلاً افریقہ۔ مین ۴۰۰ھ تک امام ابوحنیفہ۔ کا طریقہ۔ تمام اور طریقون پر غالب تھا۔ لیکن معز بن بادیس۔ نے ۴۰۶ھ مین جب وہان کی مستقل حکومت حاصل کی۔ تو حکومت کے زور سے تمام ملک مین مالکی فقہ۔ کو رواج دیدیا کہ آج تک قایم ہے۔[1]

ایک خاص بات یہ ہے کہ عنانِ حکومت جن لوگون کے ہاتھون مین رہی وہ اکثر حنفی ہی فقہ کے پابند تھے۔ خلفاے عباسیہ۔ تو اس بحث سے خارج ہین۔ کیونکہ یہ خاندان جب تک اوج پر رہا۔ یہ لوگ تلوار۔ کے ساتھ قلم کے بھی مالک رہے یعنی اونکو خود دعویٰ اجتہاد تھا۔ اور کبھی کسی کی تقلید نہین کی۔ تنزل کے بعد وہ اس قابل ہی نہین رہے کہ اُنکے حالات سے کسی ملکی اثر کا اندازہ کیا جاسکے۔ تاہم آئمین اگر کسی نے تقلید گوارا کی تو ابوحنیفہ۔ ہی کی کی۔ عبداللہ بن المعتز۔ جو فن بدیع۔ کا موجد تھا اور خلفاے عباسیہ۔ مین سب سے بڑا شاعر اور ادیب تھا حنفی المذہب تھا۔[2]

سلاطین اکثر حنفی تھے۔

عباسیہ۔ کے تنزل کے ساتھ جن خاندان کو عروج ہوا اکثر حنفی تھے۔ خاندان سلجوق۔ جسنے ایک وسیع مدت تک حکومت کی اور جنکے دائرہ حکومت کی وسعت طول مین کاشغر سے بیت المقدس تک اور عرض مین قسطنطنیہ سے بلاد خزر تک پہونچی تھی۔ حنفی تھا۔ محمود غزنوی۔ جسکے نام سے

[1] تاریخ ابن خلکان ترجمہ معز بن بادیس [2] تاریخ ابن خلکان ترجمہ عبداللہ بن المعتز۔

ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ مین اُسکی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جسکا نام۔ التفرید۔ ہے اور جسمین کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے ہین۔

نور الدین زنگی۔ کا نام چھپا ہوا نہین ہے۔ وہ ہمارے سیروز مین داخل ہے بیت المقدس کی لڑائیون مین اوّل اُسی نے نام حاصل کیا۔ صلاح الدین۔ فاتح بیت المقدس۔ اُسی کے دربار کا ملازم تھا۔ دنیا مین پہلا دار الحدیث اُسی نے قایم کیا۔ اگرچہ وہ شافعی۔ و مالکی۔ فقہ۔ کی بھی عزت کرتا تھا۔ لیکن وہ خود اور اُسکا تمام خاندان مذہباً حنفی تھا[۵۱] صلاح الدین۔ خود شافعی تھا۔ لیکن اُسکے خاندان مین بھی حنفی المذہب موجود تھے۔ الملک المعظم عیسیٰ بن الملک العادل۔ جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا۔ علامہ ابن خلکان۔ اُسکے حالات مین لکھتے ہین کہ وُہ نہایت عالی ہمت۔ فاضل۔ ہوشمند۔ دلیر۔ پُر رعب۔ تھا اور حنفی مذہب۔ مین غلو رکھتا تھا۔ چراکسہ مصر جو نوین صدی کے آغاز مین مصر کی حکومت پر پہونچے۔ اور ۱۴۸ برس تک فرمانروا رہے اور بہت سی فتوحات حاصل کین۔ خود حنفی تھے اور اُنکے دربار مین اسی مذہب کو زیادہ فروغ تھا۔ سلاطین ترک جو کم و بیش چھ سو برس سے روم۔ کے فرمانروا ہین اور آج اُنہین کی سلطنت۔ اسلام کی عزت و وقار کی امیدگاہ ہے۔ عموماً حنفی تھے۔ خود ہمارے ہندوستان کے فرمانروا خوانین اور آل تیمور اسی مذہب کے پابند رہے۔ اور اُنکی وسیع سلطنت مین اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ کو رواج نہ ہو سکا۔

بعضون کا خیال۔ ہے کہ حنفی۔ مذہب کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ حکومت کے صدقہ سے

---

[۵۱] الجواہر المضیئہ ترجمہ نور الدین زنگی۔

ہوا - ابن حزم - جو ارباب ظاہر کے مشہور امام ہین - اُنکا قول ہے کہ "دو مذہبون نے سلطنت کے زور سے ابتدا ہی مین رواج عام حاصل کر لیا - ایک ابو حنیفہ کا مذہب کیونکہ جب قاضی ابو یوسف کو قاضی القضاۃ - کا منصب ملا تو اُنھون نے حنفی لوگون کو عہدۂ قضا پر مقرر کیا - دوسرا - امام مالک کا مذہب - اندلس - مین - کیونکہ امام مالک - کے شاگرد یحییٰ اصمودی خلیفہ اندلس - کے نہایت مقرب تھے اور کوئی شخص بے اُنکے مشورہ کے عہدۂ قضا پر مقرر نہین ہو سکتا تھا وہ صرف اپنے ہم مذہبون کو مقرر کراتے تھے"[۱]

حنفی فقہ کی حسن قبول کا سبب

لیکن یہ ابن حزم - کی ظاہر بینی ہے - امام ابو حنیفہ - ۱۲۰ھ مین مسند اجتہاد پر بیٹھے - قاضی ابو یوسف - نے ۱۷۰ھ کے بعد قاضی القضاۃ - کا منصب حاصل کیا - کیونکہ اُنکے تقرر اور عروج کا زمانہ ہرون الرشید - کے عہد سے شروع ہوتا ہے - جو ۱۷۰ھ مین تخت نشین ہوا تھا - قاضی ابو یوسف - کے فروغ سے پہلے پچاس برس کا زمانہ گذر چکا تھا - جسمین امام ابو حنیفہ - کے مذہب نے قبول عام حاصل کر لیا تھا - اور اونکے سیکڑون شاگرد قضا کے عہدون پر مامور ہو چکے تھے - اس کامیابی کو کسکی طرف منسوب کیا جائے؟ یہ ضرور ہے کہ قاضی ابو یوسف کی وجہ سے امام صاحب کے مسائل کو اور زیادہ عروج ہوا - لیکن مذہب حنفی کا اصلی عروج - قاضی صاحب کی کوششون کا محتاج نہ تھا - امام رازی - نے باوجود مخالفت کے تسلیم کیا ہے - کہ ثم انہ لما قوی مذھب اصحاب الرای واشتھر وعظم وقعتہ فی القلوب - ثم اتفق اتصال ابی یوسف و محمد بخدمۃ ھرون الرشید عظمت

---

[۱] ابن حزم کے اس قول کو علامہ ابن خلکان نے یحییٰ اصمودی کے ترجمہ مین نقل کیا ہے - ۱۲

تلک القوۃ جدا لان العلم والسلطنۃ حصلا معاً - یعنی اصحاب الرائے کا مذہب قومی ہوگیا اور شہرت پکڑ گیا اور اوسکی وقعت دلون مین بہت ہوگئی پہر اسکے بعد ابو یوسف نے محمد کو ہرون الرشید کے دربار مین رسائی حاصل ہوئی تو یہ قوت بہت ہی زیادہ بڑھ گئی کیونکہ علم اور حکومت دونون مجتمع ہوگئے"۔

اِسکے علاوہ قاضی ابو یوسف کا اثر ہرون الرشید کے زمانہ تک محدود تھا - دیرپا اور غیر منقطع کامیابی کس نے پیدا کی ؟ - یون تو بعض اور ائمہ نے بھی اپنے عہد مین نہایت عروج حاصل کیا تھا - امام اوزاعی اپنی زندگی مین بلکہ زمانہ مابعد تک بھی تمام شام - کے امام مطلق تسلیم کئے گئے اور اون ممالک مین لوگ عموماً اُنہین کی تقلید کرتے تھے - لیکن وہ ایک محدود اثر تھا جو بہت جلد جاتا رہا - اِن واقعات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب مین ایسی خاص خوبیان ہین جو اور مذہبون مین نہین -

تمام ممالک اسلامی - مین جن ایمہ کی فقہون نے رواج پایا وہ صرف چار ہین - ابو حنیفہ مالک - شافعی - احمد حنبل - مسایل فقہ - کی ترویج و اشاعت کا سبب - اگرچہ خود اُن مسایل کی خوبی و عمدگی ہے - لیکن کچھ شبہہ نہین کہ اس امر مین واضع فقہ کی ذاتی رسوخ - اور عظمت کو بھی بہت کچھ دخل ہے - ہمارے نزدیک - امام ابو حنیفہ - کے سوا - اور مجتہدین فقہ کی ترویج و اشاعت کا باعث زیادہ تر اُنکی ذاتی خصوصیتین تھین - مثلاً امام مالک - مدینہ - کے رہنے والے تھے جو نبوت کا مرکز اور خلفاے راشدین کا دار الخلافہ رہ چکا تھا - اس تعلق سے لوگون کو عموماً مدینہ اور ارباب مدینہ کے ساتھ خلوص و عقیدت تھی - اونکا خاندان ایک علمی خاندان تھا

اور مجتہدین کے رواج مذہب کے اسباب

اُنکے دادا۔ مالک بن ابی عامر۔ نے بڑے بڑے صحابہ سے حدیثین سیکھی تھین۔ اُنکے چچا شیخ الحدیث تھے۔ امام مالک۔ نے جب حدیث وفقہ مین کمال پیدا کیا تو یہ عارضی اوصاف اُنکی ذاتی قابلیت پر طرّہ بنکر نمایان ہوے۔ اور تمام اطراف ودیار مین اُنکی شہرت کا سکّہ جم گیا۔

امام شافعی۔ کو اور بھی زیادہ خصوصیتین حاصل تھین۔ مکہ معظمہ وطن تہا۔ باپ کیطرف سے قریشی اور مطلبی اور ماں کی طرف سے۔ ہاشمی تھے۔ اُنکا تمام خاندان ہمیشہ۔ سے معزز وممتاز چلا آتا تھا۔ اُنکے پردادا۔ سایب۔ جنگ بدر مین ہاشمیون کے علمبردار تھے اور گرفتار ہوکر اسلام لاے تھے۔ مکہ معظمہ کی ولادت۔ خاندان کا اعزاز۔ رسول اللہ کے ہم نسبی۔ ایسی چیزین تہین۔ جن سے بڑہکر حسن قبول اور ہر دلعزیزی کیلئے کوئی کارگر آلہ نہین ہو سکتا تھا۔

امام ابوحنیفہ۔ مین اس قسم کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ قریشی اور ہاشمی۔ ہونا تو ایک طرف وہ عربی النسل۔ بھی نہ تھے۔ خاندان مین کوئی شخص ایسا نہین گذرا تھا جو اسلامی گروہ کا مرجع اور مقتدا ہوتا۔ آبائی پیشہ تجارت تھا اور خود بھی تمام عمر اسی ذریعہ سے زندگی بسر کی۔ کوفہ۔ جو اُنکا مقام ولادت تہا گو دار العلم تہا۔ لیکن مکہ معظمہ۔ اور مدینہ منورہ۔ کا ہمسر کیونکر ہو سکتا تھا۔ بعض اتفاقی اور ناگریز اسباب سے ارباب روایت کا ایک گروہ انکی مخالفت پر کمربستہ تھا۔ غرض حسن قبول اور عام اثر کیلئے جو اسباب درکار ہین وہ بالکل نہ تھے۔ باوجود اسکے اونکی فقہ۔ کا تمام ممالک اسلامیہ مین اس وسعت اور ترقی کے ساتھ رواج پانا یقینا اسبات کی دلیل ہے کہ اُنکا طریقہ فقہ انسانی ضرورتونکی نہایت مناسب اور موزون واقع ہوا تھا۔ اور

بالخصوص تمدن کے ساتھ جسقدر اُنکی فقہ کو مناسبت تھی کسیکی فقہ کو نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اور ائمہ کے مذہب کو زیادہ تر اُنہیں ملکوںمیں رواج ہوا جہاں تہذیب و تمدن نے زیادہ ترقی نہیں کی تھی علامہ ابن خلدون۔ اسبات کی وجہ بتاتے ہین کہ مغرب و اندلس۔ مین امام مالک۔ کا مذہب کیون زیادہ رائج ہوا؟ وہ لکھتے ہین کہ "مغرب و اندلس۔ بدویت غالب تھی۔ اور وہان کے لوگون نے وہ ترقی نہین حاصل کی تھی جو اہل عراق۔ نے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک مین امام مالک۔ کی فقہ کے سوا اور کسی فقہ کو فروغ نہو سکا"

حنفی فقہ جسمین امام ابوحنیفہ کے علاوہ اُنکے نامور شاگردون کے مسایل بھی شامل ہین اُس زمانہ کا بہت بڑا قانون بلکہ بہت بڑا مجموعہ قوانین تھا۔ زمانہ مابعد مین۔ گو علماے حنفیہ۔ نے اُسپر بہت کچھ اضافہ کیا۔ اور جزئیات کی تفریع کے ساتھ اصول فن کو نہایت ترقی دی۔ لیکن ایجاد کے زمانہ مین جسقدر کسی فن کی حالت ہو سکتی ہے۔ وہ اس سے زیادہ نہین ہو سکتی۔ جو امام ابوحنیفہ۔ کے عہد مین فقہ کو حاصل ہو چکی تھی۔ اس مجموعہ مین عبادات۔ کے علاوہ دیوانی۔ فوجداری۔ تعزیرات۔ لگان۔ مالگذاری۔ شہادت۔ معاہدہ۔ وراثت وصیت۔ اور بہت سے قوانین شامل تھے۔ اُسکی وسعت اور خوبی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہرون الرشید اعظم۔ کی وسیع سلطنت جو سندہ۔ سے ایشیاے کوچک۔ تک پھیلی ہوئی تھی۔ انہین اصول پر قایم تھی۔ اور اُس عہد کے تمام واقعات و معاملات انہین قواعد کی بنا پر فیصل ہوتے تھے۔

مسایل فقہ کی تقسیم

یہ قانون جسکو فقہ۔ کہتے ہین دو قسم کے مسایل پر مشتمل ہے اور اس لحاظ سے اُسکے

واضع کی دو مختلف حیثیتین ہین۔

(۱) وہ مسایل جو شریعت سے ماخوذ ہین۔ اور شرعی احکام کہے جا سکتے ہین۔

(۲) وہ احکام جن سے شریعت نے سکوت کیا ہے اور جو تمدن اور معاشرت کی ضرورتون سے پیدا ہوتے ہین۔ یا جنکا ذکر شریعت مین ہے لیکن تشریعی طور پر نہین۔

پہلی قسم کے مسایل کے لحاظ سے فقیہ کی حیثیت شارح اور مفسر کی حیثیت ہے۔ اور اس اعتبار سے اُسکے لیے جس قسم کی قابلیت درکار ہے وہ مہارت زبان۔ واقفیت نصوص۔ قوت استنباط۔ توفیق متعارضات۔ ترجیح دلایل سب۔ دوسری قسم کے احکام کے لحاظ سے واضع فقہ ایک مقنن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اُسکی قابلیت اُس رتبہ کی ہونی چاہیے جیسی کہ دنیا کے اور مشہور مقننون کی تھی۔ یہ دونون حیثیتین ایک دوسری سے ممتاز ہین۔ اسلام مین بہت سے نامور گذرے ہین جو قرآن و حدیث کے عمدہ مفسر یا شارح تھے۔ لیکن مقننانہ قابلیت سے معرا تھے۔ اسیطرح ایسے لوگ بھی گذرے ہین جو مقنن اور واضع قانون تھے لیکن نصوص شرعی کے مفسر نہین کہے جا سکتے تھے۔ جہانتک ہماری واقفیت ہے۔ اسلام کے اس وسیع دور مین قدرت نے یہ دونون قابلیتین جس اعلیٰ درجہ پر امام ابو حنیفہ مین جمع کر دی تھین کسی مجتہد یا امام مین مجتمع نہین ہوئین۔

علم فقہ کے متعلق سب سے بڑا کام جو امام صاحب نے کیا وہ تشریعی اور غیر تشریعی احکام مین امتیاز قایم کرنا تھا۔

تشریعی اور غیر تشریعی احادیث کا فرق

شارع علیہ السلام کے اقوال و افعال جو سلسلہ روایت سے منضبط کیے گئے اونمین

بہت سے ایسے امور تھے جنکو منصب رسالت سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن بطور ایک اصطلاح کے
اُن سب پر حدیث کا لفظ اطلاق کیا جاتا تھا۔ فقہ کی توضیع مین ایک عام اور سخت غلطی یہ
ہوئی کہ لوگون نے ان تمام امور کو شرعی حیثیت پر محمول کیا اور اس خیال سے اُن پر مسائل
اور احکام کی بنیاد قایم کی۔ حالانکہ وہ حدیثین منصب شریعت سے علاقہ نہین رکھتی تھین شاہ
ولی اللہ صاحب لکھتے ہین[1] کہ "آنحضرتؐ سے جو کچھ روایت کیا گیا ہے اور کتب حدیث
مین اُسکی تدوین ہوئی اُسکی دو قسمین ہین۔

(۱) جو تبلیغ رسالت سے تعلق رکھتا ہے اور اسی بارہ مین یہ آیت اُتری ہے مَا اٰتٰکُمُ
الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی "پیغمبر جو چیز تمکو دے اُسکو اختیار کرو اور
جس چیز سے روکے اُس سے باز آؤ"۔

(۲) جو تبلیغ رسالت سے متعلق نہین چنانچہ اُنکی نسبت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔
انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیء من رأیی فانما انا بشر۔
یعنی "مین ایک آدمی ہون جب مین کوئی مذہبی حکم دون تو تم لوگ اُسکے پابند ہو اور جب مین اپنی
راے سے کسی بات کا حکم دون تو مین صرف ایک آدمی ہون" اس دوسری قسم مین
وہ حدیثین ہین جو آنحضرتؐ نے طب کے متعلق ارشاد کین۔ اور اسی قسم مین وہ افعال داخل ہین
جو آنحضرتؐ سے عادۃً صادر ہوے نہ عبادۃً۔ اور اتفاقاً واقع ہوے نہ قصداً۔ اور اسی قسم مین
وہ حدیثین داخل ہین جو آنحضرتؐ نے اپنی قوم کے گمان کے موافق بیان کین مثلاً ام زرع

[1] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ بریلی صفحہ ۱۳۳ و ۱۳۴ - ۱۲

کی حدیث اور خرافہ کی حدیث - اور اسی قسم مین وہ امور داخل ہین جو آنحضرت نے اُس وقت مصلحت جزئی کے موافق اختیار فرمائے اور وہ سب لوگون پر واجب العمل نہین ہین مثلاً فوجون کی تیاری اور شعار کی تعیُن - اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ "اب رمل کرنیکی کیا ضرورت ہے جس قوم کے دکھانے کے لئے ہم رمل کرتے تھے اُنکو خدا نے ہلاک کر دیا" اور آنحضرت کے بہت سے احکام اسی قسم مین داخل ہین - مثلاً یہ حکم کہ جہاد مین جو شخص کسی کافر کو قتل کرے تو اُسکے ہتیار کا مالک بھی وہی ہوگا"

شاہ ولی اللہ صاحب نے حدیث کی قسمون مین جو دقیق فرق بیان کیا - یہ وہی نکتہ ہے جسکی طرف سب سے پہلے امام ابو حنیفہ کا ذہن منتقل ہوا - اسی بنا پر بہت سے مسایل - مثلاً غسل جمعہ - خروج النساء الی العیدین - نفاذ طلاق - تعیُن جزیہ - تشخیص خراج - تقسیم غنایم وغیرہ مین جو حدیثین وارد ہین اُنکو امام ابو حنیفہ نے دوسری قسم مین داخل کیا ہے لیکن امام شافعی وغیرہ اِن حدیثون کو بھی تشریعی حدیثین سمجھتے ہین -

حنفی فقہ - کو بمقابلہ اور فقہون کے بہت بڑی خصوصیت جو حاصل ہے وہ یہی ہے کہ اُسکے مسایل عموماً اسی اصول پر مبنی ہین اور یہی وجہ ہے کہ اُسمین وہ وسعت اور آزادی پائی جاتی ہے جو اور ایمہ کے مسایل مین نہین پائی جاتی - یہ اصول اگرچہ نہایت صاف اور صریح ہے لیکن افسوس ہے کہ اور ایمہ نے اُسپر لحاظ نہین کیا - اور اگر خلفاے راشدین کی نظیرین موجود نہوتین تو شاید امام ابو حنیفہ کو بھی اُسکے اختیار کرنیکی جرات نہوتی - اگرچہ امام صاحب کے بعد بھی بعض ایمہ نے جنکو اُنکے مقابلہ مین اجتہاد کا دعوی تھا اس عمدہ اصول کی پیروی کی اور اُسی غلط خیال

پر قایم ہے۔ لیکن اسمین کون شبہ کرسکتا ہے کہ امام صاحب کی راے نہایت صحیح اور نہایت دقیقہ سنجی پر مبنی تھی۔

خلفاے راشدین سے بڑھکر کون احکام شریعت کا نکتہ شناس ہوسکتا ہے اُنھون نے کیا کیا ؟ حضرت عمرؓ کے آغاز خلافت تک اُمہات اولاد یعنی وہ لونڈیان جنسے اولاد ہوچکی ہو عموماً خریدی اور بیچی جاتی تھین۔ حضرت عمرؓ نے اِس رواج کو بالکل روک دیا۔ آنحضرتؐ نے تبوک کے سفر مین۔ غیر مذہب والون پر جو جزیہ مقرر کیا وہ فی کس ایک دینار تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایران مین ۴۸ و ۲۴ و ۱۲ کے حساب سے شرحین مقرر کین۔ آنحضرتؐ۔ مال غنیمت جب تقسیم کرتے تھے تو اپنے عزیز و اقارب کا بھی حصّہ لگاتے تھے۔ خلفاے راشدین مین سے کسی نے حتی کہ حضرت علیؓ نے بھی ہاشمیون کو کبھی حصّہ نہین دیا۔ آنحضرتؐ کے زمانہ مین بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد تک تین طلاقین ایک سمجھی جاتی تھین۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمان خلافت مین منادی کرادی کہ تین طلاق طلاق باین سمجھی جائیگی آنحضرتؐ کے عہد مین شراب پینے کی سزا مین کوئی خاص حد نہین مقرر ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُسکی حد چالیس۴۰ درے قرار دئے۔ اور حضرت عمرؓ نے بسبب اسکے کہ اُنکے زمانہ مین مے نوشی کا زیادہ رواج ہوچلا تھا۔ چالیس۴۰ سے اسّی درے کردئے۔ یہ وہ واقعات ہین جو حدیث کی کتابون مین مذکور ہین۔ اور جنکے ثبوت سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا۔ لیکن کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ خلفاے راشدین کسی حکم کو آنحضرتؐ کا تشریعی حکم سمجھکر اُسکی مخالفت کرتے تھے!! اگر (نعوذ باللہ) ایسا کرتے تھے تو وہ خلفاے راشدین نہ تھے۔ بلکہ (عیاذاً باللہ) رسولؐ اللہ

مسایل تشریعی
مسائل نہین ہین

کے حریف اور مقابل تھے!!!

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ جو رات دن آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر رہتے تھے اور فیض صحبت کی وجہ سے شریعت کے رازشناس ہو گئے تھے۔ اُنکو یہ تمیز کرنا نہایت آسان کام تھا کہ کون سے احکام تشریعی حیثیت رکھتے ہین اور کون سے اُس حد مین داخل ہین جنکی نسبت آنحضرت نے فرمایا تھا کہ انتم اعلم بامور دینا کم۔ حضرت عائشہ۔ نے آنحضرت کی وفات کے بعد ایک موقع پر کہا کہ "آج اگر رسولؐ اللہ موجود ہوتے تو عورتون کو مسجد مین جانیکی اجازت نہ دیتے"۔ یہ صریح اسبات کی شہادت ہے کہ حضرت عائشہ نے رسولؐ اللہ کی اُس اجازت کو تشریعی اور لازمی حکم نہین قرار دیا ورنہ زمانہ اور حالات کے اختلاف سے اُسپر کیا اثر پڑ سکتا تھا۔

امام ابوحنیفہ نے اِس مرحلہ مین صحابہ ہی کو دلیل راہ بنایا۔ اور اس قسم کے مسایل مین اُنکی راے عموماً خلفاے راشدین کے طرز عمل کے موافق ہے۔ لیکن جن لوگون کی نگاہ اُس نکتہ تک نہین پہونچی وہ امام ابوحنیفہ بلکہ صحابہ کو بھی مورد الزام ٹھہراتے ہین۔ طلاق کے مسئلہ مین قاضی شوکانی نے حضرت عمرؓ کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ "رسولؐ اللہ کے مقابلہ مین بیچارے عمرؓ کی کیا حقیقت ہے" لیکن قاضی شوکانی یہ نہ سمجھے کہ حضرت عمر۔ قاضی صاحب سے زیادہ اسبات کو سمجھتے تھے کہ رسولؐ اللہ کے مقابلہ مین اونکی کوئی حقیقت نہین۔

فقہ کی پہلی قسم کے متعلق۔ امام ابوحنیفہ نے جو بڑا کام کیا وہ قواعد استنباط کا انضباط تھا جسکی وجہ سے فقہ (جو ابتک جزئیات مسایل کا نام تھا) ایک مستقل فن بنگیا۔ امام ابوحنیفہ کی علمی تاریخ مین جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور تعجب انگیز ہے وہ اِن قواعد کی تحدید اور انضباط ہے۔

ایسے زمانہ مین جبکہ علوم نہایت ابتدائی حالت مین تھے یہان تک کہ نقل وکتابت کا بھی رواج نہ تھا ایسے دقیق فن کی بنیاد ڈالنی درحقیقت امام ابوحنیفہ ہی کا کام تھا۔

عام خیال یہ ہے کہ یہ قواعد جنکو اب **اصول فقہ** سے تعبیر کیا جاتا ہے سب سے پہلے امام شافعی۔ نے مرتب کئے یہ دعویٰ اس لحاظ سے توصیح ہے کہ امام شافعی۔ سے پہلے یہ مسائل مستقل طور سے حیز تحریر مین نہین آئے تھے لیکن اصل فن کی بنیاد۔ امام شافعی۔ سے بہت پہلے پڑچکی تھی۔ اور اگر تحریر کی قید اُٹھا دی جاے تو امام ابوحنیفہ اُسکے موجد کہے جا سکتے ہین۔

استنباط احکام کی ابتدار

اصل یہ ہے کہ مسایل کا استنباط اور احکام کی تفریع۔ تابعین بلکہ صحابہ ہی کے زمانہ مین شروع ہوچکی تھی لیکن استنباط اور استخراج کا جو طریقہ تھا وہ کوئی علمی صورت نہین رکھتا تھا۔ جسطرح عام لوگ کسی عبارت سے کسی نتیجہ کا استنباط یا کسی حکم کی تفریع صرف وجدانی مذاق کی روسے کرتے ہین اور نہین جانتے کہ اونکا استنباط یا تفریع کس قاعدہ کلیہ کے تحت مین داخل ہے اور اسکے کیا شرایط اور قیود ہین۔ اسی طرح فقہی مسایل بھی استنباط کئے جاتے تھے۔ نہ علمی اصطلاحین قایم ہوئی تھین۔ نہ کچھ اصول منضبط ہوے تھے۔

واصل بن عطا نے اصول فقہ کے بعض قاعدے بیان کئے

بنوامیہ۔ کے اخیر دور مین کچھ کچھ علمی اصطلاحین پیدا ہوئین۔ چنانچہ واصل بن عطا نے جو علم کلام کا موجد تھا احکام شرعیہ کی تقسیم کی اور کہا کہ "حق کے ثبوت کے چار طریقے ہین۔ قرآن ناطق۔ حدیث متفق علیہ۔ اجماع امت۔ عقل وحجت (یعنی قیاس)" واصل۔ نے اور بھی چند مسایل اور اصطلاحین قایم کین مثلاً یہ کہ "عموم وخصوص دو جداگانہ مفہوم ہین"۔

نسخ۔ صرف اوامر و نواہی مین ہو سکتا ہے۔ اخبار و واقعات مین نسخ کا احتمال نہین[1]۔

ان مسایل کے لحاظ سے اصول فقہ مین اولیت کا فخر واصل کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ اُسی قسم کی اولیت ہوگی جس طرح نحو کے دو تین قاعدون کے بیان کرنے سے کہا جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فن نحو کے موجد ہین۔ بہر حال امام ابو حنیفہ کے زمانہ تک جو کچھ ہوا تھا اس سے زیادہ نہین ہوا تھا۔ لیکن چونکہ امام صاحب نے فقہ کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے ترتیب دینا چاہا اسلئے استنباط اور استخراج مسایل کے اصول قرار دینے پڑے۔

اگرچہ زمانہ مابعد مین اصول فقہ ایک نہایت وسیع فن بنگیا اور سیکڑون مسایل ایسے ایجاد ہو گئے جنکا امام ابو حنیفہ کے زمانہ مین اثر بھی نہ تھا۔ لیکن کچھ شبہ نہین کہ اس فن کے مہمات مسایل جن پر فن کی بنیاد قایم ہے امام صاحب ہی کے زمانہ مین منضبط ہو چکے تھے۔

اصول اربعہ کی توضیح۔ حدیث کے مراتب اور اونکے احکام۔ جرح و تعدیل کے اصول۔ اجماع کے حدود و ضوابط۔ قیاس کے اقسام و شرائط۔ احکام کی انواع۔ عموم و خصوص کی تحدید۔ رفع تعارض کے قواعد۔ فہم مراد کے طرق۔ یہ مسایل ہین جو اصول فقہ کے ارکان ہین۔ ان تمام مسایل کے متعلق امام صاحب نے ضروری اصول و قواعد منضبط کر دئے تھے۔

اصول فقہ کی کلیات

حدیث کے متعلق امام صاحب نے جو اصول قرار دئے اُنکو ہم حدیث کی بحث مین لکھ آئے ہین۔ انکے علاوہ۔ اور ابواب کے متعلق۔ امام صاحب نے تمام ضروری اصول

[1] ان مسایل کو ابو ہلال عسکری نے کتاب الاوایل مین۔ واصل بن عطا کی طرف منسوب کیا ہے۔

منضبط کردیے تھے۔ مثلاً۔ ما لم یثبت بالتواتر لیس بقران۔ الزیادۃ نسخ۔ لا یجوز

الزیادۃ علی الکتاب بخبر الواحد۔ حمل المطلق علی المقید زیادۃ علی النص۔ عموم القران

لا یخصص باحاد۔ العام قطعی کالخاص۔ الخاص ان کان متاخراً خصص العام

وان کان متقدماً فلا بل کان العام ناسخاً للخاص وان جہل التاریخ تساقطا وطلب

دلیل اخر۔ مفہوم الصفۃ لا یحتج بہ۔ النہی لا تدل علی البطلان

امام صاحب کے یہ اقوال اُنکے شاگردون کی تصنیفات یا اصول کی کتابون مین جو شافعیہ و حنفیہ وغیرہ نے لکھے ہین جستہ جستہ مذکور ہین جنکو اگر یکجا جمع کردیا جاے تو ایک مختصر رسالہ تیار ہوسکتا ہے[۱]۔ یہی اصول ہین جنکی بناپر کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ۔ ایک خاص طریقۂ اجتہاد کے بانی ہین۔ انہین اصول کے اتحاد کی بناپر۔ امام محمد و قاضی ابو یوسف کا طریقہ۔ امام صاحب کے طریقہ سے الگ نہین سمجھا جاتا حالانکہ جزئیات مسایل مین اِن لوگون نے سیکڑون ہزارون جگہ اُن سے اختلاف کیا ہے۔

اِن اصولی مسایل پر بوجہ اِسکے کہ امام شافعی وغیرہ نے اُن سے مخالفت کی ہے نہایت وسیع اور دقیق بحثین قایم ہوگئی ہین۔ افسوس ہے کہ ہماری مختصر تالیف مین اُنکی گنجایش نہین۔ اصول کی کتابون مین یہ مباحث نہایت تفصیل سے مذکور ہین جس شخص کا جی چاہے اُن

[۱] لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اصول فقہ کی کتابون مین جو بہت سے اصول مذکور ہین اون سب کی نسبت یہ دعوی نہین کیا جاسکتا وہ امام ابو حنیفہ کے اقوال ہین۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین اسپر ایک نہایت عمدہ تقریر لکھی ہے۔ لیکن شاہ صاحب نے بعض اُن اقوال سے بھی انکار کیا ہے جو بروایت صحیحہ امام صاحب سے ثابت ہین ۱۲

کتابون کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین فقہ کے اس حصّہ مین امام صاحب کی حیثیت ایک مفسر اور مستنبط کی حیثیت ہے۔ اور کچھ شبہ نہین کہ اسباب مین امام صاحب نے جو کام کیا وہ نہ صرف تاریخ اسلام مین بلکہ کل دنیا کی تاریخ مین بےنظیر ہے۔ دنیا مین اور بھی قومین ہین جنکے پاس آسمانی کتابین ہین۔ اور وہ لوگ اُن کتابون سے اخذ احکام کرتے ہین۔ لیکن کوئی قوم یہ دعویٰ نہین کر سکتی کہ اُسنے استنباط مسایل کے اصول اور قواعد منضبط کئے اور اُسکو ایک مستقل فن کے رتبہ تک پہنچا دیا۔

فقہ کا دوسرا حصّہ

فقہ کا دوسرا حصّہ جو صرف قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ پہلے حصّہ کی نسبت بہت زیادہ وسیع ہے اور یہ وہ خاص حصّہ ہے جسمین امام ابوحنیفہ۔ علانیہ تمام مجتہدین سے ممتاز ہین۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اگر اسلام مین کوئی شخص واضع قانون گذرا ہے تو وہ صرف امام ابوحنیفہ ہین۔ مسلمانون مین توضیع قانون کا کام ہمیشہ اُن لوگون کے ہاتھ مین رہا جو مذہبی پیشوا تھے اور زہد و اتقا مین نہایت غلو رکھتے تھے۔ مذہبی لوگون مین جو اوصاف نہایت قابل قدر سمجھے جاتے ہین وہ یہ ہین۔ دنیاوی امور سے علٰحدگی۔ کم آمیزی۔ معاملات مین سختی۔ عام واقعات سے بیخبری۔ غیر مذہب والون سے تنفر۔ یہ تمام اوصاف وہ ہین جو تمدن کے مخالف ہین اور جس شخص مین یہ اوصاف اعتدال سے بڑھکر ہون اور فطرتی ہون۔ وہ مشکل سے تمدن کی ضروریات کا اندازہ دان ہو سکتا ہے۔ تقدس و پاکیزہ نفسی کے لحاظ سے ان لوگون کی جسقدر عظمت کی جاے کم ہے۔ لیکن دنیا اور دنیا والون کا کام اُن سے نہین چل سکتا حضرت جنید بغدادی۔

معروف کرخی۔ شیخ شبلی۔ داؤد طای۔ کی عظمت و شان سے کسکو انکار ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ واضع قانون نہین ہوسکتے تھے۔

مجتہدین جنہون نے فقہ کے نام سے ملکی اور شخصی قانون بنائے۔ اگرچہ رہبانیت کی حد سے دور تھے۔ تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ تمدن کی اُن تمام وسیع تعلقات پر اُنکی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ جنسے اُنکو عمر بھر کبھی سروکار نہین رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اُنکے قوانین مین بعض جگہ ایسی سختی اور تنگی پائی جاتی ہے جسپر مشکل سے عمل درآمد ہوسکتا ہے۔ امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے کہ نکاح مین بجز ثقاۃ کے کوئی شخص گواہ نہین ہوسکتا۔ ہمسایہ کو حق شفعہ نہین پہنچتا۔ بیع بالمعاطاۃ جایز نہین۔ ذمیون کی شہادت کسی حال مین مقبول نہین۔ ایک مسلمان سیکڑون ذمیون کو بے قصور قتل کرڈالے تاہم وہ قصاص مین پکڑا نہین جاسکتا۔ ان مسایل سے دنیا کا کام کیونکر چل سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ۔ اِس وصف مین اپنے تمام معصرون سے ممتاز تھے کہ وہ مذہبی تقدس کے ساتھ دنیاوی اغراض کے اندازہ شناس تھے۔ اور تمدن کی ضرورتون کو اچھی طرح سمجھتے تھے مرجعیت اور فصل قضایا کی وجہ سے ہزارون پیچیدہ معاملات اُنکی نگاہ سے گذر چکے تھے۔ اُنکی مجلس افتا بہت بڑی عدالت العالیہ تھی۔ جسنے لاکھون مقدمات کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ ملکی حیثیت رکھتی تھی اور ارکان سلطنت مہمات امور۔ مین اُن سے مشورہ لیتی تھی۔ اُنکے شاگرد اور ہمنشین جنکی تعداد سیکڑون سے زیادہ تھی عموماً وہ لوگ تھے جو منصب قضا پر مامور تھے۔ ان باتون کے ساتھ خود اُنکی طبیعت مقننانہ اور معاملہ سنج واقع ہوئی تھی۔ وہ ہر بات کو قانونی حیثیت

سے دیکھتے تھے۔ اور اُسکے دقیق نکتوں تک پہنچتے تھے۔ اس بات کا اندازہ واقعہ ذیل سے ہو سکتا ہے جسکا ذکر اکثر مورخین نے کیا ہے۔

ایک دن امام صاحب۔ قاضی ابن ابی لیلی سے ملنے گئے۔ اُسوقت اُنکے سامنے ایک مقدمہ پیش تھا۔ مدعی کا بیان تھا کہ فلان شخص نے میری ماں کو زانیہ کہا ہے۔ اسلئے مین ازالہ حیثیت کا دعویدار ہون۔ قاضی صاحب نے مدعا علیہ کی طرف جو اُس موقع پر موجود تھا خطاب کیا کہ تم کیا جواب دیتے ہو۔ امام ابو حنیفہ۔ نے قاضی صاحب سے کہا کہ ابھی مقدمہ قایم نہین ہوا۔ مدعی کا اظہار لینا چاہیے کہ اُسکی ماں زندہ ہے یا نہین۔ کیونکہ اُسکو بھی شریک مقدمہ ہونا چاہیے۔ یا اگر اُسنے اسکی معرفت مقدمہ دایر کیا ہے تو اسکو مختارنامہ پیش کرنا چاہیے قاضی صاحب نے مدعی کا اظہار لیا۔ معلوم ہوا کہ اسکی ماں مرچکی ہے۔ اسپر قاضی صاحب نے مقدمہ آگے چلانا چاہا امام صاحب۔ نے کہا۔ مدعی سے پوچھنا چاہیے کہ اُسکے بھائی بہن ہین یا نہین۔ کیونکہ اگر اور دعویدار موجود ہین تو اُنکو بھی شریک مقدمہ ہونا چاہیے۔ اسیطرح۔ امام صاحب نے اور چند سوالات کیے۔ جب وہ مراتب طے ہو چکے تو فرمایا کہ "اب مقدمہ قایم ہوا اور آپ مدعا علیہ کا اظہار لیجیے"۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی صاحب نے جس طریقہ سے مقدمہ کی کارروائی شروع کی تھی وہ اُس حیثیت سے بڑھکر نہ تھا جسطرح عوام آپسمین فیصل خصومات کیا کرتے ہین۔ لیکن امام صاحب۔ باقاعدہ فیصلہ چاہتے تھے جسکا ضروری اصول یہ ہے کہ ایک حق سے جتنے لوگ دعویدار ہو سکتے ہین اُن سب کو مقدمہ مین شریک ہونا چاہیے۔ تاکہ عدالت کو ایک ہی

حق کے فیصلہ کرنے مین بار بار زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔

امام صاحب نے فقہ کے اس دوسرے حصّہ کی جسطرح تدوین کی اور جس ضبط و ربط سے اُسکی جزئیات کا استقصا کیا وہ اس زمانہ کا نہایت وسیع قانون تھا۔ اگرچہ اُسکی تعبیر ایک عام لفظ (فقہ) سے کی جاتی ہے لیکن درحقیقت اُسمین بہت سے قوانین شامل تھے چنانچہ آج تعلیم یافتہ دنیا مین اِن ہی ابواب کے مسایل جو ترتیب دئے گئے ہین وہ جدا جدا قانون کے نام سے موسوم ہین۔ مثلاً قانون معاہدہ۔ قانون بیع۔ قانون لگان و مالگذاری تعزیرات۔ ضابطہ فوجداری وغیرہ وغیرہ۔

اسی بنا پر بعض یورپین مصنفون کا خیال[1] ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فقہ کی تدوین مین رومن لا

[1] ہمنے اس خیال کو شہرت عام کی بنا پر لکھا تھا لیکن تالیف کتاب کے بعد ہمکو معلوم ہوا کہ مسٹر شیلڈن ایموز Sheldon Amos نے جو آجکل لندن یونیورسٹی کے لا پروفیسر ہین اپنی کتاب رومن سول لا Roman Civil Law مین اس دعوی کو بڑی شد و مد سے ثابت کرنا چاہا ہے اور اسپر ایک مفصل بحث کی ہے[1]۔ یورپ کو جو برتری آج تمام قومون اور بالخصوص مسلمانون پر حاصل ہے اُسنے یورپین مصنفون کے دل مین بالطبع یہ بات پیدا کردی ہے کہ وہ مسلمانونکے تمام گذشتہ کارنامونکو تحقیر کی نگاہ سے دیکھین اور اگر کوئی کمال ایسا بدیہی اور نمایان ہو جس سے کسیطرح انکار نہو سکے تو یہ دعوی کرین کہ وہ مسلمانونکی ایجاد نہین ہے بلکہ روم و یونان و مصر وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ یہی اثر ہے جسنے مسٹر شیلڈن ایموز کو اس بحث پر مجبور کیا۔ انہون نے اپنے دعوی کو

[1] دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۴۰۶ تا صفحہ ۴۱۵۔

فقہ حنفی تک محدود نہین رکھا بلکہ عام قانون اسلام کی نسبت اُنکا یہ دعویٰ ہے - ہم اُنکے مضمون کو قریباً اُنکے الفاظ مین نقل کرتے ہین اور دیکھنا چاہتے ہین کہ وہ اپنے دعویٰ مین کہانتک کامیاب ہوئے ہین -

وہ اپنے مضمون کو اس تمہید سے شروع کرتے ہین "مشرق مین دفعۃً ایک بالکل جدید و طبعزاد و قایم بالذات سلسلۂ قانون کا پیدا ہوجانا جسکی نسبت دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر مبنی ہے - ایک ایسی عجیب بات ہے کہ خواہ مخواہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی کی نسبت جو دعویٰ کیا جاتا ہے اُسکی تاریخی بنیاد کیا ہے - علاوہ دوسری شہادتوں کے مورخانہ قیاس اس دعویٰ کے سخت مخالف ہے"

اسکے بعد پروفیسر موصوف اس کلیہ پر بحث کر کے کہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ ہر سلسلہ قانونی کو کسی واقعی یا فرضی واضع قانون کے نام سے موسوم کر دیا کرتے ہین - فرماتے ہین کہ "اس لحاظ سے ابتداہی مین ایک قوی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ جو باترتیب اور مضبوط سلسلۂ قانون مسلمان فاتحون نے تمام ممالک مفتوحہ مین جاری کیا وہ بہ تبدیل ہیئت کوئی اعلیٰ درجہ کا مکمل رواج یافتہ سلسلۂ قانون تھا"

پروفیسر موصوف نے تاریخی شہادتون سے ثابت کیا ہے کہ جسوقت مسلمانون نے شام قیصر کو فتح کیا تو وہان رومی قوانین کے متعدد مدرسے موجود تھے - بیروت مین الگزنڈر سیورس کے زمانہ سے ایک مدرسۂ قانون چلا آتا تھا جسمین چار پروفیسر تھے - قیصریہ مین وکلا کی ایک جماعت رہتی تھی - اسکندریہ مین قانون کی تعلیم جاری تھی - ان واقعات کی تفصیل کے بعد پروفیسر موصوف فرماتے

ہین کہ "اس قیاس کی نسبت کہ اسلامی قوانین پر رومی قانون کا اثر پڑا ہے اسقدر کہنا کافی ہوگا لیکن جس طریقہ سے کہ اسلامی فتوحات ہوئین اور جسطرح پر مسلمان ممالک مفتوحہ مین آباد ہوئے اگر ان امور پر غور کیا جاے تو یہ قیاس یقین سے بدلجاتا ہے"۔

اسلامی فتوحات کے طریقہ سے پروفیسر موصوف نے اسطرح استدلال کیا ہے کہ شروع مین مسلمانون نے غیر قومون سے بجز جزیہ وصول کرنے کے کسی قسم کا اثر ڈالنا نہین چاہا۔ لیکن جب علمی ترقی کا زمانہ آیا تو اونھون نے غیر قومون کے لئے قانون وضع کئے جو خود انھی قومون سے ماخوذ تھے۔

پروفیسر موصوف کے الفاظ یہ ہین۔ "نہ تو قرآن اور نہ ابتدائی خلافت کے زمانہ مین اسبات کی کچھ کوشش ہوئی کہ جو اعلیٰ قومین عرب کے ماتحت ہوگئی تھین اونکی دنیوی زندگی کے پیچیدہ معاملات مین دست اندازی کیجاے۔ نہ اسکے لئے فرصت تھی نہ دماغ اور نہ ایسے آدمی موجود تھے جو اس خدمت کو انجام دیسکتے جب بغداد اور اندلس کے شہرون اور قاہرہ مین امن وامان کا زمانہ آیا اور مطالعہ وغور کا موقع ملا تو طب و ریاضیات و منطق اور علوم نفیسہ مین ترقی ہوئی + + جسطرح کہ ارسطو سے عربون نے منطق سیکھی اسیطرح جسٹینین (Justinian) اور اونکے یونانی شارحون سے علم قانون اخذ کیا۔ اسکے بعد پروفیسر موصوف اس خیال کی قطعیت پر یہ دلیل قایم کرتے ہین کہ قرآن مین اسقدر کم احکام ہین کہ اون پر ایک قانون کی بنیاد نہین قایم ہوسکتی۔ پروفیسر صاحب فرماتے ہین کہ "قرآن مین صرف یہ احکام ہین۔ خدا کو اپنی قسمون کا نشانہ نہ بناؤ۔ تم اپنی بی بیونکو دو دفعہ طلاق دیسکتے ہو پھر اونکو رحمدلی یا مہربانی سے علیحدہ کردو۔ سود خوار قیامت مین آسیب زدونکی طرح اوٹھین گے۔ میعادی قرض کو قلمبند کرلیا کرو۔ اگر یتیمون کے ساتھ انصاف نکرسکو تو کئی نکاح کرسکتے ہو لیکن چار سے زیادہ نہین۔

مرد کو دو حصہ ملے گا اور عورت کو ایک لیکن صرف عورتین ہون تو دو۔ شوہر کو نصف حصہ ملے گا۔ مرض الموت مین وصیت کیوقت گواہون کا ہونا ضرور ہے۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے مکاتب کو آزادی کا معاہدہ لکھدو اگر تمہاری مرضی ہو۔ سوا اسے زنا و غیبت۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک قرآن مین صرف اسیقدر قانونی احکام مذکور ہین۔ اور اسلیئے اونکے نزدیک قرآن مجید ایک وسیع قانون کی بنیاد نہین قرار پا سکتا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ "جو سیدھے قواعد اوپر درج ہوسے اونمین مشکل سے رومی بنیاد کا پتہ لگ سکتا ہے * * * اس لحاظ سے یہ امر اور بھی حیرت انگیز ہے کہ جو عمارت مسلمان فقیہون نے ایسے پُرانے مصالحہ سے تیار کی وہ قریب قریب ہر ایک موڑ پر رومی قانون کی کلیون اور جزئیون کو یاد دلاتی ہے"۔

اسکے بعد پروفیسر موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ مسایل مندرجۂ ذیل مین فقہ اسلام اور رومی قانون بالکل یکسان ہے اور بالآخر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "یہ سلسلۂ قانون یعنی علم فقہ۔ در اصل رومی قانون ہے لیکن بہ تبدیل ہیئت"۔

پروفیسر موصوف نے نو صفحون مین یہ بحث لکھی ہے ہمنے اوسکا خلاصہ لکھدیا ہے لیکن کوئی ضروری بات ترک نہین کی بلکہ اکثر اونکے خاص فقرے لکھدے ہین۔ پروفیسر موصوف نے جن مقدمات کی ترتیب سے استدلال کیا ہے وہ مختصراً یون بیان کیئے جا سکتے ہین۔ "قرآن مجید مین بہت کم احکام ہین اور اون سے قانون نہین بن سکتا"۔ "ممالک مفتوحہ اسلام مین رومی قانون پہلے سے جاری تھا"۔ "مسلمانون نے یونان و روم وغیرہ کی تصنیفات کے ترجمے کیئے"۔ "فلان فلان مسایل مین اسلامی فقہ

---

۵ ہمنے بخوف تطویل ان مسایل کو یہان نقل نہین کیا لیکن آگے چلکر انمین سے بہت سے مسایل کا ذکر آئیگا۔

اور رومی قانون متحد ہین''۔

یہ بحث حقیقت مین نہایت مفید اور امپارٹنٹ بحث ہے لیکن جیسا کہ ہمنے اصل کتاب مین بیان کیا ہے اِس معرکہ مین اوس شخص کو قدم رکہنا چاہیئے جو فقہ اسلام و رومن لا دونون سے پوری واقفیت رکہتا ہو۔ پروفیسر موصوف بے شبہ رومن لا کی نسبت ہر قسم کی واقفیت کا دعویٰ کر سکتے ہین لیکن مسایل اسلام کے متعلق اونکی وسعت معلومات کا اعتراف کرنا مشکل ہے۔ اونہون نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید مین قانونی احکام صرف معدودے چند ہین جنکی اونہون نے تفصیل کردی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی آیات احکام کم و بیش پانسو ہین اور اگرچہ انمین بہت سے احکام عبادات وغیرہ کے متعلق ہین تاہم خاص وہ آیتین جنمین قانونی احکام ہین تسو سے کم نہین۔ یہ آیتین جداگانہ جمع کر لی گئی ہین اور علماء نے اون پر متعدد تفسیرین لکہی ہین۔ اِن تمام احکام سے واقف ہونا تو ایک طرف پروفیسر صاحب کی وسعت معلومات کا یہ حال ہے کہ نکاح و طلاق کے مسایل مین سے اونکو صرف دو مسئلے معلوم ہین تعداد طلاق و تعداد نکاح۔ حالانکہ قرآن مجید مین محرمات نکاح۔ موطوءۃ اب۔ جمع بین الاختین۔ نکاح بامشرکات۔ طلاق قبل خلوت صحیحہ و بعد خلوت اور دونون کے احکام۔ خلع اور ایلاء کے مسایل تفصیل کے ساتھ مذکور ہین۔

وراثت کے متعلق پروفیسر صاحب کو صرف شوہر کا حصّہ اور یہ کہ مرد کو عورت کے دو حصّہ کی برابر ملتا ہے۔ معلوم ہے۔ افسوس ہا اونکو یہ معلوم نہین کہ وراثت کا پورا باب اجمالاً قرآن مجید مین مذکور ہے اور خصوصاً والدین کا حصّہ اور کلالہ کے احکام تو صاف صاف تصریحاً مذکور ہین۔ قصاص اور دیت کے مسایل جو نہایت تفصیل سے قرآن مین مذکور ہین اور جنمین قتل عمد اور قتل خطا اور اونکے احکام کی پوری

تفصیل ہے پروفیسر صاحب کو سرے سے معلوم نہین - حیرت ہے کہ اس محدود واقفیت کے ساتھ پروفیسر صاحب نے اس بحث کے طے کرنیکی کیونکر جرات کی؟

یہ تو ضمنی بحث تھی اب ہم اون مقدمات پر توجہ کرتے ہین جن پر پروفیسر صاحب کی استدلال کی بنا ہے - اسقدر انہون نے خود تسلیم کرلیا ہے اور واقع مین بھی صحیح ہے کہ شروع اسلام یعنی خلافت راشدہ کے اخیر زمانہ تک مسلمان غیر قومون سے بالکل الگ رہے اور اونکے قانون اور احکام سے کسی قسم کی واقفیت نہین حاصل کی - اسلئے دمشق و بیروت و اسکندریہ مین اوسوقت رومن لا کے جو مدرسے جاری تھے خود بقول پروفیسر صاحب کے اسلامی فقہ پر اوسکا کچھ اثر نہین پڑسکتا تھا - اب قابل لحاظ یہ امر ہے کہ پروفیسر صاحب نے اسلام کے جو مسایل اس دعوی کے ساتھ پیش کئے ہین کہ وہ رومن لا کے موافق ہین وہ کس زمانہ کے ایجاد شدہ مسایل ہین - مثلاً وراثت کے متعلق پروفیسر صاحب نے لکھا ہے کہ مسایل ذیل یعنی اولاد - سلسلۂ اصولی - رشتہ داران طرفی خواہ آدہا خون ملا ہو یا کل اور اونکی اولاد - بی بی یا خاوند - مولای غلام آزاد - یہ سب رومن لا کے موافق ہین - اسکے بعد وہ تحریر فرماتے ہین کہ مسلمانون مین ترکہ اسطرح تقسیم کیا جاتا تھا جو رومن لا کا طریقہ تھا یعنی کل حصے یہ تھے - نصف - ربع - ثمن - دوثلث - ایک ثلث - سدس - یہی حصے رومن لا مین بھی تھے - لیکن پروفیسر صاحب کو یہ معلوم نہین کہ یہ حصص خود قرآن مجید مین مذکور ہین - اور قرآن مجید کی نسبت خود پروفیسر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ اوسمین رومی بنیاد کا پتہ نہین لگتا - البتہ ورثا کی بعض افراد قرآن مجید مین مذکور نہین لیکن وہ زمانۂ رسالت خلافت تک پوری طرح سے معین و مقرر ہوچکے تھے - حدیث و آثار کی نہایت قدیم کتابین آج موجود ہین اونکو پڑہکر متعصب سے متعصب شخص بھی اس سے انکار نہین کرسکتا -

وصیت کے متعلق پروفیسر صاحب نے فقہ کے جن مسایل کو رومن لا سے ماخوذ سمجھا ہے اونکی یہ تفصیل کی ہے۔ وصیت تقریری یا تحریری دو گواہون کے سامنے۔ وصی ایک ثلث جائداد سے زیادہ کی وصیت نہین کرسکتا جب تک کہ وارثان راضی ہون۔ لیکن یہ مسایل حی زمانۂ نبوت یا خلافت کے مسایل ہین اور اس امر سے ایک عامی فقہ دان بھی انکار نہین کرسکتا۔ پروفیسر صاحب نے اور بھی مسایل گنائے ہین جو اونکی راے مین رومن لا سے ماخوذ ہین۔ ہم اون سب کی تفصیل نہین کرسکتے مختصراً اسقدر کہنا کافی ہے کہ اونمین اکثر مسایل اوسی زمانہ کے ہین جنکی نسبت پروفیسر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ مسلمانون نے غیر قومون کے قوانین و احکام سے کچھہ واقفیت نہین حاصل کی تھی۔

پروفیسر صاحب کو اس بات پر بڑی حیرت ہے کہ قرآن مجید یا حدیث مین قانونی مسایل بہت کم تھے اونکی بنیاد پر فقہ کا اتنا بڑا دفتر کہان سے تیار ہوگیا؟۔ اسی حیرت نے اونکو مجبور کیا کہ وہ فقہ اسلام کو رومن لا کا خوشہ چین بتائین۔ لیکن پروفیسر صاحب کس کس بات پر حیرت کرینگے۔ قانونی مسایل تو خیر رومن لا سے ماخوذ ہین۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ۔ کے متعلق قرآن مجید و احادیث مین کون سی بڑی تفصیل ہے۔ پھر فقہ مین انہی مسایل کا ایک عظیم الشان سلسلہ کیونکر قایم ہوگیا؟۔ کیا یہ مسایل بھی رومن لا سے ماخوذ ہین۔ اسکو بھی جانے دو۔ تمام اور اسلامی علوم کیونکر پیدا ہوے؟ اور اس وسعت کو کیونکر پہونچے؟۔ آنحضرت کے زمانہ مین۔ تفسیر۔ حدیث۔ اصول حدیث۔ اصول فقہ۔ اسماء الرجال کے کتنے مسایل پیدا ہوے تھے۔ اور آج اونکی کیا حالت ہے؟۔ کیا آج یہ سب علوم جداگانہ فن نہین ہین؟۔ کیا اون سے مسلمانونکی دقت نظر۔ تیزی طبع۔ وسعت خیال۔ کا اندازہ نہین ہوتا۔ کیا یہ علوم و فنون بھی مسلمانون نے روم و یونان سے سیکھے؟۔

فقہ کے جن مسایل کو پروفیسر صاحب نے رومن لا سے ماخوذ بتایا ہے وہ تو اوس زمانہ کے سایل ہین جب خود بقول پروفیسر صاحب کے مسلمانون نے غیر قومون سے کچھ نہین سیکھا تھا - لیکن زمانۂ مابعد مین بھی فقہ نے رومن لا کا کبھی احسان نہین اُٹھایا - پروفیسر صاحب کا یہ دعوی صحیح ہے کہ دولت عباسیہ کے عہد ترقی مین مسلمانون نے یونان و مصر سے علوم و فنون لیے - لیکن اونکو جاننا چاہئے کہ یونان و مصر کے گرداگردون کا گروہ ایک خاص گروہ تھا - بے شبہ مسلمانون مین ایسے لوگ بھی تھے جو غیر قومون سے مستفید ہوتے تھے اور اسکو عیب نہین سمجھتے تھے - لیکن مسلمانون ہی مین وہ گروہ بھی تھا (اور وہی بہت بڑا گروہ تھا) جو اپنے فضل و کمال کے زعم مین غیر قومون کی طرف کبھی رُخ بھی نہین کرتا تھا - مجتہدین اور فقہار - اسی گروہ مین داخل ہین - یونان و روم وغیرہ کی کتابین جو عربی زبان مین ترجمہ ہوئین اونکی نہایت مفصل فہرست ہمکو معلوم ہے - ان مین فلسفہ - طب - ہندسہ - نجوم - کیمیا - صنعت - تاریخ - لایف - ناول - ہر قسم کی کتابین ہین - لیکن قانون کی ایک تصنیف بھی نہین - جسکی وجہ غالبا یہی ہے کہ فقہا اور مجتہدین جو اسلام مین واضع قانون تھے غیر قومون کی خوشہ چینی کو اپنی اصطلاح مین حرام کہتے تھے - کیا - امام ابوحنیفہ - امام مالک - امام شافعی - امام احمد بن حنبل - سے یہ امید ہوسکتی ہے کہ وہ مسایل فقہ کو جو اُنکے نزدیک مذہب کا ایک حصّہ تھا روم و یونان سے سیکھتے - اگر پروفیسر صاحب کو ان ایمہ کے حالات معلوم ہوتے اور یہ بھی معلوم ہوتا کہ فقہ کے تمام ابواب انہی بزرگون کے عہد مین مرتب ہو گئے تھے تو وہ ہرگز ایسا دعوی نکرتے!

البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ بعض مسایل مین رومن لا و فقہ اسلام متحد کیون ہین - لیکن اسمین فقہ

اسلام کی تخصیص نہین - جن دو قانون گا گو وہ کتنی ہی بے تعلق ہون آپسمین مقابلہ کیا جاوے بہت سے مسایل مشترک ثابت ہونگے اور قدرتاً ایسا ہونا ضرور ہے - جب تمام دنیا کے آدمیون کی - ذاتی - تمدنی - ملکی ضرورتین - اکثر متحد اور یکسان ہین تو ان ضرورتون کے لحاظ سے ہر جگہ جو قوانین وضع کئے جاوینگے اونکے مسایل کا مشترک ہونا کونسی تعجب کی بات ہے شعر

عجب نباشد اگر او فتند پے بر پے	دو راہرو کہ بیک رہ روند در یک سمت

یعنی رومیون کے قانون سے بہت کچھ مدد لی اور اُسکے بہت سے مسایل اپنے فقہ مین داخل کر لئے - اس خیال کی تائید مین یہ قراین پیش کئے جاتے ہین -

(۱) حنفی فقہ کے بہت سے مسایل رومن لا کے مطابق ہین -

(۲) رومن لا تمام ممالک شام مین جاری تھا اور چونکہ مسلمانون پر شام کی معاشرت و تمدن کا بہت کچھ اثر پڑا تھا اسلئے قیاس غالب یہ ہے کہ علماے اسلام نے قانونی مسایل مین بھی اُن سے استفادہ کیا -

(۳) اسقدر متعدد اور وسیع قوانین - جو فقہ مین شامل ہین اُنکی توضیع بغیر اسکے نہین ہو سکتی کہ دنیا کے اور قوانین سے مدد لی گئی ہو -

کیا فقہ حنفی رومن لا سے ماخوذ ہے؟

اِس بحث کا اصلی تصفیہ تو جب ہو سکتا ہے کہ رومن لا اور حنفی فقہ کا نہایت دقت نظر اور استقصار کے ساتھ مقابلہ کیا جاے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ جسقدر دونون قانونون مین تطابق ہے وہ توارد کی حد سے متجاوز ہے یا اُسیقدر ہے جتنا کہ عموماً تمام قومون کے قوانین - بہت سی باتون مین موافق ہوا کرتے ہین - مین اولاً تو رومن لا سے واقف نہین - اور ہوتا بھی

تو اتنی فرصت کہان نصیب کہ تمام مسایل کا مقابلہ کرسکتا۔ اسلئے مجھکو اعتراف کرنا چاہیے کہ اس موقع پر جو کچھ مین لکھونگا اُسکا رتبہ قیاس اور ظن سے زیادہ نہین۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جن لوگون نے اس بحث کو چھیڑا ہے وہ بھی قیاس و ظن ہی سے کام لیتے ہین۔ کیونکہ باوجود تحقیق کے ہمکو کوئی ایسا مصنف نہین ملا جسکا یہ دعوی ہو کہ وہ رومن لا اور حنفی فقہ کے تمام یا اکثر مسایل کا مقابلہ کرچکا ہے۔

اس امر سے تو انکار نہین ہوسکتا کہ فقہ حنفی مین ایسے مسایل موجود ہین جو عرب اور عراق مین۔ اسلام سے پہلے معمول بہ تھے لیکن اسمین فقہ حنفی کی خصوصیت نہین۔ یہ سلسلہ اور آگے چلتا ہے۔ جو مسایل آج خاص اسلام کے مسایل خیال کئے جاتے ہین اور خود قرآن مجید مین اُنکا ذکر ہے اُنمین متعدد ایسے ہین جو زمانۂ جاہلیت مین معمول و متداول تھے علامہ ابو بلال عسکری نے کتاب الاوایل مین اُنکی تفصیل بھی کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے خراج و ٹکس کے متعلق جو قاعدے مقرر کئے وہ عموماً وہی ہین جو نوشیروان عادل نے اپنے زمانۂ حکومت مین وضع کئے تھے اور یہ کچھ تواُرد نہ تھا بلکہ حضرت عمرؓ نے دانستہ نوشیروان کی اقتدا کی تھی۔ چنانچہ علامہ طبری و ابن الاثیر نے صاف انہین الفاظ مین تصریح کی ہے۔

ایک مقنن جب کسی ملک کے لئے قانون بناتا ہے تو اُن تمام احکام اور رسم و رواج۔ کو سامنے رکھ لیتا ہے جو اُس ملک مین اُس سے پہلے جاری تھے۔ اُنمین سے بعض کو وہ بعینہ اختیار کرتا ہے بعض مین ترمیم و اصلاح کرتا ہے۔ بعض کی بالکل مخالفت کرتا ہے۔ بے شبہ امام ابوحنیفہ نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا۔ لیکن اس حیثیت سے وہ رومن لا کی بہ نسبت ایران کے قانون سے زیادہ مستفید

ہوئے ہونگے۔ کیونکہ اولاً تو وہ خود فارسی النسل تھے اور اونکی زبان مادری فارسی تھی۔ دوسرے انکا وطن کوفہ تھا اور وہ فارس کے اعمال مین داخل تھا۔

غرض یہ امر بہرحال قابل تسلیم ہے کہ امام صاحب کو فقہ کی توضیع مین اُن قواعد اور رسم و رواج سے ضرور مدد ملی ہوگی جو اُن ممالک مین جاری تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسی استعانت سے امام صاحب کے واضع قانون ہونیکی حیثیت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ یعنی وہ ایک مستقل واضع قانون کہے جا سکتے ہین یا صرف ناقل اور جامع۔ جہانتک ہماری تحقیق ہے۔ مسلمانون نے غیر قومون کی قانونی تصنیفات سے بہت کم واقفیت حاصل کی۔ ترجمون کی فہرست مین ہم سیکڑون ہزارون کتابون کے نام پاتے ہین لیکن وہ فلسفہ۔ طب وغیرہ کی تصنیفات ہین۔ قانون کی ایک کتاب کا بھی پتہ نہین چلتا جو عربی زبان مین ترجمہ کی گئی ہو۔ اور اسقدر تو قطعاً ثابت ہے کہ امام صاحب نے جس زمانہ مین فقہ کی تدوین کی کسی ایسی کتاب کا ترجمہ نہین ہوا تھا اسلئے یہ احتمال کہ امام ابوحنیفہ نے غیر قومون کی قانونی تصنیفات سے فایدہ اُٹھایا ہو۔ بالکل بے اصل ہے۔ ملک مین رسم و رواج کی بنیاد پر جو احکام نافذ تھے اِس قابل نہ تھے کہ حیز تحریر مین آکر قانون کا لقب حاصل کر سکتے۔

مختصر یہ کہ جسقدر تاریخی قراین موجود ہین اُن سے ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ امام صاحب کو روم یا فارس کی کوئی قانونی تصنیف ہاتھ آئی جسکے نمونہ پر اُنہون نے فقہ کی بنیاد رکھی۔ اِس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ امام ابوحنیفہ سے پہلے فقہ کے مسایل جسقدر۔ اور جس صورت مین مدون ہو چکے تھے وہ فن کی حیثیت نہین رکھتے تھے۔ اِن باتون کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ اگر فقہ کو ایک قانون مانا جائے

تو ضرور ماننا پڑے گا کہ امام صاحب ہی اُسکے مقنن اور واضع تھے - البتہ اُنکو ملک کی رسم و رواج مسایل معمول بہا - علما کے فتاوے - سے مدد ملی لیکن یہ اُسی قسم کی مدد ہے جس سے دنیا کے اور واضعان قانون بہی بے نیاز نہ تھے - اسلئے یہ امر امام صاحب کی مقننیت کے رتبہ کو گہٹا نہین سکتا -

ان عام مباحث کے بعد - اب ہم اُن خاصیتون[1] کا ذکر کرتے ہین جنکی وجہ سے حنفی فقہ کو اور فقہون کے مقابلہ مین ترجیح حاصل ہے -

فقہ حنفی خصوصیتہ فقہ حنفی کا اصول عقل کے موافق ہونا -

(۱) سب سے مقدم اور قابل قدر خصوصیت جو فقہ حنفی کو حاصل ہے وہ مسایل کا اسرار اور مصالح پر مبنی ہونا ہے - احکام شرعیہ کے متعلق اسلام مین شروع ہی سے دو فرقے قایم ہو گئے ایک گروہ کی یہ راے ہے کہ یہ احکام تعبّدی احکام ہین یعنی انمین کوئی سرّ اور مصلحت نہین ہے مثلاً شراب خواری یا فسق و فجور صرف اسلئے ناپسندیدہ ہین کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے اور خیرات و زکواۃ صرف اسلئے مستحسن ہین کہ شارع نے انکی تاکید کی ہے - ورنہ فی نفسہ یہ افعال بُرے یا بہلے نہین ہین - امام شافعی - کا اسی طرف میلان پایا جاتا ہے - اور شاید اسی کا اثر تھا کہ ابو الحسن اشعری نے جو شافعیون مین علم کلام کے بانی ہین علم کلام کی بنیاد اسی مسئلہ پر رکھی -

---

[1] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جن خصوصیتون کا ہمنے دعوی کیا ہے وہ بلحاظ اکثر مسایل کے ہین ممکن ہے کہ بعض جزئیات کے لحاظ سے یہ خصوصیتین امام صاحب کی مذہب مین نہ پائی جاوین اور دوسرے امامون کے فقہ مین پائی جائین لیکن ہمارا دعوی یہ ہے کہ امام صاحب کے اکثر مسایل مین یہ خصوصیتین پائی جاتی ہین اور امام شافعی وغیرہ کے اکثر مسایل مین نہین پائی جاتین

دوسرے فرقہ کا یہ مذہب ہے کہ شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہین - البتہ بعض مسایل ایسے بھی ہین جنکی مصلحت عام لوگ نہین سمجھ سکتے لیکن درحقیقت وہ مصلحت سے خالی نہین -

یہ مسئلہ اگرچہ بوجہ اسکے کہ اُسکے دونون پہلو بڑے بڑے علما نے اختیار کئے ہین - ایک معرکۃ الآرا مسئلہ بنگیا ہے لیکن - انصاف یہ ہے کہ وہ اسقدر بحث و اختلاف کے قابل نہ تھا تمام مہمات مسایل کی مصلحت اور غایت خود کلام آلہی مین مذکور ہے - کفار کے مقابلہ مین قرآن کا طرز استدلال - عموماً اسی اصول کے مطابق ہے - نماز کی مصلحت خدا نے خود بتائی کہ - تنھی عن الفحشاء والمنکر - روزہ - کی فرضیت کے ساتھ ارشاد ہوا - لعلکم تتقون - جہاد - کی نسبت فرمایا حتیّٰ لا تکون فتنۃ - اسیطرح اور احکام کے متعلق قرآن وحدیث مین جابجا تصریحین اور اشارے موجود ہین کہ اُنکی غرض وغایت کیا ہے -

امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب تھا اور یہ اصول اونکے مسایل فقہ مین عموماً مرعی ہے - اِسی کا اثر ہے کہ حنفی فقہ جسقدر اصول عقلی کے مطابق ہے اور کوئی فقہ نہین - امام طحاوی - نے جو محدث اور مجتہد دونون تھے اِس بحث مین ایک کتاب لکھی ہے جو شرح معانی الآثار - کے نام سے مشہور ہے اور جسکا موضوع یہ ہے کہ مسایل فقہ کو نصوص وطریق نظر سے ثابت کیا جاے - محدث مذکور نے فقہ کے ہر باب کو لیا ہے - اور اگرچہ انصاف پرستی کے ساتھ بعض مسئلون مین امام ابوحنیفہ سے مخالفت کی ہے لیکن اکثر مسایل کی نسبت مجتہدانہ طرز استدلال سے ثابت کیا ہے کہ "امام ابوحنیفہ - کا مذہب - احادیث اور طریق نظر - دونون کے موافق ہے" امام محمد نے بھی کتاب الحجج مین اکثر مسایل مین عقلی وجوہ سے استدلال کیا ہے - یہ دونون کتابین چھپ گئی

ہین اور ہر جگہ ملتی ہین۔ جسکو تفصیل مقصود ہو ان کتابون کی طرف رجوع کرے۔

اِس دعویٰ سے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب عقل کے موافق ہے۔ شافعیہ وغیرہ کو بھی انکار نہین اور وہ انکار کیون کرتے۔ اُنکے نزدیک احکام شرعیہ خصوصاً عبادات جسقدر عقل سے بعید ہون اُسیقدر اُنکی خوبی ہے۔

امام رازی نے۔ زکوۃ کی بحث مین لکھا ہے[1] کہ امام شافعی کا مذہب امام ابوحنیفہ سے مرجح ہے جسکی دلیل یہ ہے کہ امام شافعی۔ کا مذہب عقل وقیاس سے بعید ہے اور یہی اُسکی صحت کی دلیل ہے۔ کیونکہ زکوۃ کے مسایل زیادہ تر تعبّدی احکام ہین جنمین عقل وراے کو دخل نہین،،

بخلاف اور مجتہدون کے امام ابوحنیفہ کا اس اصول کی طرف مایل ہونا ایک خاص سبب سے تہا۔ دوسرے ایمہ جنہون نے فقہ کی تدوین وترتیب کی۔ اُنکی علمی ابتدا فقہی مسایل سے ہوئی تھی۔ بخلاف اِسکے امام ابوحنیفہ۔ کی تحصیل۔ علم کلام۔ سے شروع ہوئی جسکی ممارست نے اُنکی قوت فکر اور حدت نظر کو نہایت قوی کردیا تہا۔ معتزلہ وغیرہ۔ جنسے اُنکے معرکے رہتے تھے عقلی اصول کے پابند تھے۔ اسلئے امام صاحب کو بھی اُنکے مقابلہ مین اُنہین اصول سے کام لینا پڑتا تھا۔ اور متنازع فیہ مسئلون مین مصالح واسرار کی خصوصیتین دکھانی پڑتی تہین۔ اِس غور اور تدقیق مشق ومہارت۔ سے اُنکو ثابت ہوگیا تہا کہ شریعت کا ہر مسئلہ اصول عقل کے مطابق ہے۔ علم کلام۔ کے بعد وہ فقہ کی طرف متوجہ ہوے۔ توان مسایل مین بھی وہی

---

[1] مناقب الشافعی مصنفہ امام فخرالدین رازی ۱۲

جستجو رہی۔

حنفی فقہ کے مسایل کا۔ دوسرے فقہوں کے مسایل سے مقابلہ کیا جاے تو یہ تفاوت صاف نظر آتا ہے۔ معاملات تو معاملات۔ عبادات مین بھی اسکی نسبت ظاہر بینون کا خیال ہے کہ اسمین عقل کو دخل نہین امام صاحب کے مسایل عموماً عقل کے موافق معلوم ہوتے ہین۔

اگر اس بات پر غور کی جائے کہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکواۃ۔ شریعت مین کن مصلحتون سے فرض کئے گئے ہین اور اُن مصالح کے لحاظ سے ان احکام کی بجاآوری کا کیا طریقہ ہونا چاہیئے تو وہی طریقہ موزون ثابت ہوگا جو حنفی فقہ سے ثابت ہوتا ہے۔ شلاً نماز چند افعال کے مجموعہ کا نام ہے لیکن اس لحاظ سے کہ نماز کی اصلی غرض کیا ہے ؟ (یعنی خضوع۔ اظہار تعبد۔ اقرار عظمت آلہی دعا) اور اوسکے حاصل ہونے مین کن افعال کو کس نسبت سے دخل ہے ؟ ان افعال کے مراتب مختلف ہین بعض لازمی اور ضروری ہین۔ کیونکہ اُنکے نہونے سے نماز کی اصل غرض فوت ہوتی ہے۔ اِن افعال کو شریعت کی زبان مین فرض سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض افعال ایسے ہین۔ جو طریقہ ادا مین صرف ایک حسن وخوبی پیدا کرتے ہین لیکن اُنکے فوت ہونے سے اصل غرض فوت نہین ہوتی۔ اِن افعال کا رتبہ پہلی قسم سے کم ہے اور انکو سنت و مستحب سے تعبیر کرتے ہین۔

اوپر ہم لکھ آئے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرض و واجب و سنت کی تصریح نہین فرمائی۔ لیکن اسمین کچھ شبہہ نہین ہوسکتا تھا کہ نماز کے تمام افعال یکسان درجہ نہین رکھتے تھے اسلئے تمام مجتہدین نے اُنکے امتیاز مراتب پر توجہ کی اور استنباط و اجتہاد کی رو سے اُن افعال کے

مختلف مدارج قایم کئے اور اُنکے جدا جدا نام رکھے۔ امام ابو حنیفہ نے بھی ایسا ہی کیا لیکن اسباب
مین اُنکو اور ایمہ پر جو ترجیح ہے وہ یہ ہے کہ اُنہون نے جن افعال کو جس رتبہ پر رکھا درحقیقت اُنکا
وہی رتبہ تہا۔ مثلاً سب سے ضروری امر یہ ہے کہ نماز کے ارکان یعنی وہ افعال جنکے بغیر نماز ہو ہی نہین
سکتی۔ کیا ہین؟ چونکہ نماز اصل مین اقرار عبودیت۔ اور اظہار خشوع کا نام ہے۔ اسلئے اسقدر
تو سب مجتہدون کے نزدیک مسلم رہا کہ نیت۔ تکبیر۔ قرأت۔ رکوع سجود۔ وغیرہ جن سے بڑھکر اقرار
عبودیت اور اظہار خشوع کا کوئی طریقہ نہین ہو سکتا فرض اور لازمی ہین اور خود شارع۔ نے اُنکے
لازمی اور ضروری ہونے کی طرف اشارے کئے بلکہ بعض جگہہ تصریح بھی کی لیکن اور ایمہ نے
یہ زیادتی کی کہ ان ارکان کی ادا کی خصوصیتون کو بھی فرض قرار دے دیا۔ حالانکہ وہ خصوصیتین
لازمی نہ تہین۔ اسلئے امام ابو حنیفہ اُنکے فرضیت کے قایل نہین۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کے نزدیک
تکبیر تحریمہ۔ اللہ اکبر کے سوا اور الفاظ سے بھی ادا ہو سکتی ہے جو اُسکے ہم معنی ہین (مثلاً اللہ اعظم
اللہ اجل) امام شافعی کے نزدیک نہین ہو سکتی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تکبیر اگر فارسی زبان
مین کہی جاے تب بھی جایز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔
امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرآن مجید کی کسی آیت کے پڑہنے سے قرأت کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔
امام شافعی کے نزدیک بغیر سورہ فاتحہ کے نماز ہو ہی نہین سکتی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جو شخص
عربی مین قرآن پڑہنے سے معذور ہے وہ مجبوراً ترجمہ پڑہ سکتا ہے[۹۱]۔ امام شافعی کے نزدیک

---

[۹۱] امام محمد نے جامع صغیر مین جو روایت کی ہے اوسمین مجبوری کی قید نہین ہے اور اسی بنا پر مخالفین نے
امام صاحب پر یہ سخت اعتراض کیا ہے کہ "وہ قرآن کی حقیقت و مفہوم مین الفاظ کو داخل نہین سمجھتے یعنی اونکے

ترجمہ سے کسی حالت مین نماز نہین ہوسکتی۔

اِس سے یہ خیال نہین کرنا چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ یا کسی مجتہد نے صرف عقل وقیاس سے نماز کے ارکان متعین کئے ہین۔ ایمہ نے اِن ارکان کے ثبوت کے لیے عموماً احادیث کی تصریحات واشارات سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ ہر مجتہد کے نقلی دلایل کتب فقہ مین بہ تفصیل مذکور ہین۔ ہمارا یہ مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہ کے دعوون پر جسطرح نقلی دلائل یعنی احادیث کی تصریحین اور اشارے موجود ہین اسیطرح عقلی وجوہ بھی اُنکی صحت کے شاہد ہین۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب شریعت کے اسرار اور مصالح کو نہایت دقیق نگاہ سے دیکھتے تھے۔

زکواۃ کے مسایل کا بھی یہی حال ہے۔ زکواۃ کا اصلی مقصد بنی نوع کی ہمدردی اور اعانت ہے اسلئے زکواۃ کے مصرف مین وہ لوگ خاص کر دئے گئے ہین۔ جو سب سے زیادہ ہمدردی اور اعانت کا استحقاق رکھتے ہین۔ یعنی فقرا۔ مساکین۔ عمال زکواۃ۔ مولفۃ القلوب۔ مقروض۔ مسافر۔ غازی۔ مکاتب۔ چونکہ اِن لوگون کی تصریح خود قرآن مجید مین مذکور ہے اسلئے اس امر مین سب مجتہدین کا اتفاق رہا کہ یہ لوگ مصرف زکواۃ ہین۔ لیکن تعین نے ایک اختلاف پیدا کر دیا۔ امام شافعی نے اِن اقسام کے ذکر سے یہ خیال کیا کہ یہ سب اشخاص زکواۃ کے ادا مین لازمی ہین۔ یعنی جبتک اِن آٹھون اقسام کے لوگون کو زکواۃ ادا نہ کی جاوے فرض ادا ہی نہین ہوسکتا۔ بخلاف اسکے امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ زکواۃ اِن اقسام سے باہر نجانے پائے۔ باقی یہ امر کہ

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۳۰) نزدیک صرف قرآن کے معانی پر قرآن کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ بےشبہ امام صاحب کی اس غلطی کو ہم تسلیم کرتے ہین لیکن فقہاے حنفیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے بالآخر اس قول سے رجوع کیا ہے۔

ان لوگون مین سے سب کو دی جاوے یا بعض کو۔ یہ امر مقتضاے وقت اور ضرورت پر موقوف ہے۔ امام اور حاکم وقت ضرورت کے لحاظ سے جسکو چاہے انتخاب کر سکتا ہے۔

ایک اور مسئلہ جسمین امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ مختلف ہین یہ ذکر جانورون کی زکواۃ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک زکواۃ مین جانور یا اُسکی قیمت ادا کی جا سکتی ہے امام شافعی کے نزدیک ”قیمت“ ادا کرنے سے زکواۃ ادا ہی نہین ہو سکتی۔ حالانکہ زکواۃ کی غرض حاصل ہونے مین جانور اور اُسکی قیمت دونون برابر ہین۔ اور اسلیے شارع نے بھی کوئی تخصیص نہین فرمائی۔

ان مسایل کے سوا عبادات کے اور سیکڑون مسایل ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفی مسایل مین ہر جگہ مصالح اور اسرار کی خصوصیت ملحوظ ہے لیکن ہم تطویل کے لحاظ سے اُن سب کی تفصیل نہین کر سکتے۔ معاملات کے مسایل مین یہ عقدہ زیادہ حل ہو جاتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب کسقدر مصالح اور اسرار کے موافق ہے۔

دوسری خصوصیت فقہ حنفی کا آسان اور سہل ہونا

(۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حنفی فقہ بہ نسبت تمام اور فقہون کے نہایت آسان اور یسیر التعمیل ہے۔

قرآن مجید مین متعدد جگہ آیا ہے کہ ”خدا تم لوگون کے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہین چاہتا“ رسول اللہ کا قول ہے کہ ”مین نرم اور آسان شریعت لیکر آیا ہون“ بے شبہ اسلام کو تمام اور مذہبون کے مقابلہ مین یہ فخر حاصل ہے کہ وہ رہبانیت سے نہایت بعید ہے۔ اسمین عبادات شاقہ نہین ہین۔ اُسکے مسایل آسان اور یسیر التعمیل ہین۔ حنفی فقہ کو بھی اور فقہون پر یہی

ترجیح حاصل ہے۔

حنفی فقہ کا آسان اور وسیع ہونا ایسا متعارف ہے کہ شعرا اور مصنفین اُسکو ضرب المثل کے طور پر ذکر کرتے ہین۔ انوری نے جو ایک فحاش اور بدزبان شاعر تھا اگرچہ بُرے موقع پر اسکا استعمال کیا اور کہا ع چون رخصتہاے بوحنیفہ۔ تاہم اصل مدعا کا ثبوت اُسکے کلام سے بھی ہوتا ہے۔ عبادات اور معاملات۔ کا کوئی باب۔ کوئی فصل۔ لیلو۔ یہ تفرقہ صاف نظر آتا ہی کہ امام ابوحنیفہ کے مسایل ایسے آسان اور نرم ہین جو شریعت سہلہ کی شان ہے۔ بخلاف اسکے۔ اور ائمہ کی بہت سے احکام نہایت سخت اور عسیر التعمیل ہین۔ مثلاً کتاب الجنایات وکتاب الحدود کے مسایل۔ انہی مین سے سرقہ کے احکام ہین چنانچہ ہم اُسکے چند جزئیات نمونہ کے طور پر یہان لکھتے ہین۔

اسقدر تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ سرقہ کی سزا قطع ید یعنی ہاتھ کاٹنا ہے لیکن مجتہدین نے سرقہ کی تعریف مین چند شرطین اور قیدین لگائی ہین جنکے بغیر قطع ید کے سزا نہین ہوسکتی ان شروط کے لحاظ سے احکام پر جو اثر پڑتا ہے وہ ذیل کی جزئیات سے معلوم ہوگا جس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب کسقدر آسان۔ اور تمدن وشایستگی کے کسقدر موافق ہے۔

سرقہ کے احکام

امام ابوحنیفہ کے مسایل	اور ائمہ کے مسایل
نصاب سرقہ۔ کم از کم ایک اشرفی ہے۔	ایک اشرفی کا رُبع
اگر ایک نصاب مین متعدد چورون کا ساجھا ہو تو کسیکا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا۔	امام احمد کے نزدیک ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

ناوان بچہ پر قطع ید نہین۔	امام مالک کے نزدیک۔ ہے
کفن چور۔ پر قطع ید نہین۔	اورایمہ کے نزدیک۔ ہے۔
زوجین مین سے اگر ایک دوسرے کا مال چُرائے توقطع ید نہین۔	امام مالک کے نزدیک۔ ہے۔
بیٹا۔ باپ کا مال چرائے توقطع ید نہین۔	امام مالک کے نزدیک۔ ہے۔
قرابت قریبہ والے مثلاً چچا۔ بھائی وغیرہ پر قطع ید نہین۔	اورایمہ کے نزدیک۔ ہے۔
ایک شخص کسی سے کوئی چیز مستعار لیکر انکار کرگیا۔ توقطع ید نہین۔	اورایمہ کے نزدیک۔ ہے۔
ایک شخص نے ایک چیز چُرائی پھر بذریعہ ہبہ یا بیع اوسکا مالک ہوگیا۔ توقطع ید نہین۔	اورایمہ کے نزدیک۔ ہے۔
غیر مذہب والے جو مستامن ہوکر اسلام کی عملداری مین رہتے ہین اُن پر قطع ید نہین۔	اورایمہ کے نزدیک۔ ہے۔
قرآن مجید کے سرقہ پر قطع ید نہین۔	امام شافعی ومالک کے نزدیک۔ ہے۔
لکڑی۔ یا جو چیزین جلد خراب ہوجاتی ہین۔ انکے سرقہ سے قطع ید لازم نہین آتا۔	اورایمہ کے نزدیک۔ لازم آتا ہے۔

فقہ کا ایک بڑا حصہ کتاب الحظر والاباحۃ ہے یعنی حرام وحلال۔ جائز وناجائز کی تفصیل۔

اس باب مین یہ دعوی اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ اوایمہ کے بہت سے ایسے مسئلے ہین جنکی پابندی کیجاے تو زندگی دشوار ہو جاے۔ بخلاف اسکے امام ابو حنیفہ۔ کے احکام نہایت آسان اور سہل ہین۔ مثلاً امام شافعی کے نزدیک جو پانی اُپلون کی آگ سے گرم کیا گیا ہو اُس سے غسل اور وضو ناجائز ہے۔ اسیطرح مٹی کے برتن جو اُپلون کی آگ سے پکاے گئے ہون اُنمین کھانا ناجائز ہے۔ رانگ کانچ بلور۔ عقیق۔ کے برتنون کا استعمال ناجائز ہے۔ پشمینہ۔ سمور۔ پوستین وغیرہ کا استعمال ناجائز ہے اور اسکو پہنکر نماز نہین ہو سکتی۔ برتن یا کرسیان اور زین وغیرہ جن پر چاندی کا کام ہو اُنکا استعمال ناجائز ہے۔ بیع بالمعاطاۃ۔ یعنی خرید و فروخت کا عام طریقہ جسمین بعت و اشتریت۔ کی تصریح نہین کی جاتی۔ ناجائز ہے۔ ان تمام مسایل مین امام ابو حنیفہ۔ کا مذہب۔ امام شافعی۔ سے مخالف ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حنفی فقہ۔ دوسرے فقہون کی طرح تنگ اور سخت گیر نہین ہے۔

تیسری خصوصیت

(۳) فقہ کا بہت بڑا حصّہ جس سے دنیوی ضرورتین متعلق ہین معاملات کا حصّہ ہے۔ اور یہی وہ موقع ہے جہان۔ ہر مجتہد کی دقت نظر اور نکتہ شناسی کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے زمانہ تک معاملات کے احکام ایسے ابتدائی حالت مین تھے کہ متمدن اور تہذیب یافتہ ملک کیلئے بالکل ناکافی تھے۔ نہ معاہدات کے استحکام کے قاعدے منضبط تھے۔ نہ دستاویزات وغیرہ کی تحریر کا اصول قایم ہوا تھا۔ نہ فصل قضایا اور اداے شہادت کا کوئی باقاعدہ طریقہ تھا۔ امام ابو حنیفہ۔ پہلے شخص ہین جو ان چیزون کو قانون کی صورت مین لائے۔ لیکن افسوس ہے کہ جو مجتہدین اُنکے بعد ہوئے اُنہون نے بجاے اسکے کہ اُسکو اور وسعت دیتے۔ اُسے غیر تمدنی حالت

فقہ حنفی مین معاملات کے متعلق جو قاعدے ہین نہایت وسیع تمدن کے موافق ہین۔

کو قایم رکھنا چاہا جسکا منشاء وہ زاہدانہ خیالات تھے جو علماے مذہب کے دماغون مین جاگزین تھے۔ ایک مشہور محدث نے فقہا پر طعن کیا ہے کہ "ان لوگون کے نزدیک جب کسی زمین کا دعویٰ کسی عدالت مین پیش کیا جائے تو ضرور ہے کہ عرضی دعویٰ مین زمین کا موقع بتایا جائے اوسکی حدود اربعہ دکھائی جائین حیثیت او صورت کی تفصیل ہو۔ حالانکہ رسول اللہ یا صحابہ کے زمانہ مین ان جزئیات او قیود کا نام و نشان بھی نہ تھا" محدث مذکور کے نزدیک یہ بڑے الزام کی بات ہے لیکن اگر انکو کسی ترقی یافتہ ملک مین رہنے کا اتفاق ہوتا اور معاملات سے بھی کام پڑتا تو معلوم ہوتا کہ جن چیزون کو وہ الزام کی بات سمجھتے ہین اونکے بغیر زندگی بسر کرنی مشکل ہے۔

امام شافعی۔ ہبہ کیلئے قبضہ کو ضروری نہین سمجھتے۔ شفعۂ ہمسایہ کو جایز نہین کہتے تمام معاملات مین مستور الحال کی شہادت کو ناجایز قرار دیتے ہین۔ گواہان نکاح کے لئے ثقہ اور عادل ہونے کی قید ضروری سمجھتے ہین۔ ذمیون کے باہمی معاملات مین بھی انکی شہادت جائز نہین قرار دیتے۔ بے شبہ یہ باتین ان ممالک مین آسانی سے چل سکتی ہین جہان تمدن نے وسعت نہین حاصل کی ہے اور معاملات کی صورتین بالکل سادہ اور نیچرل حالت مین ہین لیکن جن ملکو نمین تمدن نے ترقی حاصل کی ہو معاملات کی مختلف اور پیچ در پیچ صورتین پیدا ہوتی جاتی ہون حقوق کی تحدید او ر انضباط کے بغیر چارہ نہو۔ وہان ایسے احکام کا قایم رہنا آسان نہین۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان تمام مسایل مین امام ابو حنیفہ۔ امام شافعی سے مخالف ہین۔ مورخ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ امام مالک کا مذہب انھی ممالک مین رواج پا سکا جہان تمدن نے وسعت

نہین حاصل کی تھی[۱]۔ اِسکی وجہ یہی ہے کہ امام مالک کے مسایل مین اصول تمدن کی رعایت نہ تھی۔

امام ابو حنیفہ نے جس دقت نظر اور نکتہ شناسی کے ساتھ معاملات کے احکام منضبط کئے اُسکا صحیح اندازہ تو اُسوقت ہو سکتا ہے کہ معاملات کے چند ابواب پر ایک مفصل ریویو لکھا جائے۔ لیکن ایسی تفصیل کیلئے نہ وقت مساعد ہے نہ اس مختصر کتاب مین اُسکی گنجایش ہے۔ تاہم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ اِسلئے نمونہ کے طور پر ہم صرف مسایل نکاح کا ذکر کرتے ہین۔ جو عبادات اور معاملات دونون کا جامع ہے۔

نکاح کے مسایل

نکاح کو اگرچہ فقہا نے عبادات مین شامل کیا ہے لیکن یہ صرف ایک اصطلاح ہے ورنہ نکاح۔ بوجہ اِسکے کہ تمدن و معاشرت کے بڑے بڑے نتایج اُسپر متفرع ہوتے ہین۔ معاملات کا نہایت ضروری حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

مسایل نکاح کے انتخاب کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ بعض بعض یورپین مصنفون نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حنفی فقہ کے مسایل نکاح نہایت وحشیانہ اور ظالمانہ ہین۔ لیکن ہم اس بحث مین دکھاوینگے کہ آج مہذب سے مہذب ملکون مین بھی نکاح کے قواعد حنفی فقہ سے عمدہ تر نہین ہین۔ بنتھم نے اپنی کتاب یوٹلٹی مین لکھا ہے کہ "رومن لا کے بموجب قواعد نکاح ایک مجموعۂ ظلم ہین"۔ لیکن ہم ثابت کردینگے کہ حنفی فقہ کے بموجب قواعد نکاح مجموعۂ انصاف ہین۔ غالبا اس بحث سے اون لوگون کے خیالات کی بھی کسیقدر اصلاح ہوگی جو غلطی سے یہ سمجھے بیٹھے ہین کہ حنفی فقہ۔

---

[۱] اس قول کو ہم پہلے نقل کر چکے ہین۔

رومن لا - سے ماخوذ ہے -

نکاح وازدواج - تمدن اور معاشرت کا نہایت وسیع حصّہ ہے - نکاح بقول ایک حکیم کے - جماعتون کا شیرازہ - تہذیب کی اصل - تمدن کی بنیاد ہے " اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ جس مقنن نے اُسکے اصول وضوابط کی عمدہ توضیع یا تشریح کی وہ قانون تمدن کا بہت بڑا نکتہ شناس ہے - اگرچہ امام ابوحنیفہ اِن اصول وضوابط کے موجد نہین ہین - شارع نے خود اوسکے مہمات مسایل بتا دئے تھے - تاہم جس نکتہ سنجی کے ساتھ اُنہون نے ان اصول کی تشریح کی اور اُسپر احکام متفرع کیے وہ خود ایک بڑے مقنن کا کام تھا - شارع کا کلام کہین مجمل واقع ہوا تھا کہین محتمل المعنیین - بعض جگہ صرف اشارے تھے - خاصکر جزئیات بہت کم مذکور تھین - یہی وجہ ہے کہ نکاح کے اکثر مسایل مین مجتہدین کی مختلف رائین قایم ہوگئین یہی مختلف فیہ مسایل ہین جنمین امام صاحب کے اجتہاد کے جوہر کھلتے ہین - اور صاف نظر آتا ہے کہ جسطرح اُنہون نے اِن موقعون پر شارع کے اجمال کی تفصیل کی - احتمالات کے محمل معین کیے - اشارون کی تصریحین بتائین - جزئیات کی تفریع کی - وہ اُنہین کا کام تھا جنمین اور مجتہدین کسیطرح اُنکی ہمسری نہین کرسکتے -

نکاح کے مسایل جن اصول پر متفرع ہین وہ یہ ہین -

(۱) کن لوگون کے ساتھ نکاح ہونا چاہیئے -

(۲) معاملہ نکاح کسکے اختیار سے ہونا چاہیئے -

(۳) اُسکی بقا و ثبات کا استحکام کس حد تک ضروری ہے -

(۴) فریقین کے حقوق کیا قرار دئے جائین۔

(۵) نکاح۔ کن دستورات اور رسوم کے ساتھ عمل مین آئے۔

یہ امر کہ نکاح کی وسعت کو کسی حدتک محدود کیا جاے۔ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ تمام مذاہب مین یکسان طور پر پایا جاتا ہے۔ ہر قوم نے چند محرمات قرار دئے ہین جنکے ساتھ ازدواج کو ناجایز قرار دیا ہے اور یہ محرمات قریباً تمام مذہبون مین مشترک ہین۔ جسکی وجہ یہی ہے کہ یہ امر نہایت صریح اصول عقلی پر مبنی ہے۔

محرمات نکاح

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ اور فلاسفر بنتھم نے کتاب یوٹلٹی مین محرمات کی حرمت کے جو دلائل قایم کئے ہین بالکل مشترک ہین۔ چونکہ یہ امر بالکل اصول فطرت کے مطابق ہے اور قرآن مجید مین محرمات کے نام تصریحاً مذکور ہین۔ اسلئے اصل مسئلہ مین تمام مجتہدین کا اتفاق رہا۔ لیکن جو جزئیات ظاہر نص کے ذیل مین نہین آتین۔ اُنمین اختلاف پیدا ہوگیا۔ انھین مین حرمت بالزنا کا مسئلہ ہے جو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے اختلاف کا ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ زنا سے حرمت کے احکام نہین پیدا ہوتے۔ مثلاً باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بیٹے کا نکاح اُس عورت سے ناجایز نہین ہے۔ امام شافعی نے اسکو یہانتک وسعت دی ہے کہ ایک شخص نے اگر کسی عورت کے ساتھ زنا کیا اور اُس سے لڑکی پیدا ہوئی تو خود وہ شخص اُس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اُنکی دلیل ہے کہ زنا ایک حرام فعل ہے۔ اسلئے وہ حلال کو حرام نہین کر سکتا۔ امام ابو حنیفہ اسکے بالکل مخالف ہین۔ اُنکے نزدیک مقاربت کے ذریعہ سے مرد اور عورت کے تعلقات پر جو فطری اثر پڑتا ہے وہ

نکاح پر محدود نہین ہے اور یہ بالکل صحیح ہے محرمات کی حرمت جس اصول پر مبنی ہے اُسکو
نکاح کے ساتھ خصوصیت نہین۔ اپنے نطفہ سے جو اولاد ہو گو زنا ہی سے ہو اُسکے ساتھ نکاح
و مقاربت کا جایز رکھنا۔ بالکل اصول فطرت کے خلاف ہے۔ باپ کی موطوءۃ کا بھی یہی حال
ہے وعلی ہذا القیاس۔ خود قرآن مجید مین اِسکے اشارے موجود ہین۔ لیکن چونکہ یہان نقلی
بحث نہین۔ ہم اُسکا ذکر نہین کرتے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ معاملۂ نکاح کا مختار کون ہے؟ یہ ایک نہایت مہتم بالشان سوال
ہے۔ اور نکاح کے اثر کی خوبی یا بُرائی بہت کچھ اسی امر پر منحصر ہے۔ امام شافعی و امام احمد بن
حنبل کے نزدیک عورت گو عاقلہ بالغہ ہو۔ نکاح کے بارہ مین خود مختار نہین ہے یعنی کسی
حال مین وہ اپنا نکاح آپ نہین کر سکتی۔ بلکہ ولی کی محتاج ہے۔ اِن بزرگون نے ایک طرف
تو عورت کو اسقدر مجبور کیا۔ دوسری طرف ولی کو ایسے وسیع اختیارات دئے کہ وہ زبردستی
جس شخص کے ساتھ چاہے نکاح باندھ دے عورت کسی حال مین انکار نہین کر سکتی۔ امام ابو حنیفہ
کے نزدیک بالغہ عورت اپنے نکاح کی آپ مختار ہے۔ بلکہ اگر نابالغی کی حالت مین ولی نے
نکاح کر دیا ہو تو بالغ ہو کر وہ نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔

معاملۂ نکاح مین اختیار

اس اختلاف کی اصلی بنیاد عورتون کے حقوق۔ کے مسئلہ پر مبنی ہے۔ تمام مذہبون مین
عورتون کی حالت نہایت پست قرار دی گئی ہے اور اُنکے حقوق نہایت تنگدلی سے قایم
کئے گئے ہین۔ ہندوؤن اور عیسائیون کے ہان عورت کو میراث نہین ملتی۔ خود عرب مین
اسلام سے پہلے یہی دستور تھا۔ اسطرح کے اور بہت سے امور ہین جنسے عورتون کا کم رتبہ ہونا ثابت

ہوتا ہے۔ لیکن اسلام نے مردون اور عورتون کے حقوق یکسان درجہ پر قایم کئے ۔ اور فرمایا لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۔ امام ابوحنیفہ ۔نے تمام مسائل مین اس اصول مساوات کو مرعی رکہا ہے ۔ اور یہی خصوصیت ہے جو اس باب مین اُنکی فقہ کو اور ایمہ کی فقہ سے ممتاز کرتی ہے ۔ مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک ۔نکاح ۔طلاق ۔عتق ۔ وغیرہ معاملات مین عورتون کی شہادت اُسیطرح معتبر ہے جسطرح مردونکی ۔ بخلاف اسکے اور ایمہ مجتہدین کے نزدیک عورتونکی شہادت کا اعتبار نہین ۔ بعض معاملات مین اُن بزرگون نے عورتون کی شہادت جایز بھی رکھی ہے تو یہ قید لگائی ہے کہ دو سے کم نہون ۔ اور امام شافعی کے نزدیک تو چار سے کم کا کسی حالت مین اعتبار نہین ۔ امام ابوحنیفہ ۔کے نزدیک جسطرح ایک مرد کی گواہی معتبر ہے عورت کی بھی ہے ۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت منصب قضا پر مامور کیجا سکتی ہے ۔ لیکن اور ایمہ مخالف ہین ۔ اسی بنا پر اُنکے نزدیک جب مرد نکاح کے معاملہ مین خود مختار قرار دیا گیا ہے تو عورت کو بھی ایسا ہی اختیار دینا چاہئیے ۔

اس عام اصول مساوات کے قطع نظر ۔صورت متنازعہ مین خصوصیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ نکاح کا معاملہ ۔عام معاملات پر قیاس نہین کیا جا سکتا ۔نکاح ایک ایسا تعلق ہے جسکا اثر نہایت وسیع ہے اور زندگی کے اخیر وقت تک قایم رہتا ہے ۔ اسلیے ایسے معاملہ مین ایک فریق کو بالکل بے اختیار رکہنا نہایت ناانصافی ہے ۔

اس بحث مین امام شافعی کا مدار محض نقلی دلیلون پر ہے ۔ لیکن اس میدان مین بھی امام ابوحنیفہ اُن سے پیچہے نہین ۔ اگر امام شافعی کو لا نکاح الا بولی ۔ پر استدلال ہے تو امام صاحب کیطرف

الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستاذن فی نفسہا ۔ موجود ہے ۔ لیکن اس بحث کا یہ موقع نہین ۔

عقد نکاح کا استحکام

تیسری بحث یہ ہے کہ معاملۂ نکاح کا استحکام و بقا کس حد تک ضروری ہے عقد نکاح کی خوبی کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے یعنی یہ کہ وہ تمدن کی بنیاد اور جماعتون کا شیرازہ ہے ۔ اسی حالت مین ہے جب وہ ایک مضبوط اور دیرپا معاملہ قرار دیا جاوے ۔ ورنہ وہ صرف قضاے شہوت کا ایک ذریعہ ہے ۔ امام ابو حنیفہ نے اس اصول کو نہایت قوت کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے ۔ اُنہون نے طریقۂ انعقاد ۔ تعین مہر ۔ ایقاع طلاق ۔ نفاذ خلع ۔ کے جو قاعدے قرار دئے ہین اُن سب مین اس اصول سے کام لیا ہے ۔

اسباب مین سب سے مقدم اُنکا یہ مسئلہ ہے کہ الطلاق مع استقامۃ حال الزوجین حرام یعنی جبتک زوجین کی حالت استقامت پر ہے ۔ طلاق دینا حرام ہے ضرورت اور مجبوری کی حالت مین طلاق کو جایز قرار دیا ہے تو اُسکا طریقہ ایسا رکھا ہے جس سے اصلاح اور رجعت کی امید منقطع نہو یعنی یہ کہ تین بار کرکے طلاق دے اور ہر طلاق مین ایک مہینہ کا فاصلہ ہو ۔ تاکہ اس اثنا مین شوہر کو اپنے ارادہ کے فیصل کرنے کے لئے کافی وقت ملے ۔ اگر وہ اس ارادہ سے باز آنا چاہے تو باز آسکے ۔ اور مستحب یہی ہے کہ باز آئے ۔ اس وسیع مدت مین بھی اگر اصلاح و آشتی کی توقع نہو ۔ اور تجربہ سے ثابت ہو جاے کہ فریقین کی برہمی کسیطرح اصلاح پذیر نہین ہے ۔ تو مجبوراً طلاق دے ۔ طلاق کے بعد اُسکو مہر ادا کرنا ہوگا ۔ اور تین مہینہ تک زوجہ کی خورونوش کی کفالت کرنی ہوگی ۔ اس سے یہ مقصد ہے کہ جبتک وہ

دوسرا شوہر نہ پیدا کر سکے۔ گذارہ اور بسر اوقات کیلیئے اُسکو تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔ اور مہر کی رقم عام مصارف مین کام آئے۔ اسباب مین امام صاحب کے مسایل جو اوامیہ سے مختلف ہین۔ ہم اُنکو ذیل مین یکجائی طور پر لکھتے ہین۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ امام صاحب نے معاملۂ نکاح کو کیسا مہتم بالشان اور مضبوط معاملہ سمجھا ہے۔ اور ہر حالت مین اُسکے قایم رکھنے کی کوشش کی ہے۔

۱	جب تک فریقین کی حالت مین استقامت ہو طلاق دینا حرام ہے۔	امام شافعی کے نزدیک حرام نہین۔
۲	ایکبار تین طلاق دینا حرام ہے اور اُسکا مرتکب عاصی ہے۔	امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے نزدیک کچھ مضایقہ نہین۔
۳	مُہر کی تعداد کسی حالت مین دس درہم سے کم نہین ہوسکتی۔ اس سے یہ مقصد ہے کہ مرد کو فسخ طلاق پر آسانی سے جرأت نہو۔ کیونکہ یہ تعداد غریب و مفلس کیلیئے ہے۔ جسکو اس رقم کا ادا کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے امیروں کو دو چار ہزار کا ادا کرنا۔	امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایک حبہ بھی مہر ہو سکتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ مرد بیدریغ بے سوچے سمجھے طلاق دینے پر جرأت کر سکتا ہے اور عورت کو بوجہ اسکے کہ تفریق کے بعد محض مفلس اور نادار رہگئی سخت تکلیف کا احتمال ہے۔
۴	خلوت صحیحہ سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے	امام شافعی کے نزدیک نصف واجب ہوتا ہے۔

جسمانی بیماریاں مثل برص وغیرہ فسخ نکاح کا سبب نہین ہوسکتین۔	امام شافعی و مالک کے نزدیک انکی وجہ سے فسخ نکاح ہوسکتا ہے۔
اگر کوئی شخص مرض الموت مین طلاق دے اور عدت کے زمانہ مین اُسکا انتقال ہوجاوے تو عورت کو میراث ملیگی۔	امام شافعی کے نزدیک نہین ملیگی
طلاق رجعی کی حالت مین وطی حرام نہین ہے یعنی زوجیت کا تعلق ایسی معمولی بیزاری سے منقطع نہین ہوتا۔	امام شافعی کے نزدیک حرام ہے۔ گویا وہ بائنہ ہوچکی۔
رجعت کیلئے اظہار زبانی کی ضرورت نہین ہر فعل جس سے رضامندی ظاہر ہو رجعت کے لئے کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسانی دیجاوے تاکہ رجعت بادنی مساعت ہوسکے۔	امام شافعی کے نزدیک بغیر اقرار و اظہار کے رجعت ہو ہی نہین سکتی۔
رجعت پر گواہ مقرر کرنے کچھ ضرور نہین۔ ورنہ بعض حالتون مین گواہ نہ مل سکے اور رجعت کی مدت قریب الانقضا ہے تو طلاق باین ہوجائیگی۔	امام مالک۔ کے نزدیک بغیر استشہاد کے رجعت صحیح نہین ہے۔

نکاح کے فوائد مرتب ہونیکے لئے یہ ایک نہایت ضروری امر ہے کہ فریقین کے حقوق

نہایت فیاضی اور اعتدال کے ساتھ قایم کیے جائین۔ عورتونکو مردون کے ساتھ جن باتون
مین مساوات حاصل ہے وہ باطل نہونے پاے۔ کیونکہ نکاح سے عورت کو اپنے امن و راحت
کی توقع ہونی چاہیئے۔ نہ یہ کہ اُسکے اصلی حقوق مین بہی زوال آجائے۔ یہ اسلام کی خاص فیاضی
ہے جسکی نظیر اور کسی مذہب مین نہین ملسکتی کہ اُسنے معاملہ نکاح مین عورتون کے حقوق
نہایت وسعت کے ساتھ قایم کیے ہین۔ امام ابوحنیفہ نے اس اصول کو تمام مسایل مین محفوظ
رکہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اِن مسایل مین جہان اور ایمہ نے اُن سے اختلاف کیا ہے۔
صریح غلطی کی ہے۔ مثلاً خلع کا معاملہ جو طلاق سے مشابہ ہے۔

عورتونکے حقوق

اِسباب مین توسب ایمہ متفق ہین کہ جسطرح مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے۔ اسیطرح عورت
کو کچھ معاوضہ دیکر خلع کا اختیار ہے۔ لیکن اِس امر مین اختلاف ہے کہ اس معاوضہ کی کیا صورت
ہے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ اگر عورت کا قصور ہے اور خود اوسکی بدسلوکی تفریق کا سبب
ہوئی ہے تو اُس مہر کی مقدار کی برابر شوہر کو معاوضہ دینا چاہیئے۔ مواگر اِس مقدار سے زیادہ
معاوضہ کا خواہان ہو تو مکروہ ہے۔ لیکن اگر مرد کی شرارت ہے تو عورت بغیر کسی جرمانہ ادا کرنے
کے خلع کی مستحق ہے۔ اور مرد کو خلع کا معاوضہ لینا مکروہ ہے۔ امام شافعی و امام مالک کے
نزدیک اگر مرد جسقدر چاہے معاوضہ لے سکتا ہے۔ اور اُسپر عورت کو مجبور کر سکتا ہے اس
سے بڑہکر یہ کہ گو شرارت اور زیادتی مرد کی ہو تاہم وہ عورت سے معاوضہ لے سکتا ہے اور
جسقدر چاہے لے سکتا ہے۔ حالانکہ یہ صریح ناانصافی ہے۔ کہ عورت بیگناہ بھی ہو اور
معاوضہ بھی ادا کرے۔

اخیر بحث یہ ہے کہ نکاح کن دستورات کے ساتھ عمل مین آئے۔ ان رسوم مین صرف دو مقصود پیش نظر ہین۔ اوّل یہ کہ فریقین کی رضامندی محقق ہوجائے۔ دوسرے یہ کہ واقعۂ عقد کا اشتہار ہوجاے۔ ان اغراض کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ نے نہایت مناسب قاعدے قرار دئے ہین یعنی یہ کہ فریقین ایسے الفاظ استعمال کرین جنسے ظاہر ہو کہ انہون نے معاملۂ نکاح کو قبول کرلیا ہے اور یہ کہ عقد نکاح دو گواہون کے سامنے عمل مین آئے۔ یہ دونون سادہ اور آسان شرطین ہین جو ہر موقع پر استعمال کی جاسکتی ہین۔ لیکن بعض ایمہ نے بخلاف اسکے ان شرطون مین ایسی سخت قیدین لگائی ہین جنکی پابندی نہایت مشکل ہے۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ گواہان نکاح عادل ہونے چاہئین ورنہ نکاح صحیح نہین۔ عدالت کے جو معنی مجتہدین اور خاصکر امام شافعی نے بیان کئے ہین اُسکے لحاظ سے ہزارون مین ایک آدھ عادل ہوسکتا ہے۔ اسلئے اگر یہ قید ضروری سمجھی جاوے تو صحیح نکاح کا وجود ڈھونڈھے سے نہ ملسکے۔ امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے نزدیک ضرور ہے کہ گواہ مرد ہون۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورتین بھی گواہ ہوسکتی ہین اور یہی قرین عقل بھی ہے امام شافعی نے یہ بھی قید لگائی ہے کہ خاص تزویج کے الفاظ استعمال کئے جائین۔ حالانکہ خاص الفاظ کی پابندی کا کچھ حاصل نہین۔ جو الفاظ اس مفہوم پر دلالت کرتے ہین مثلاً ہبہ تملیک وغیرہ سب عقد نکاح کیلئے کافی ہین۔

دستورات نکاح

(۴) ایک بڑی خصوصیت جو حنفی فقہ کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اُسنے ذمیون یعنی اُن لوگون کو جو مسلمان نہین ہین لیکن مسلمانونکی حکومت مین مطیعانہ رہتے ہین نہایت فیاضی اور

یہ چوتھی خصوصیت ذمیون کے حقوق

آزادی سے حقوق بخشے ہین اور یہ وہ خصوصیت ہے جسکی نظیر کسی امام اور مجتہد کے مسایل مین نہین ملتی۔ اگرچہ ذمیون کے حقوق کی حفاظت خود شارع کی ہدایتون مین جابجا موجود ہے لیکن چونکہ وہ عام کلیات ہین۔ اِسکے علاوہ شارع کے بعض اقوال بظاہر اِسکے خلاف معلوم ہوتے ہین اسلیئے اُنکی تعبیر مطالب مین اختلافات پیدا ہوئے تاہم کچھ شبہ نہین کہ جو تعبیر امام ابوحنیفہ نے کی وہی صحیح تعبیر تھی۔ اسلام نہایت وسیع دینا پر حکمران رہا ہے۔ اور اوسکی حدود حکومت مین سیکڑون غیر قومین آباد تھین اور ہین۔ اسلیئے اگر اُنکے حقوق کی واجبی حفاظت نکیجاوے تو ایکدن بھی امن قایم نہین رہ سکتا۔ امام ابوحنیفہ نے ذمیون کو جو حقوق دیئے ہین دنیا مین کسی گورنمنٹ نے کبھی کسی غیر قوم کو نہین دیئے۔ یورپ جسکو اپنے قانونِ انصاف پر بڑا ناز ہے۔ بیشک زبانی دعویٰ کر سکتا ہے لیکن عملی مثالین نہین پیش کر سکتا۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کے یہ احکام۔ اسلامی گورنمنٹون مین عموماً نافذ تھے اور خاصکر ہرون الرشید اعظم کی وسیع حکومت انہین احکام پر قایم تھی۔

سب سے بڑا مسئلہ قتل و قصاص کا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمیون کا خون مسلمانون کے خون کی برابر ہے یعنی اگر مسلمان۔ ذمی کو عمداً قتل کر ڈالے تو مسلمان بھی اُسکے بدلے قتل کیا جائیگا۔ اور اگر غلطی سے قتل کیا ہے تو جو خون بہا مسلمان کے قتل بالخطا سے لازم آتا ہے وہی ذمی کے قتل سے بھی لازم آئیگا۔

تذکرہ۔ امام رازی نے اپنی کتاب مناقب الشافعی مین حنفیون کو طعنہ دیا ہے کہ اُنکے نزدیک ابوبکر صدیق کا خون اور ایک ذلیل ذمی کا خون برابر ہے۔ یعنی وہ اگر ابوبکر صدیق بجرم

کسی ذمی کو قتل کرڈالتے تو حنفیون کے نزدیک وہ بھی قتل کیے جانیکے مستحق تھے "

حنفیون نے اس مسئلہ کی تعمیم مین کہین یہ مثال نہین دی ہے۔ امام رازی نے اس غرض سے کہ وہ اس مسئلہ کو بدنما کر کے دکھائین۔ خود یہ مثال فرض کی ہے۔ لیکن ہم فخر کے ساتھ اس طعنہ کو قبول کرتے ہین۔ بے شبہ انصاف اور حق کی حکومت مین۔ شاہ و گدا۔ مقبول و مردود کا ایک رتبہ ہے۔ بے شبہہ یہ اسلام کی بڑی فیاضی ہے کہ اُسنے اپنی رعایا کو اپنی برابر سمجھا۔ اسلام کو اس انصاف پر ناز ہو سکتا ہے اگر امام رازی کو عار آتی ہے تو آئے۔

خود صحابہ کا کیا قول اور کیا عمل تھا؟ حضرت علیؑ کا قول ہے من کان له ذمتنا فدمه کدمنا و دیته کدیتنا " یعنی ذمی کا خون ہمارا خون ہے اور اُسکی دیت ہماری دیت ہے"

حضرت علیؑ پر موقوف نہین تمام مہاجرین و انصار کا یہی قول تھا اور اسی پر عمل تھا۔ عبید اللہ جو حضرت عمر فاروق کے فرزند تھے۔ اُنھون نے حضرت عمرؓ کے زخمی ہونیکے وقت دو شخصون کو جو کافر تھے اور جن پر اُنکو شبہہ تھا۔ قتل کرڈالا۔ جب حضرت عثمان مسندِ خلافت پر بیٹھے تو اُنھون نے مہاجرین و انصار کو بلایا اور اس بارہ مین راے پوچھی۔ تمام مہاجرین نے بالاتفاق کہا کہ عبید اللہ کو قتل کرنا چاہیے۔

امام ابو حنیفہ نے ذمیون کے لئے اور جو قواعد مقرر کیے وہ نہایت فیاضانہ قواعد ہین۔ وہ تجارت مین مسلمانونکی طرح آزاد ہین۔ ہر قسم کی تجارت کرسکتے ہین۔ اور اُن سے اُسی شرح سے ٹیکس لیا جائیگا جسطرح مسلمانون سے لیا جاتا ہے۔ جزیہ۔ جو اُنکی محافظت کا ٹیکس ہے اُسکی شرح حسب حیثیت قایم کیجائیگی۔ مفلس شخص جزیہ سے بالکل معاف ہے۔ اگر کوئی شخص

جزیہ کا باقیدار ہو کر مر جاوے تو جزیہ ساقط ہو جاوے گا۔ ذمیون کے معاملات اُنہین کی شریعت کے موافق فیصل کئے جاینگے۔ یہانتک کہ مثلاً اگر کسی مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا تو اسلامی گورنمنٹ اس نکاح کو اُسکی شریعت کے موافق صحیح تسلیم کرے گی۔ ذمیون کی شہادت اُنکے باہمی مقدمات مین مقبول ہو گی۔ ذمیون کی اعزازی حالت یہ ہے کہ وہ حرم محترم مین جا سکتے ہین۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین آباد ہو سکتے ہین۔ تمام مسجدون مین بغیر اجازت حاصل کرنے کے داخل ہو سکتے ہین۔ بجز اُن خاص شہرون کے جو مسلمانون نے آباد کئے ہین ہر جگہہ وہ اپنی عبادت گاہ بنا سکتے ہین۔ وہ اگر حربی کافرون کے مقابلہ مین مسلمانون کا ساتھ دینا چاہین تو سپہ سالار اُن پر اعتماد کر سکتا ہے۔ اور اُن سے ہر طرح کی اعانت لے سکتا ہے۔

اس قسم کے اور احکام ہین جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے عموماً تمام معاملات مین ذمیون کے حقوق مسلمانونکے برابر قرار دئے ہین۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ بعض امور مین تو اُنہون نے اعتدال سے زیادہ فیاضی کی ہے۔ مثلاً اس امر مین کہ ذمی کس حالت مین عہد سے باہر ہو جاتا ہے۔ اُنکا مذہب ہے کہ بجز اُس حالت کے کہ اُنکے پاس جمعیت ہو اور وہ گورنمنٹ سے بمقابلہ پیش آئین۔ اور کسی صورت مین اُنکے حقوق باطل نہین ہوتے۔ مثلاً اگر کوئی ذمی جزیہ نہ ادا کرے۔ یا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو۔ یا کافرون کی جاسوسی کرے۔ یا کسی مسلمان کو کفر کی ترغیب دے۔ یا خدا اور رسول کی شان مین بے ادبی کرے۔ تو ان تمام حالتونمین وہ سزا کا مستحق ہو گا لیکن باغی نہ سمجھا جائیگا اور اُسکے حقوق باطل نہونگے۔

اب اِسکے مقابلہ مین اور آیمہ کے مسایل دیکھو امام شافعی کے نزدیک کسی مسلمان نے
گو بیجرم اور عمداً کسی ذمی کو قتل کیا ہو تاہم وہ قصاص سے بری رہیگا صرف دیت دینی ہوگی
یعنی مالی معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔ وہ بھی مسلمان کی دیت کی ایک ثلث۔ اور امام مالک کے نزدیک
نصف۔ تجارت مین یہ سختی ہے کہ ذمی اگر تجارت کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجاوے
تو سال مین جتنی بار لیجاوے ہر بار اوس سے نیا ٹیکس لیا جائیگا۔

جزیہ کے متعلق امام شافعی کا مذہب ہے کہ کسی حال مین ایک اشرفی سے کم نہین ہوسکتا۔ اور
بوڑھے۔ اندھے۔ اپاہج۔ مفلس۔ تارک الدنیا۔ تک اُس سے معاف نہین بلکہ امام شافعی سے
ایک اور روایت ہے کہ جو شخص مفلس ہونیکی وجہ سے جزیہ نہین ادا کرسکتا وہ اسلام کی عملداری مین
نرہنے پاوے۔ خراج جو اُن پر حضرت عمر کے زمانہ مین مقرر کیا گیا تھا اسپر اضافہ ہوسکتا ہے مگر کسی
صورت مین کمی نہین ہوسکتی۔ ذمیونکی شہادت گو فریقین مقدمہ ذمی ہون کسی حال مین مقبول
نہین۔ اس مسئلہ مین امام مالک و امام شافعی دونون متفق الراے ہین۔ ذمی کبھی حرم مین
نہین داخل ہوسکتا۔ اور نہ وہ مکہ اور مدینہ منورہ مین آباد ہوسکتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک
عام مسجدونمین اجازت کے ساتھ داخل ہوسکتا ہے۔ لیکن امام مالک اور امام حنبل
کے نزدیک اُسکو بالکل اجازت نہین ملسکتی۔ ذمی۔ اسلامی حدود حکومت مین کہین اپنی
عبادت گاہ نہین بنا سکتا ہے۔ ذمیون پر اعتبار نہین کیا جاسکتا اور وہ اسلامی فوج مین شریک
نہین ہوسکتے۔ ذمی اگر کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے یا کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کا
مرتکب ہو تو اُسیوقت اُسکے تمام حقوق باطل ہوجاوینگے اور وہ کافر حربی سمجھا جائیگا۔ یہ احکام

بھی عیسائیون اور یہودیون کے ساتھ خاص ہین ورنہ امام شافعی کے نزدیک بت پرستون کو جزیہ ادا کرنے پر بھی اسلامی حدود مین رہنے کی اجازت نہین۔

یہ تمام احکام ایسے سخت ہین جنکا تحمل ایک ضعیف سے ضعیف محکوم قوم بھی نہین کرسکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام شافعی وغیرہ کا مذہب سلطنت کے ساتھ نہ نبہ سکا۔ مصر مین بیشبہ ایک مدت تک گورنمنٹ کا مذہب شافعی تھا۔ لیکن اُسکا یہ نتیجہ تھا کہ عیسائی اور یہودی قومین اکثر بغاوت کرتی رہین۔

اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضرور ہے کہ فقہ حنفی کی کتابون مین ذمیون کے متعلق چند ایسے احکام بھی مذکور ہین جو نہایت سختی اور تنگدلی پر مبنی ہین اور چونکہ وہ اس طریقہ سے ظاہر کئے گئے ہین کہ گویا وہ خاص امام ابو حنیفہ کے مسایل ہین اسلئے غیر قومون کو مذہب حنفی پر بلکہ عموماً مذہب اسلام پر حملہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ ہدایہ مین ہے کہ "ذمیونکو ضرور ہے کہ وہ وضع اور لباس مین مسلمانون کی ہمسری نکرین۔ وہ گھوڑون پر نہ سوار ہون ہتیار نہ لگائین۔ زُنّار پہنین۔ اُنکے گھرون پر علامت بنا دی جاوے جس سے ظاہر ہو کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہین" وغیرہ وغیرہ۔ صاحب ہدایہ نے اِن احکام کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ذمیونکی تحقیر ضروری ہے فتاوی عالمگیری مین اس سے بھی زیادہ سخت و بیرحمانہ احکام ہین۔ لیکن یہ جو کچھ ہے متاخرین فقہا کی ایجاد ہے ورنہ امام ابو حنیفہ کا دامن اس داغ سے پاک ہے۔

امام ابو حنیفہ سے جو کچھ اسباب مین مروی ہے وہ صرف اسقدر ہے[1] کہ ذمی زنار باندہین

---

[1] دیکھو جامع صغیر امام محمد

اور ایسے زین پر سوار ہون جنکی شکل ہیتلی کی سی ہوتی ہے - البتہ قاضی ابو یوسف صاحب[۱] نے بعض اور احکام اسپر بڑہاے ہین اور وہ یہ ہین کہ ذمی مسلمانون کے ساتھ وضع قطع - لباس سواری مین مشابہت نہ اختیار کرین - اور لمبی ٹوپیان اوڑہین - اور اُنکے زین کے آگے گول لکڑی ہو اور اُنکی جوتیون کے تسمے دوہرے ہون - اور اُنکی عورتین کجاون پر نہ سوار ہون - قاضی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ذمیون کے بارہ مین یہی احکام صادر کئے تھے - اور اُسکی وجہ خود حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ذمیون کی وضع مسلمانونکی وضع سے الگ رہے -

بلا شبہہ یہ حضرت عمر کے احکام ہین لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ احکام ذمیون کی تحقیر کی وجہ سے صادر ہوئے تھے سخت غلطی ہے - اگرچہ افسوس ہے کہ اس غلطی کا ارتکاب اکثر متاخرین فقہانے کیا - بے شبہہ حضرت عمر کا ایک طبعی مذاق تہا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند کرتے تھے - اُنہون نے اہل فوج کو اکثر فرمانون مین لکھا ہے کہ "وہ جاڑون مین دہوپ کھانا نچہوڑین گہوڑون پر رکاب کے سہارے سے سوار نہون - موٹے کپڑے استعمال کرین" جس سے مقصد یہ تہا کہ اہل عرب اپنے ملک اور وطن کی خصوصیتون کو محفوظ رکہین - اسی بنا پر اُنہون نے اہل عجم کو جنہون نے اسلام نہین قبول کیا تہا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتون کو ضایع نہونے دین - اہل عجم زمانہ اسلام سے پہلے زنار باندہتے تھے - لمبی ٹوپیان[۲] اوڑہتے تھے -

---

[۱] قاضی ابو یوسف صاحب نے یہ احکام کتاب الخراج مین لکھے ہین ۱۲ [۲] خلیفہ منصور نے اپنے درباریون کو اسی قسم کی ٹوپیون کے اوڑہنے پر مجبور کیا تہا جسکی نسبت مورخین لکھتے ہین کہ منصور نے عجم کی تقلید کی -

اُنکے زین - آجکل کے انگریزی زین کے مشابہ ہوتے تھے - اُنکی عورتین اونٹون پر نہین سوار ہوتی تہین - چنانچہ انہین رسوم وعادات کی نسبت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اہل ذمہ اُسکی پابندی کرین - یہی احکام امام ابوحنیفہ اور قاضی ابویوسف نے قایم رکھے - جنکا مقصد صرف اسقدر ہے کہ دونون قومین اپنی خصوصیات پر قایم رہین -

البتہ امام ابوحنیفہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اہل ذمہ اسلامی شہرونمین اپنی عبادتگاہین نہ بنائین لیکن اُنکا مقصد صرف اسقدر تہا کہ امن وامان مین خلل نہو اور مسلمان رعایا جو اکثر عرب کی نسل سے تھی اور ناقوس کی صداؤن سے اُنکے کان آشنا نہ تھے فساد پر نہ آمادہ ہون - اس حکم نے ذمیون کے حق مین چندان دقت بھی نہین پیدا کی - مسلمانون نے جو شہر آباد کئے وہ دو چار شہر سے زیادہ نہ تھے باقی تمام ملک اُنہین شہرون سے معمور تھا جو غیر قومون کے آباد کئے ہوئے تھے - اور جہان ذمیونکو عموماً عبادتگاہون کے بنانیکی اجازت تھی - اسلامی شہرون مین بھی یہ قید اُسوقت تک قایم رہی جب تک فتنہ کا احتمال رہا - جب یہ خوف جاتا رہا تو ذمیون کو عام اجازت ملگئی - چنانچہ بغداد مین جو خاص اسلامی شہر تھا سیکڑون ہزارون چرچ اور گرجے تعمیر ہوئے -

پانچوین خصوصیت فقہ حنفی کا نصوص شرعی کے موافق ہونا -

(۵) ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو احکام نصوص سے ماخوذ ہین اور جنمین ایمہ کا اختلاف ہے - اونمین امام ابوحنیفہ جو پہلو اختیار کرتے ہین وہ عموماً نہایت قوی اور مدلل ہوتا ہے -

نص - کا لفظ قرآن - حدیث - دونون پر اطلاق کیا جاتا ہے اور اس لحاظ سے وہ احکام بھی نصی کہے جاتے ہین - جو قرآن سے نہین بلکہ صرف حدیث سے ثابت ہین - لیکن اس

موقع پر ہم اُن سے بحث نہین کر سکتے۔ اور اوسکی مختلف وجوہ ہین۔ اوّل تو یہ کہ اس قسم کے مسایل نہایت کثرت سے ہین جنکا مختصر سے مختصر حصّہ بھی اس کتاب مین آنہین سکتا۔ اگر چند مسایل نمونہ کے طور پر بیان کئے جایئن تو بدگمانون کو اس سوءظن کا موقع باقی رہتا ہے کہ چند قوی مسایل لے لئے اور ضعیف چھوڑ دئے۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ آج ان مسایل کا فیصلہ مجتہدانہ نہین ہو سکتا۔ حدیث کے متعلق بہت بڑی بحث صحت و عدم صحت کی پیدا ہوتی ہی اور یہی وہ چیز ہے جسنے مسایل فقہ مین ایمہ کو مختلف الآرا کر دیا ہے۔ ایک امام کے نزدیک ایک حدیث قابل حجّت ہی۔ دوسرے کے نزدیک وہ قابل احتجاج نہین۔ اس بحث کے تصفیہ کے لئے جو سامان ہمارے ملک مین موجود ہے وہ بالکل ناکافی ہے اور اُس سے کسی حدیث کی نسبت مجتہدانہ فیصلہ نہین کیا جا سکتا۔ بڑا مرحلہ اسمار الرجال کا ہے۔ اس فن کی جو کتابین ہمارے ملک مین موجود ہین۔ مثلاً تہذیب الکمال مزی۔ تہذیب التہذیب۔ میزان الاعتدال۔ طبقات الحفاظ۔ تہذیب الاسمار واللغات۔ وغیرہ۔ انین جرح و تعدیل کے متعلق ایمہ کے جو اقوال مذکور ہین اکثر اُنکا سلسلۂ سند مذکور نہین۔ اسلئے محدثانہ حیثیت سے اُسکے ثبوت و عدم ثبوت کا تصفیہ نہین ہو سکتا۔ اسکے علاوہ اکثر جرح مبہم ہین اور جن جرحون کو مفسر قرار دیا ہی وہ بھی ابہام سے خالی نہین۔ قدمانے اس فن مین جو تصنیفات لکھین اُن سے بے شبہہ یہ مباحث طے ہو سکتے ہین۔ لیکن وہ یہان میسر نہین آتین علماے حنفیہ نے خاص اس بحث پر کہ حنفی فقہ کے مسایل احادیث صحیحہ سے ثابت ہین۔ بہت سی کتابین لکھی ہین جسکو زیادہ شوق ہو اُن تصنیفات کیطرف رجوع کر سکتا ہے۔

لیکن قرآن مجید مین اس بحث کا بڑا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے - کیونکہ قرآن کے ثبوت مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا - اسلیئے نزاع کا مدار صرف اسپر رہجاتا ہے کہ جو مسئلہ اُس سے مستنبط کیا گیا - صحیح طور پر کیا گیا یا نہین - اس حالت مین بحث مختصر رہجاتی ہے اور نہایت آسانی سے اُسکا تصفیہ ہوجاتا ہے - قرآن مجید سے جو احکام ثابت ہین اُنکی تعداد بھی کچھ کم نہین ہے اور وہ فقہ کے مہمات مسایل ہین - اسلیئے اگر یہ ثابت ہو کہ حنفی فقہ کے مسایل نصوص قرآن سے زیادہ مطابق ہین - تو مہمات مسائل مین فقہ حنفی کی ترجیح بآسانی ثابت ہوجائیگی - اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہوجائیگا کہ امام ابو حنیفہ کو حیثیت اجتہاد مین تمام ائمہ پر ترجیح ہے - کیونکہ اجتہاد کا مدار زیادہ تر استنباط اور استخراج ہی پر ہے -

ان وجوہ کی بنا پر - اگرچہ ہم صرف اُن مسایل پر اکتفا کرتے ہین جو قرآن سے ثابت ہین تاہم حدیث کے متعلق ایک اجمالی بحث ضرور ہے جس سے بدگمانون کو سوء ظن کا موقع نہو -

اس بدگمانی کی تردید کہ فقہ حنفی کے مسایل حدیث کے مخالف مین

بعض لوگون کا خیال ہے کہ امام صاحب کے بہت سے مسایل - احادیث صحیحہ کے مخالف ہین - ان لوگون مین سے بعض نے الزام دیا ہے کہ امام صاحب نے دانستہ حدیث کی مخالفت کی - بعض انصاف پسند وجہ یہ بتاتے ہین کہ امام صاحب کے زمانہ تک احادیث کا استقصار نہین کیا گیا تھا - اسلیئے بہت سی حدیثین اُنکو نہین پہنچین - لیکن یہ خیال محض لغو اور بے سروپا ہے امام صاحب کے زمانہ تک تو حدیثین جمع نہین ہوئی تھین - لیکن جب جمع ہوچکین اُسوقت بڑے بڑے محدثین اُنکے مسایل کو کیون صحیح تسلیم کرتے رہے - وکیع بن الجراح جنکی روایتین صحیح بخاری مین بکثرت موجود ہین - اور جنکی نسبت امام احمد بن حنبل کہا کرتے تھے کہ مینے اُن سے بڑھکر

کسیکو حافظ العلم نہین دیکھا۔ وہ امام ابوحنیفہ کے مسایل کی تقلید کرتے تھے۔ خطیب بغدادی نے اُنکے حال مین لکھا ہے کان یفتی بقول ابی حنیفۃ[1] یحیی بن سعید بن القطان جو فن جرح وتعدیل کے موجد ہین۔ اکثر مسایل مین امام ابوحنیفہ کے پیرو تھے۔ خود اُنکا قول ہے قد اخذنا باکثر اقوالہ[2] امام طحاوی جو حافظ الحدیث تھے اور مجتہد فی المذہب کا درجہ رکھتے تھے۔ پہلے شافعی تھے۔ پھر امام ابوحنیفہ کے مسایل اختیار کئے اور کہا کرتے تھے کہ مین ابوحنیفہ کا مقلد نہین ہون۔ بلکہ مجھکو اُن سے توارد ہے۔ طحاوی۔ امام بخاری و مسلم کے ہمزمان ہین اور یہ وہ زمانہ ہے جب حدیث کا دفتر کامل طور سے مرتب ہوگیا تھا۔ متاخرین مین علامہ ماردینی۔ حافظ زیلعی۔ ابن الہمام۔ قاسم بن قطلوبغا۔ وغیرہم کی نسبت قلتِ نظر کا کون گمان کرسکتا ہے؟ ۔ یہ لوگ عموماً حنفی مسایل کے حامی ہین۔

اِسکے علاوہ جو لوگ عموماً حافظ الحدیث تسلیم کئے گئے ہین اُنکے مسایل امام ابوحنیفہ سے کیون موافق ہین؟ طبقہ اولیٰ مین سب سے بڑے محدث امام احمد حنبل ہین جنکی شاگردی پر بخاری و مسلم کو ناز تھا اور جنکی نسبت محدثین کا عام قول ہے کہ "جس حدیث کو احمد حنبل نہین جانتے وہ حدیث ہی نہین" امام احمد حنبل بہت سے مسایل مین امام شافعی کے مخالف اور امام ابوحنیفہ کے موافق ہین۔ خوارزمی نے لکھا ہے کہ فروع وجزئیات چھوڑکر۔ اُمہات فقہ کے متعلق ایک سو چھبیس مسئلون مین اُنکو امام ابوحنیفہ کے ساتھ اتفاق ہے اور امام شافعی سے اختلاف۔ ہمنے خود بہت سے مسایل مین تطبیق کی ہے جس سے خوارزمی کے دعوی کی تائید ہوتی ہے

---

[1] مختصر تاریخ بغداد لابن جزلہ ترجمہ وکیع بن الجراح ۱۲ - [2] تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر ترجمہ امام ابوحنیفہ ۱۲ -

سفیان ثوری کو محدثین نے امام الحدیث تسلیم کیا ہے - اُنکے مسایل عموماً امام ابوحنیفہ کے مسایل کے موافق ہین - قاضی ابویوسف کہا کرتے تھے کہ واللہ سفیان اکثر متابعۃ منی لابی حنیفۃ یعنی "خدا کی قسم - سفیان - مجھ سے زیادہ ابوحنیفہ کی پیروی کرتے ہین" صحیح ترمذی مین سفیان ثوری کے مسایل مذکور ہین - جو زیادہ تر شافعی کے مخالف اور ابوحنیفہ کے موافق ہین -

اس خیال کے پیدا ہونیکی بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض محدثین مثلاً امام بخاری - ابن ابی شیبہ - نے امام ابوحنیفہ کے متعدد مسایل کی نسبت تصریح کی ہے کہ حدیث کے خلاف ہین - ابن ابی شیبہ نے - امام ابوحنیفہ کے رد مین ایک مستقل باب لکھا ہے - لیکن یہ خیال کرنیوالون کی کوتاہ نظری ہے - اکثر ایمہ نے ایک دوسرے پر جرح و اعتراض کیا ہے - امام شافعی - امام مالک کے باخلاص شاگرد تھے اور کہا کرتے تھے کہ "آسمان کے نیچے موطای امام مالک - سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہین" باوجود اسکے اُنہون نے امام مالک کی رد مین ایک مستقل رسالہ لکھا جسمین دعوی کیا ہے کہ امام مالک کے بہت سے مسایل - احادیث صحیحہ کے خلاف ہین - امام رازی نے مناقب الشافعی مین اس رسالہ کا دیباچہ نقل کیا ہے اور خود ہماری نظر سے گذرا ہے - لیث بن سعد جو مشہور محدث ہین کہا کرتے تھے کہ امام مالک نے ستر مسئلون مین - حدیث کی مخالفت کی چنانچہ میرا ارادہ ہے کہ مین اُنکو اس امر کی نسبت خط لکھون[۵۱]" امام شافعی بھی اس اعتراض سے نہین بچے اور کیونکر بچ سکتے تھے - جہر بسم اللہ - وقنوت فی الفجر - وترک توریث ذوی الارحام -

---

[۵۱] اس قول کو حافظ ابوالمحاسن نے قلایدالعقیان مین نقل کیا ہی -

وغیرہ مسایل مین اُنکا مذہب صحیح حدیثون کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اجتہادی امور ہین۔اور انکی بنا پر ہم کسی کو مخالفِ حدیث نہین کہہ سکتے۔جس حدیث کو ایک مجتہد صحیح سمجھتا ہے ضرور نہین کہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک بھی صحیح ہو۔ پھر اس مرحلہ کے طے ہونیکے بعد۔استنباط و استدلال کی بحث باقی رہتی ہے جسمین مجتہدین بہت کم متفق الراے ہوسکتے ہین۔کیونکہ استنباط و استدلال کے اصول جداگانہ ہین۔ امام بخاری کی جزء القرأۃ ہمنے دیکھی ہے۔جامع صحیح مین۔جہان وہ امام ابوحنیفہ کیطرف اشارہ کرتے ہین۔اُس سے بھی ہم واقف ہین۔بے شبہ اِن مسئلون مین امام بخاری کا دعوی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے۔لیکن امام بخاری کی تحریر۔اور امام ابوحنیفہ۔کا فتوی۔دونون ہمارے سامنے ہین اور ہم خود سمجھہ سکتے ہین کہ اُن مسائل مین امام صاحب کا مذہب حدیث کے مخالف ہے۔یا امام بخاری کی فہم و اجتہاد کے مخالف ہے۔

قرأت فاتحہ کے مسئلہ مین امام ابوحنیفہ کا استدلال اس آیت پر ہے واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا۔امام بخاری جزء القرأۃ مین فرماتے ہین کہ یہ آیت خطبہ کے بارہ مین اُتری ہے یعنی نماز سے اسکو تعلق نہین۔امام بخاری کا یہ جواب کسقدر حیرت انگیز ہے اگر رسالہ جزء القرأۃ خود ہماری نظر سے نہ گذرا ہوتا تو ہمکو مشکل سے یقین آتا کہ واقعی یہ امام بخاری کا قول ہے۔اول تو بیسیون روایتون سے ثابت ہے کہ یہ آیت نماز مین اُتری ہے۔ لیکن اگر ہم اُنھی کے قول کو تسلیم کرین تو یہ کون نہین جانتا کہ موقعِ ورود کے خاص ہونے سے آیت کا حکم جو صریحی عام ہے۔خاص نہین ہوسکتا۔

امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ امام و مقتدی کو آمین آہستہ کہنی چاہیئے۔ امام بخاری برخلاف اسکے جہر کے قایل ہین اور دلیل یہ لاتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب امام والاالضالین کہے تو تم آمین۔ کہو"۔ لیکن اس حدیث مین جہر کا کہان ذکر ہے۔ اور مطلق آمین کہنے سے تو امام ابوحنیفہ کو بھی انکار نہین۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے نبیذ تمر سے بشرطیکہ مسکر نہو۔ وضو جایز ہے۔ امام بخاری اسکے خلاف ترجمة الباب باندہتے ہین اور حدیث نقل کرتے ہین کہ کل ما اسکر حرام۔

امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ مقتدی کیلئے قرأت فاتحہ ضروری نہین۔ امام بخاری وجوب کے مدعی ہین اور جامع صحیح مین باب باندہا ہے کہ "امام و مقتدی پر ہر نماز مین خواہ سفر مین ہو یا حضر مین۔ نماز خواہ جہری ہو یا سری۔ قرأت واجب ہے"۔ اس دعوی پر دو حدیثین پیش کی ہین ایک یہ کہ "کوفہ والون نے حضرت عمر کے پاس سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی۔ حضرت عمر نے اُنکو معزول کر دیا۔ اور بجاے اُنکے عمار کو مقرر کیا۔ کوفہ والے عمار کے بھی شاکی ہوئے کہ انکو تو نماز پڑہنی بھی نہین آتی۔ حضرت عمر نے عمار کو بلا بھیجا اور اُن سے کہا کہ اِن لوگون کا یہ گمان ہے۔ عمار نے کہا واللہ مین انکے ساتھ رسول اللہ صلعم کی سی نماز پڑہتا تھا اور اُس سے کچھ کم نہین کرتا مین عشا کی نماز پڑہتا تھا تو پہلی دو رکعتون مین دیر تک قیام کرتا تھا اور دو اخیر کی رکعتون مین تخفیف کرتا تھا"۔

اس حدیث سے قرأت فاتحہ کا وجوب کیونکر ثابت ہوا۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے جو تاویلین کی ہین اُن سے اگر بہزار دقت۔ وجوب پر استدلال بھی ہو تو کیا اُسکی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حدیث کی مخالفت کی!!

حقیقت یہ ہے کہ کسی مجتہد کی نسبت یہ خیال کرنا کہ اُسکو احکام کے متعلق حدیثین نہین پہنچین

سخت غلطی ہے لیکن چونکہ حدیثون کا معیار صحت ۔ وجوہ استنباط ۔ طرق استدلال ۔ تمام مجتہدین
کے نزدیک متحد نہین اسلیئے مسایل مین اختلاف کا پیدا ہونا ضرور تھا ۔

اب ہم اس ضمنی بحث کو چھوڑ کر اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہین ۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ
قرآن مجید کی تمام آیتین جنسے کوئی مسئلہ فقہی مستنبط کیا گیا ہے اُنکے وہی معنی صحیح اور واجب العمل
ہین جو امام ابو حنیفہ نے قرار دئے ہین ۔ قرآن مجید مین احکام کی آیتین سو سے متجاوز ہین اسلیئے
ہم اُنکا استقصا تو نہین کر سکتے ۔ البتہ مثال کے طور پر متعدد مسایل کا ذکر کرتے ہین جن سے ایک
عام اجمالی خیال قایم ہو سکتا ہے ۔

باب الطہارۃ [1]

امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ وضو مین چار فرض ہین ۔ امام شافعی دو فرض اور اضافہ کرتے ہین
یعنی نیت اور ترتیب ۔ امام مالک بجاے اِنکے موالاۃ کو فرض کہتے ہین ۔ امام احمد حنبل ۔
کا مذہب ہے کہ وضو کے وقت بسم اللہ کہنا ضرور ہے ۔ اور اگر قصداً نہ کہا تو وضو باطل ہے ۔

فرائض وضو

امام صاحب کا استدلال ہے کہ آیت مین صرف چار حکم مذکور ہین ۔ اسلیئے جو چیز اِن احکام کے علاوہ
ہے وہ فرض نہین ہو سکتی نیت و موالاۃ و تسمیہ کا تو آیت مین کہین وجود نہین ۔ ترتیب کا گمان
البتہ واو کے حرف سے پیدا ہوتا ہے ۔ لیکن علماے عربیت نے متفقاً طے کر دیا ہے کہ واو
کے مفہوم مین ترتیب داخل نہین ۔

امام رازی نے تفسیر کبیر مین ترتیب کی فرضیت کے لئے متعدد دلیلین پیش کی ہین ۔
لیکن انصاف یہ ہے کہ اونکا رتبہ تاویل سے بڑھکر نہین ۔ بڑا استدلال یہ ہے کہ فَاغۡسِلُوۡا
وُجُوۡھَکُمۡ مین حرف فا تعقیب کیلئے ہے جس سے اسقدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ منھ کا

پہلے دہونا فرض ہے۔ اور جب ایک رکن مین ترتیب ثابت ہوئی تو باقی ارکان مین بھی ہونی چاہیئے۔ دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ وضو کا حکم خلافِ عقل حکم ہے۔ اسلیئے اُسکی تعمیل بھی اُسی ترتیب سے فرض ہونی چاہیئے جسطرح آیت مین مذکور ہے۔ کیونکہ وضو کا حکم جسطرح خلاف عقل ہی۔ ترتیب بھی خلاف عقل ہے۔ امام رازی کی یہ دلیلین جس رتبہ کی ہین خود ظاہر ہین اُسپر ردوقدح کی ضرورت نہین۔

عورت کے چھونے سے وضو نہین ٹوٹتا

امام ابوحنیفہ۔ کا قول ہے کہ عورت کے چھونے سے وضو نہین ٹوٹتا۔ امام شافعی۔ اسکے مخالف ہین اور استدلال مین یہ آیت پیش کرتے ہین وَاِنْ کُنْتُمْ مَرْضٰی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا۔ یعنی "اگر تم بیمار ہو۔ یا سفر مین ہو۔ یا تم مین سے کوئی شخص غایط[1] سے آئے یا تمنے عورت کو چھوا ہو۔ اور تمکو پانی نہ ملے تو تم تیمم کرو"۔

امام صاحب فرماتے ہین کہ "عورت کے چھونے سے جماع و مقاربت مراد ہے اور یہہ قرآن مجید کا عام طرز ہے کہ ایسے امور کو صریحاً تعبیر نہین کرتا"۔ لطف یہ ہے کہ اسی لفظ کا ہم معنی لفظ "مس" جسکے معنی چھونے کے ہین۔ خدا نے اِس آیت مین مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ جماع کے معنی مین استعمال کیا ہے اور خود امام شافعی تسلیم کرتے ہین کہ وہان جماع ہی مقصود ہے حقیقت یہ ہے کہ اِس آیت مین ملامستہ کے ظاہری معنی لینے ایسی غلطی ہے جو ہرگز اہل زبان سے نہین ہوسکتی۔ اِسی آیت مین غایط کا لفظ بھی تو ہی۔ اسکو تمام مجتہدین کنایہ

[1] غایط کے معنی ہموار زمین کے ہین۔ لیکن اُس سے جاے ضرور یعنی پاخانہ مراد ہے۔

قرار دیتے ہین - ورنہ ظاہری معنی لئے جائین تو لازم آئے کہ جو شخص ہموار زمین سے ہو کر آیے
اُسپر وضو کرنا واجب ہو -

میری راے مین امام شافعی کا اگرچہ یہ مذہب ہے کہ عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا
ہے لیکن اُنکا استدلال اس آیت پر نہین ہے وہ حدیث سے استناد کرتے ہونگے -
غالباً اُنکے بعد اُنکے مقلدون نے حنفیہ کے مقابلہ کے لئے آیت سے استدلال کیا اور اوسکو
امام شافعی کیطرف منسوب کردیا -

۳ ایک تیمم سے کئی فرض ادا ہو سکتے ہین

امام ابو حنیفہ - کا مذہب ہے کہ ایک تیمم سے کئی فرض ادا ہو سکتے ہین - امام مالک و شافعی
کی راے ہے کہ ہر فرض کیلیے نیا تیمم کرنا چاہیئے - امام صاحب کا استدلال ہے کہ جو حیثیت
وضو کے حکم کی ہے وہی تیمم کی ہے - اور جب ہر نماز کیلئے نئے وضو کی ضرورت نہین تو تیمم کی تجدید کی بھی
ضرورت نہین - البتہ جن لوگون کا مذہب ہے کہ ایک وضو سے کئی نمازین نہین ادا ہو سکتین وہ
تیمم کی نسبت بھی یہ حکم لگا سکتے ہین - لیکن وضو و تیمم مین تفریق کرنی - جیسا کہ امام شافعی وغیرہ
نے کی محض بیوجہ ہے -

۴ تیمم کا اثناے نماز مین پانی پر قادر ہونا -

امام ابو حنیفہ - کا مذہب ہے کہ اثناے نماز مین متیمم کو اگر پانی ملجاے تو تیمم جاتا رہے گا -
امام مالک و احمد حنبل اسکے مخالف ہین - امام صاحب کا استدلال یہ ہے کہ قرآن مین تیمم کا جواز
اس قید کے ساتھ مشروط ہے کہ لَمْ تَجِدُوا مَاءً یعنی جب پانی نہ ملے صورت مذکورہ مین
جب شرط باقی نہین رہی تو مشروط بھی باقی نہین رہا -

باب الصلوٰۃ
تکبیر تحریمہ جزو نماز نہین -

امام صاحب کا قول ہے کہ تکبیر تحریمہ جزو نماز نہین اور فارسی زبان مین تکبیر کہنا درست ہے

امام شافعی وغیرہ مخالف ہین۔ امام صاحب کا استدلال ہے کہ جس آیت سے تکبیر کی فرضیت ثابت کیگئی ہے یعنی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی اُس مین زبان کی کوئی خصوصیت نہین۔ اور چونکہ فَصَلّٰی پر فار تعقیب داخل ہے اسلئے نماز کا وجود تکبیر سے موخر ہونا ضرور ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر گو فرض ہے۔ لیکن نماز مین داخل نہین۔ اور جزو نماز نہین۔

مقتدی کو قرات فاتحہ ضروری نہین۔

امام صاحب کا مذہب ہے کہ مقتدی کو قرات فاتحہ ضروری نہین۔ امام شافعی و امام بخاری وجوب کے قائل ہین۔ امام صاحب اِس آیت سے استدلال کرتے ہین۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی جب قرآن پڑہا جاوے توسنو اور چپکے رہو" اگرچہ اس آیت سے سری نمازون مین بھی ترک قراۃ کا حکم ثابت ہوتا ہے لیکن خاصکر جہری نماز کے لئے تو وہ نص قاطع ہے جسکی کوئی تاویل نہین ہوسکتی تعجب ہے کہ شافعیہ نے ایسے صاف اور صریح آیت کے مقابلہ مین حدیثون سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ حدیثین جو اسباب مین وارد ہین خود متعارض ہین۔ جس درجہ کی وجوب قرات کی حدیثین موجود ہین۔ اُسی درجہ کی ترک قرات کی بھی ہین۔

امام بخاری۔ نے اس بحث مین ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ آیت کے استدلال کا جواب دین۔ لیکن جواب ایسا دیا ہے جسکو دیکھکر تعجب ہوتا ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ یعنی حلال و حرام کا باب

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ۔ ترجمہ" یعنی سوائے اسکے نہین ہے کہ حرام کیا خدا نے تمپر۔ مردہ کو اور خون کو اور سور کے گوشت کو اور اس چیز کو جسپر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا جاوے

لیکن جو شخص مجبور ہو بشرطیکہ نافرمان اور حد سے گذر جانیوالا نہو۔ تو اُسپر گناہ نہین ہے"
اس آیت سے بہت سے مسایل مستنبط ہوتے ہین جنمین مجتہدین کو باہم اختلاف ہے۔ ان تمام
مختلف فیہ مسایل مین۔ امام ابو حنیفہ نے آیت کا جو مطلب قرار دیا ہے وہی صحیح ہے۔

پہلی بحث یہ ہے کہ مردہ کے کیا معنی ہین۔ امام ابو حنیفہ وہی عام معنی لیتے ہین جو عام اطلاق
مین شایع ہے۔ امام شافعی نے اسکو بہت وسعت دی ہے۔ یہان تک کہ وہ مردہ جانورون
کے بالون اور ہڈیون کو بھی مردہ کہتے ہین اس بنا پر اُنکی راے ہے کہ ان چیزون سے کسی
قسم کا تمتع مثلاً پوستین وغیرہ کا استعمال جایز نہین۔ امام مالک۔ بال اور کھال کا کام مین
لانا جایز قرار دیتے ہین۔ لیکن ہڈی کا استعمال اُنکے نزدیک بھی حرام ہے۔ امام شافعی نے
اور امام مالک نے مردہ کے جو معنی لئے۔ چونکہ صاف غلط معلوم ہوتے ہین اسلئے اُنکے
مقلدون نے تاویلین کین۔ امام رازی تفسیر کبیر مین لکھتے ہین کہ "ہڈی کو مردہ کہہ سکتے ہین
کیونکہ خدا نے قرآن مین کہا ہے مَن یُّحیِی العِظَامَ یعنی ہڈی کو کون زندہ کریگا۔" اور زندہ
وہی چیز ہو سکتی ہے جو پہلے مر چکی ہو۔ اسیطرح خدا نے زمین کو مردہ کہا ہے"۔ امام رازی
کی یہ تاویل نہایت تعجب خیز ہے۔ اس قسم کے اطلاقات۔ مجازی اطلاق ہین جن پر احکام
کی تفریع نہین ہو سکتی۔ امام رازی۔ نے زمین کا مردہ ہونا قرآن مجید سے ثابت کیا ہے۔ تو
زمین اور خاک کے استعمال کو بھی ناجایز قرار دینا چاہیئے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ خون جسکو اس آیت مین حرام کہا ہے۔ اُس سے کیا مراد ہے۔
امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ دم مسفوح ہے یعنی جس خون مین روانی ہو۔ اس بنا پر وہ مچھلی کے

خون کو حرام نہین کہتے۔ امام شافعی کے نزدیک اسمین کوئی تخصیص نہین اور ہر قسم کا خون حرام ہے امام صاحب کا استدلال یہ ہے کہ تخصیص خود خدا نے کی ہے۔ چنانچہ دوسرے موقع پر فرمایا ہے قُلْ لَا اَجِدُ فِيمَا اُوحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا۔ اِس آیت مین خون کی تحریم کو مسفوح کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ بَاغٍ وَعَادٍ سے کیا مراد ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ کہانے مین بغاوت و عدوان نہو یعنی جو شخص مجبور ہوا اور جان بلب ہو۔ اُسکو مردہ و سور کا گوشت کہانا جایز ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ سد رمق سے زیادہ نہ کہائے۔ اور کسی دوسرے مضطر سے چہین کر نہ کہائے۔ امام شافعی بغاوت و عدوان کے یہ معنی لیتے ہین۔ کہ اِس شخص نے سلطان وقت سے بغاوت نکی ہو اور گنہگار نہو۔ اِس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص جو سلطان وقت سے باغی ہو کسی موقع پر فاقہ سے جان بلب ہو جاے۔ تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اُسکو مردہ یا سور کا گوشت بقدر سد رمق کے کہانا جایز ہے۔ بخلاف اسکے امام شافعی کا قول ہے کہ وہ اگر باغی نہوتا تو کھانا جایز تہا لیکن بغاوت کی حالت مین اُسکو یہ اجازت نہین ملسکتی۔

امام شافعی نے اِن الفاظ کے جو معنی لیے اولاً تو سیاق عبارت سے بالکل بیگانہ ہین۔ دوسرے اصول شرع اُسکی ساعدت نہین کرتے۔ شریعت نے ضرورت کیوقت جن چیزونکی رخصت یا اجازت دی ہے وہ کسی جرم و عصیان سے باطل نہین ہوتی۔ جہوٹ بولنا گناہ ہے اور بعض حالتون مین مثلاً جب جان کا خوف ہو۔ اُسکی اجازت دیگئی ہے۔ کیا ایک گنہگار شخص اِس اجازت سے متمتع نہین ہو سکتا؟ صورت متنازعہ مین اگر اُس شخص کو

اِسلئے کہ انکی اجازت نہین دیگئی کہ اُسکا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تو حرام کی کیا تخصیص ہے اُسکے لئے تو حلال غذا کی بھی اجازت نہونی چاہئیے۔

یہ مسایل تو نصی تھے امام ابو حنیفہ نے اس آیت سے ایک قیاسی مسئلہ قایم کیا ہے۔ اور امام شافعی نے اُس سے مخالفت کی ہے۔ یعنی ایک شخص پیاس سے جان بلب ہو اور بجز شراب کے اور کوئی چیز نہ مل سکے تو اُسکو شراب پینے کی اجازت ہے یا نہین۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک نہین۔ امام شافعی۔ اگر ظاہریون کی طرح قیاس کے منکر ہوتے تو اس جواب سے کچھ تعجب نہوتا۔ لیکن قیاس کے قایل ہو کر یہ مخالفت محل تعجب ہے کیونکہ یہ حالت۔ اور جس حالت کا ذکر قرآن مین صریحاً ہے دونون کی علت مشترک ہے۔ یعنی حفاظت نفس۔ پھر حکم کے نہ مشترک ہونیکی کوئی وجہ نہین۔

باب الجنایات

جنایات کے باب مین جو احکام قرآن مجید مین وارد ہین۔ اُنکی تعبیر جس صحت کے ساتھ امام ابو حنیفہ نے کی، کسی دوسرے مجتہد نے نہین کی۔ زمانہ جاہلیت مین قصاص کے جو قاعدے رائج تھے نہایت ناانصافی اور جہالت پر مبنی تھے۔ اسلام نے نہایت خوبی سے اُنکی اصلاح کی۔ اور ایسے احکام مقرر کیے جن سے بڑھکر نہ کبھی ہوئے نہ ہو سکتے۔ جاہلیت مین قصاص کا اعتبار مقتول و قاتل کی حیثیت سے کیا جاتا تھا۔ جو معزز قبیلے تھے وہ دوسرے قبیلون سے اسطرح قصاص لیتے تھے کہ اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو۔ اپنی عورت کے بدلے اُنکے مرد کو اور اپنے مرد کے بدلے دوسرے قبیلہ کے دو مردونکو قتل کرتے تھے۔ خدا نے قصاص کا عام حکم صادر فرمایا جسکا یہ مطلب ہے کہ قصاص کا حکم کسی قید کے ساتھ مقید نہین ہے۔

قاتل ہر حالت مین مقتول کے بدلے مارا جائیگا خواہ شریف ہو یا رذیل - مرد ہو یا عورت غلام ہو یا آزاد - مسلم ہو یا ذمی - زیادہ توضیح کیلئے اُن صورتونکی خاص طرح پر بھی نفی کی جو عرب مین اسلام سے پہلے جاری تھین - چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِی الۡقَتۡلٰی اَلۡحُرُّ بِالۡحُرِّ - وَالۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ وَالۡاُنۡثٰی بِالۡاُنۡثٰی - ترجمہ "یعنی تمپر مقتولون کے بارہ مین قصاص فرض کیا گیا آزاد - آزاد کے بدلے غلام - غلام کے بدلے - عورت - عورت کے بدلے"

زمانہ جاہلیت مین یہ بھی دستور تھا کہ قتل عمد کے بارہ مین مالی معاوضہ دیدینا کافی سمجھا جاتا تھا - اور اسکو دیت کہتے تھے - اسلام نے اسکو باطل کیا اور دیت کو جو ایک قسم کا جرمانہ ہے صرف شبہ عمد اور قتل خطا کی حالت مین جایز رکھا اور اسکی مقدار مسلمان و ذمی کے لئے یکسان مقرر کی چنانچہ خدا نے ارشاد فرمایا کہ وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ اَنۡ یَّقۡتُلَ مُؤۡمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤی اَهۡلِهٖۤ - وَاِنۡ کَانَ مِنۡ قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَهُمۡ مِّیۡثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ وَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ - ترجمہ "یعنی مسلمان کی شان نہین ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے - مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مسلمانکو غلطی سے قتل کرے تو اُسکو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا اور مقتول کی اہل کو دیت دینی ہوگی - اور اگر مقتول اُس قوم سے ہو کہ تمہارے اور اُنکے درمیان میثاق ہے تو دیت دینی ہوگی اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا"

یہ احکام نہایت صاف اور صریح طور پر قرآن سے ثابت ہوتے ہین اور امام ابوحنیفہ انہین احکام کے قایل ہین - لیکن امام شافعی وغیرہ نے بعض مسایل مین اختلاف کیا ہے جسکی نسبت

ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہین کہ یقیناً اُنکی غلطی ہے۔

پہلا اختلاف یہ ہے کہ امام شافعی وامام مالک واحمد حنبل قائل ہین کہ "غلام کے بدلے آزاد قتل نہین کیا جاسکتا" غلام اور آزاد مین ایسا بیرحمانہ تفرقہ کرنا۔ ہرگز قرآن سے ثابت نہین ہوتا اگر اَلحُرُّ بِالحُرِّ کی تخصیص سے استدلال ہے تو اُلانثیٰ بالانثیٰ کی تخصیص سے لازم آتا ہے کہ عورت کے بدلے مرد نہ قتل کیا جاے۔ حالانکہ اسکا کوئی قایل نہین۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ امام شافعی ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے کم قرار دیتے ہین۔ حالانکہ دیت کے جو الفاظ خدا نے مومن کے حق مین استعمال کئے وہی اُن لوگون کے حق مین بھی ارشاد کئے۔ جو مسلمانون سے میثاق و معاہدہ رکھتے ہین۔ بے شبہ یہ اسلام کی نہایت فیاض دلی ہے کہ اُسنے مسلمان و ذمی کا حق برابر رکھا۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسے فیاضانہ حکم کی لوگون نے غلط تاویل کی۔

تیسرا اختلاف یہ ہے کہ امام شافعی قتل عمد کی حالت مین بھی مالی معاوضہ ادا کرنا کافی سمجھتے ہین۔ حالانکہ قرآن مجید مین قتل عمد کی حالت مین قصاص کا حکم ہے دیت کی کہین اجازت نہین اور یہی اقتضاے عقل ہے۔ جاہلیت مین قتل۔ مقدمات دیوانی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور اسوجہ سے مالی معاوضہ اُسکا بدل ہوسکتا تھا لیکن اسلام ایسی غلطی کا مرتکب نہین ہوسکتا تھا۔

چوتھا اختلاف یہ ہے کہ امام شافعی کیفیت قتل مین مساوات کو لازمی قرار دیتے ہین یعنی اگر قاتل نے پتھر سے سر پھوڑ کر کسیکو مارا ہو تو وہ بھی پتھر سے سر توڑ کر مارا جاے۔ یا کسی نے آگ سے جلا کر مارا ہو تو وہ بھی آگ سے جلا کر مارا جاے۔ لیکن اس قسم کی مساوات پر

قرآن کا کوئی لفظ دلالت نہین کرتا۔

پانچوان اختلاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل عمد کی حالت مین کفارہ لازم نہین آتا امام شافعی قصاص وکفارہ دونون لازمی قرار دیتے ہین۔ حالانکہ قرآن مجید مین کفارہ کا حکم۔ قتل خطا کے ساتھ مخصوص ہے قتل عمد مین۔کفارہ کا کچھ ذکر نہین۔

وراثت

وراثت کے بعض احکام مین جو نہایت مہتم بالشان ہین امام ابوحنیفہ اور امام شافعی مین اختلاف ہے۔ ان مسایل مین امام ابوحنیفہ نے جو پہلو اختیار کیا وہ نہایت صریح طور سے قرآن سے ثابت ہے۔ وراثت کے قاعدے جو اسلام نے مقرر کئے وہ تمام دنیا کے قواعد وراثت سے الگ ہین اور ایسے دقیق اور نازک اصول پر مبنی ہین جو علانیہ اسبات کی دلیل ہین کہ خدا کے سوا اور کوئی اون احکام کا واضع نہین ہوسکتا۔ وراثت کا اصلی اصول یہ ہے کہ متوفی اگر اپنی جائداد کسی خاص شخص کو دیجاتا تو اوسیکو ملتی لیکن جب اُسنے کوئی ہدایت نہین کی تو اسپر لحاظ ہوگا کہ اُسکے فطری تعلقات کن کن لوگونکے ساتھ کس کس تفاوت کے ساتھ تھے۔ جو لوگ یہ تعلقات رکھتے ہین وہ اُسی تفاوت درجات کے ساتھ اُسکی جایداد کے مالک ہونگے۔ گویا متوفی کی یہ معنوی ہدایت ہے کہ لوگونکو اسی مناسبت سے دیا جاے جس نسبت سے میرے تعلقات اُنکے ساتھ تھے۔ دوسرا اصول جو پولیٹیکل اکانمی کا عام اصول ہے یہ ہے کہ دولت کا بہت سے اشخاص مین تقسیم ہونا اس سے اچھا ہے کہ وہ ایک شخص تک محدود رہے۔ یہ عمدہ اصول تمام اور قومونکی نگاہ سے رہگئے اور اسوجہ سے اُنکا قانون وراثت بھی ناتمام اور محدود رہگیا۔ عیسائیون کے قانون مین بڑے بیٹے کو جایداد پہنچتی ہے۔ دوسرے بھائیونکو کچھ دست برداشتہ ملتا ہے۔ ہندوٗن کے

ہا ں صرف اولادِ ذکور۔ جائیداد کی مالک ہے۔ باپ بھائی وغیرہ محروم مطلق ہیں۔ لیکن اسلام نے نہایت دقت نظر سے اُن نازک تعلقات پر نگاہ کی جو ورثہ کو متوفی کے ساتھ ہیں۔ اور اُسی نسبت سے تین درجہ قرار دئے۔ ذوی الفروض، عصبات۔ ذوی الارحام۔ اِن تینوں درجوں کی تصریح قرآن مجید میں موجود ہے اور خاصکر ذوی الارحام کا ذکر اِن آیتوں میں ہے۔ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ۔

امام ابوحنیفہ نے توریث کے احکام میں یہ تینوں مراتب قائم رکھے۔ لیکن امام شافعی و امام مالک نے ذوی الارحام کو بالکل ورثہ سے خارج کر دیا۔ چنانچہ اُنکے نزدیک نانا۔ بھتیجیاں۔ بھانجے۔ وغیرہ کسی حال میں ورثہ نہیں پا سکتے۔ ان بزرگوں نے ذوی الارحام کو عام سمجھا ہے اور ذوی الفروض و عصبات اُسکے افراد قرار دئے ہیں۔ جیسا کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ ایک صریح غلطی ہے۔

نکاح وطلاق

نکاح وطلاق کے متعلق قرآن میں بہت سے احکام مذکور ہیں جنمیں سے بعض بعض میں مجتہدین مختلف الآرا ہیں ان اختلافی مسایل میں دو مسئلے نہایت مہتم بالشان ہیں اور ہم اس موقع پر انہیں کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک گو عورت بالغہ اور عاقلہ ہو تاہم کسی حالت میں بغیر ولی کی ولایت کے نکاح نہیں کر سکتی امام ابوحنیفہ کے نزدیک بالغہ عاقلہ اپنے نکاح کی آپ مختار ہے اس دعوی پر دونوں طرف سے قرآن کی آیتیں اور حدیثیں پیش کی گئی ہیں۔ احادیث کی بحث کا

تو یہ محل نہین - قرآن مجید سے امام شافعی کا جو استدلال ہے اور جسکو خود اُنہون نے کتاب الاُم مین بڑے شد و مد سے لکھا ہے وہ اس آیت پر مبنی ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ اَنْ يَنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ترجمہ "اور جب تم طلاق دو عورتونکو اور وہ اپنی مدت کو پہنچین تو اونکو اسبات سے نرو کو کہ وہ اپنے شوہرون سے نکاح کرین" امام شافعی کہتے ہین کہ تَعْضُلُوهُنَّ مین اولیاے نکاح سے خطاب ہے - اور اُنکو حکم دیا گیا ہے کہ عورتونکو نکاح سے نروکین - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاے نکاح کو روکنے کا حق حاصل ہے - ورنہ نہی کی کیا ضرورت ہے" امام شافعی نے اِس مطلب کی تائید مین آیت کی شان نزول کا ذکر کیا ہے - چنانچہ لکھتے ہین کہ "معقل بن یسار نے اپنی بہن کی شادی - اپنے چچیرے بھائی سے کردی تھی - شوہر نے چند روز کے بعد طلاق دیدی - لیکن عدت گزر جانیکے بعد اُسکو ندامت ہوئی اور اُسنے دوبارہ نکاح کرنا چاہا - عورت بھی راضی ہوگئی - معقل نے سُنا تو بہن کے پاس گئے اور کہا کہ مینے نکاح کردیا تھا اُسنے طلاق دیدی - اب مین کبھی اُس سے نکاح نہونے دونگا - اسپر یہ آیت اُتری" - امام شافعی نے آیت کے جو معنی لیے اگر ہمنے خود اُنکی کتاب مین اُسکو تصریحاً نہ دیکھا ہوتا تو ہمکو مشکل سے یقین آتا کہ یہ اُنہین کا قول ہے -

اول ہمکو اسپر غور کرنا چاہیے کہ آیت کے یہ معنی ہو بھی سکتے ہین یا نہین - اسقدر تو سبکے نزدیک مسلم ہے کہ طَلَّقْتُمُ مین شوہرون کی طرف خطاب ہے - اور جب یہ مسلم ہے تو ضرور ہے کہ تَعْضُلُوهُنَّ مین بھی اُنہین کی طرف خطاب ہو ورنہ عبارت بالکل بے ربط ہوگی کیونکہ اس تقدیر پر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "اے شوہرو! جب تم عورتون کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو

پہونچ چکین۔ تو اسے نکاح کے اولیاء! تم اون عورتون کو نکاح سے نہ روکو" اس عبارت کی بے ربطی مین کون شبھ کر سکتا ہے ؟۔ شرط مین تو شوہرون سے خطاب ہو اور جزا مین اُن سے کچھ واسطہ نہ ہے۔ اور اولیاے نکاح سے تخاطب کیا جائے۔ یہ کونسا طریقہ کلام ہے ؟۔

امام رازی باوجودیکہ شافعی ہین۔ تاہم انہون نے تفسیر کبیر مین صاف تصریح کی ہے کہ "یہ معنی بالکل غلط ہین۔ اور خدا ایسی بے ربط عبارت۔ بول نہین سکتا" اگر ہم یہ معنی تسلیم ہی کر لین توبھی امام شافعی کا استدلال تمام نہین ہوتا۔ کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جو شخص ایک کام سے روکا جاے وہ اُس کام کا حق بھی رکھتا۔

اب ہم اس آیت کا صحیح محمل بیان کرتے ہین۔ جاہلیۃ مین اکثر دستور تھا کہ لوگ اپنی بیویون کو طلاق دیتے تھے اور اس غیرت سے کہ جو عورت اُنکے ہم بستر رہ چکی ہے دوسرے کے آغوش مین نہ جانے پائے۔ اُس عورت کو دوسرا نکاح بھی نہین کرنے دیتے تھے۔ اس بُری رسم کو خدا نے مٹایا اور یہ آیت نازل کی جسکا صحیح ترجمہ یہی ہے کہ "اے شوہرو! جب تم عورتونکو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہونچ چکین تو اُنکو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہرون سے (یعنی جنکو اب وہ شوہر بنانا چاہتی ہین) نکاح کرین"

امام ابوحنیفہ نے اِس آیت کے یہی معنی لئے ہین اور اس سے وہ استدلال کرتے ہین کہ عورتین نکاح کے معاملہ مین خود مختار ہین۔ اِس استدلال کی زیادہ تائید ینکحن کے لفظ سے ہوتی ہے کیونکہ اِس لفظ مین نکاح کے فعل کو عورتونکی طرف منسوب کیا ہے نہ اولیاے نکاح کیطرف۔

دوسرا مسئلہ تین طلاقونکا ہے۔ اسقدر تو چارون ایمۂ مجتہدین کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کوئی شخص ایکبار تین طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائیگی اور پھر رجعت نہ ہو سکے گی۔ لیکن اسمین اختلاف ہے کہ اسطرح طلاق

دینا جایز اور مشروع ہی یا نہین۔ امام شافعی کے نزدیک مشروع ہی اور خدا نے اُسکی اجازت دی ہے۔
امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ حرام اور ممنوع ہی اور طلاق دینے والا گنہگار ہے۔ امام ابو حنیفہ کا استدلال
یہ ہے کہ خدا نے طلاق کا جو طریقہ تبلایا ہی وہ اس آیت پر محدود ہے۔ الطلاق مرّتان فامساک
بمعروف او تسریح باحسان۔ "یعنی طلاق دو بار کرکے ہی پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے
یعنی رجعت کرلینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہی" پس اس آیت مین طلاق کا جو طریقہ تبایا گیا صرف
وہی شرعی طلاق ہوسکتا ہے بعض لوگون نے امام ابو حنیفہ کے قول پر یہ اعتراض کیا ہی کہ "اگر ایکبار تین
طلاق دینا شرعاً جایز نہین تو اُسکے نفاذ کے کیا معنی۔ حالانکہ نفاذ سے امام ابو حنیفہ کو بھی انکار نہین"
اسکا جواب ایک بڑی نازک بحث پر مبنی ہے جسکا یہ موقع نہین مگر اجمالاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی کام کا ممنوع
ہونا دوسری چیز ہے۔ اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے۔ باپ کا اولاد کو کم و بیش حصّون مین جائداد ہبہ کرنا
شرعاً ممنوع ہے۔ لیکن اگر کوئی ناانصاف باپ ایسا کرے تو اُسکا نفاذ ضرور ہوگا۔

اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہین لیکن یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ ہم امام ابو حنیفہ کی نسبت یہ عام دعوی
کرتے ہین کہ اُنکے مسایل صحیح اور یقینی ہین۔ امام ابو حنیفہ مجتہد تھے پیغمبر نہ تھے۔ اِسلیے اُنکے مسایل مین غلطی کا
ہونا ممکن ہے۔ نہ صرف امکان بلکہ ہم وقوع کا دعوی کرسکتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ خود اُنکے خاص
شاگردون نے بہت سے مسایل مین اُن سے مخالفت کی۔ مدت رضاعت۔ قضاء قاضی کا ظاہراً و باطناً
نافذ ہونا۔ قتل بالمثقل۔ نکاح محرمات مین حد کا نہ لازم آنا۔ اِن تمام مسایل مین ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ
کی مذہب کی کوئی صحیح تاویل نہین ہوسکتی ایسے اور بھی مسایل ہین لیکن ہمارا مقصد اس موقع پر صرف یہ ہی کہ
ایک مجتہد کا جس حد تک صایب الرائے ہونا ممکن ہی امام صاحب اُس حد تک صایب الرائے تھے۔

خاتمہ

امام صاحب کے تلامذہ

ایشیائی ملکون مین اگرچہ شاگردی اور استادی کا تعلق عموماً نہایت قوی تعلق ہوتا ہی لیکن بعض شاگردون کو مختلف وجوہ سے کچھ ایسی خصوصیت ہوجاتی ہے کہ جہان اُستاد کا نام آتا ہے ممکن نہین کہ اُنکا نام نہ آئے۔ جیساکہ ہم اِس کتاب کے پہلے حصہّ مین لکھ آئے ہین امام ابوحنیفہ کی درس وتدریس کا دایرہ اسقدر وسیع تھا کہ خلیفۂ وقت کی حدود حکومت اُس سے زیادہ وسیع نہ تھین۔ حافظ ابو المحاسن شافعی نے نوسو اٹھارہ شخصون کے نام بقید نام ونسب لکھے ہین جو امام صاحب کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے تھے۔ اس گروہ مین سے چند بزرگ ایسے ہین جنکی بیوگرفی کے بغیر امام صاحب۔ کی علمی تاریخ ناتمام رہتی ہے۔

چالیس شخص جو امام صاحب کے ساتھ فقہ کی ترتیب وتدوین مین شریک تھے۔ اُنکے شاگرد اور ارادتمند خاص تھے۔ امام صاحب کی زندگی کا بڑا کارنامہ فقہ ہے۔ اسلئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ امام صاحب کی تاریخ مین انھی لوگونکا ذکر چھوڑ دیا جاے جو ایسے بڑے کام مین اُنکے شریک اور مددگار تھے ان لوگون کے حالات صرف امام ابوحنیفہ کی تاریخ سے وابستہ نہین ہین۔ بلکہ اُس سے عام طور پر حنفی فقہ کے متعلق ایک اجمالی خیال قایم ہوتا ہے یعنی ان لوگون کی عظمت شان سے فقہ

حنفی کی خوبی اور عمدگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی امام صاحب کا بلند رتبہ ہونا ثابت
ہوتا ہے کہ جس شخص کے شاگرد اس رتبہ کے ہونگے وہ خود کس پایہ کا ہوگا؟ خطیب بغدادی
نے وکیع بن الجراح کے حال مین جو ایک مشہور محدث تھے[51] لکھا ہے کہ ایک موقع پر وکیع کے
پاس چند اہل علم جمع تھے کسی نے کہا کہ اس مسئلہ مین ابوحنیفہ نے غلطی کی۔ وکیع بولے
کہ "ابوحنیفہ کیونکر غلطی کر سکتے ہین!! - ابویوسف و زفر قیاس مین یحیی بن زایدۃ حفص بن غیاث
حبان۔ مندل۔ حدیث مین۔ قاسم بن معن لغت و عربیت مین۔ داؤد الطائی و فضیل بن عیاض
زہد و تقوی مین۔ اس رتبہ کے لوگ جس شخص کے ساتھ ہون وہ کہین غلطی کر سکتا ہے اور
کرتا بھی تو یہ لوگ اسکو کب غلطی پر رہنے دیتے"۔

شاگرد کا رتبہ و اعزاز استاد کیلئے باعث فخر خیال کیا جاتا ہے۔ اگر یہ فخر صحیح ہے تو
اسلام کی تمام تاریخ مین کوئی شخص امام ابوحنیفہ سے بڑھکر اس فخر کا مستحق نہین ہے۔ امام صاحب
اگر یہ دعوی کرتے تو بالکل بجا تھا کہ جو لوگ امام صاحب کے شاگرد تھے وہ بڑے بڑے ائمہ مجتہدین
کے شیخ اور استاد تھے۔ امام شافعی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ "مین نے امام محمد سے ایک بار شتر
علم حاصل کیا ہے"[52] یہ وہی امام محمد ہین جو امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد ہین اور جنکی تمام عمر
امام صاحب کی حمایت مین صرف ہوئی۔ انصاف یہ ہے کہ امام صاحب کے بعض شاگرد خصوصاً

---

[51] وکیع کا مستقل ترجمہ اس کتاب کے آیندہ صفحون مین دیکھو۔ [52] ہمارے زمانہ کے کم نظرون کو اس روایت سے
تعجب ہوگا اور وہ اسکو حنفیون کی گڑھت سمجھین گے مگر انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ علامہ نووی نے جو مشہور محدث ہین
اس روایت کی تصدیق کی ہے۔ دیکھو تہذیب الاسماء واللغات نووی۔ ترجمہ امام محمد۔ ۱۲

قاضی ابو یوسف۔ و امام محمد۔ اس رتبہ کے عالم تھے کہ اگر امام ابو حنیفہ کی تبعیت سے الگ ہوکر مستقل اجتہاد کا دعویٰ کرتے تو انکا جدا طریقہ قایم ہوجاتا۔ اور امام مالک و شافعی کی طرح اونکے بھی ہزارون لاکھون مقلد بن جاتے۔

امام صاحب کے زمانہ مین جو مذہبی علوم نہایت اوج و ترقی پر تھے وہ فقہ۔ حدیث۔ اسماء الرجال تھے۔ یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ جو لوگ ان علوم کے ارکان تھے اکثر امام صاحب ہی کے شاگرد تھے اور شاگرد بھی براے نام شاگرد نہ تھے بلکہ مدتون امام صاحب کی صحبت مین رہے اور اونکی فیض صحبت کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے۔ فقہ کے متعلق تو غالباً کسیکو انکار نہین ہوسکتا لیکن حدیث کی نسبت اس دعوی پر لوگون کو تعجب ہوگا اور یہ تعجب بجا ہے کیونکہ امام صاحب کی شاگردی کے تعلق سے جو لوگ مشہور ہوے وہ اکثر فقیہ ہی تھے۔ محدثین مین سے جو امام صاحب کے شاگرد ہین اگرچہ بجاے خود شہرت عام رکھتے ہین لیکن اونکی شاگردی کا تعلق چندان مشہور نہین۔ مین اسموقع پر جن لوگونکے نام لکھونگا اس تعلق کا ذکر بھی صحت نسبت کے ساتھ کرونگا اور رجال کی نہایت معتبر کتابون کا حوالہ دونگا۔

امام صاحب کے بیشمار شاگردون مین سے ہم اُن چالیس شخصون کا مختصر تذکرہ لکھنا چاہتے تھے جو امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ مین شریک تھے لیکن افسوس ہے کہ ہم اونمین سے صرف چند شخصون کا نام معلوم کرسکے۔ یعنی قاضی ابو یوسف[1]۔ زفر[2]۔ اسد بن عمر[3]۔ عافیۃ الازدی[4]۔ داود الطائی[5]۔ قاسم بن معن[6]۔ علی بن مسہر[7]۔ یحییٰ بن زکریا[8]۔ حبان[9]۔ مندل[10]۔ چنانچہ ان لوگون

---

[1] ان لوگون کا ذکر اس حیثیت سے مورخ خطیب نے قاضی ابو یوسف کے ترجمہ مین لکھا ہے (دیکھو مختصر تاریخ بغداد ترجمۂ ابو یوسف)

کے مختصر حالات ہم ذیل مین لکھتے ہین - انکے علاوہ بعض اُن شاگردون کا ذکر بھی ضرور ہے جو حدیث و رجال کے فن مین امام وقت تھے - چنانچہ پہلے ہم انہی سے شروع کرتے ہین۔

یحیی ابن سعید القطان

محدثین

فن رجال کا سلسلہ انہی سے شروع ہوا - علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ فن رجال مین اول جس شخص نے لکھا وہ یحییٰ بن سعید القطان ہین۔ اُنکے بعد اُنکے شاگردون مین یحییٰ بن معین - علی بن المدینی - امام احمد حنبل - عمرو بن علی الفلاس - ابو خیثمہ نے اس فن مین گفتگو کی - اور اُنکے بعد انکے شاگردون یعنی امام بخاری و مسلم وغیرہ نے "

حدیث مین انکا یہ پایہ تھا کہ جب حلقۂ درس مین بیٹھتے تو امام احمد بن حنبل علی بن المدینی وغیرہ مودب کھڑے ہوکر ان سے حدیث کی تحقیق کرتے اور نماز عصر سے جو انکی درس کا وقت تھا مغرب تک برابر کھڑے رہتے[۵۲] - راویون کی تحقیق و تنقید مین یہ کمال پیدا کیا تھا کہ یہ حدیث عموماً کہا کرتے تھے کہ یحیی جسکو چھوڑ دینگے ہم بھی چھوڑ دینگے[۵۲] " امام احمد بن حنبل کا مشہور قول ہے کہ ما رایت بعینی مثل یحیی بن سعید القطان[۵۳] - یعنی "مین نے اپنی آنکھون سے یحیی کا مثل نہین دیکھا "۔ اس فضل و کمال کے ساتھ امام ابوحنیفہ کی حلقۂ درس مین اکثر شریک ہوتے اور اونکی شاگردی پر فخر کرتے - اُس زمانہ تک تقلید معین کا رواج نہین ہوا تھا تاہم اکثر مسایل مین وہ امام صاحب ہی کی تقلید کرتے تھے - خود اُنکا قول ہے قد اخذنا باکثر اقوالہ[۵۴] یعنی "ہمنے امام ابوحنیفہ کے اکثر

---

[۵۱] فتح المغیث و جواہر مضیہ ۱۲ [۵۲] تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر ترجمہ یحیی القطان ۱۲ [۵۳] میزان الاعتدال علامہ ذہبی دیباچہ ۱۲ [۵۴] تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر - ترجمہ امام ابوحنیفہ - ۱۲

اقوال اخذ کئے"۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین حبان وکیع بن الجراح کا ذکر کیا ہے لکھا ہو یفتی بقول ابی حنیفۃ وکان یحیی القطان یفتی بقولہ ایضاً۔ یعنی وکیع امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوی دیتے تھے اور یحیی قطان بھی انھی کے قول پر فتوی دیتے تھے"۔

سنہ ۱۲۰ھ مین پیدا ہوئے اور سنہ ۱۹۸ھ مین بمقام بصرہ وفات پائی۔

عبداللہ بن المبارک

محدث نووی نے تہذیب الاسماء واللغات مین انکا ذکر ان لفظون سے کیا ہے "وہ امام جنکی امامت وجلالت پر ہر باب مین عموماً اجماع کیا گیا ہے۔ جنکے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ جنکی محبت سے مغفرت کی امید کیجا سکتی ہے"۔

حدیث مین جو انکا پایہ تھا اُسکا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ محدثین انکو امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے پکارتے تھے۔ ایک موقع پر انکے شاگردون مین سے ایک شخص نے اِن سے خطاب کیا کہ یا عالم المشرق امام سفیان ثوری جو مشہور محدث ہین اُس موقع پر موجود تھے بولے کہ "کیا غضب ہے! عالم مشرق کہتے ہو! وہ عالم المشرق والغرب ہین"[۵۱] امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ عبداللہ بن المبارک کے زمانہ مین اُن سے بڑھکر کسی نے حدیث کی تحصیل مین کوشش نہین کی"۔ خود عبداللہ بن المبارک کا بیان ہے کہ "مین نے چار ہزار شیوخ سے حدیث سیکھی جنمین سے ہزار سے روایت کی"[۵۲] صحیح بخاری ومسلم مین انکی روایت سے سیکڑون حدیثین مروی ہین۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ فن روایت کے بڑے ارکان مین سے ہین۔ حدیث وفقہ مین

---

[۵۱] تہذیب الاسماء واللغات علامہ نووی۔ ۱۲ [۵۲] خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال ترجمہ عبداللہ بن المبارک ۱۲

انکی بہت سی تصنیفات ہین لیکن افسوس کہ آج اُنکا پتہ نہین۔

انکے فضل وکمال زہد وتقوی نے اسقدر لوگون کو مسخر کر لیا تھا کہ بڑے بڑے امرا وسلاطین کو وہ رتبہ حاصل نہ تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ ہرون الرشید۔ رقہ گیا۔ اسی زمانہ مین عبد اللہ بن المبارک بھی رقہ پہنچے۔ انکے آنیکی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑے اور اسقدر کشمکش ہوئی کہ لوگون کی جوتیان ٹوٹ گئین۔ ہزارون آدمی ساتھ ہوئے اور ہر طرف گرد چھا گئی ہرون الرشید کی ایک حرم نے جو برج کے شرفہ سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیا حال ہے۔ لوگون نے کہا "خراسان کا عالم آیا ہے جسکا نام عبد اللہ بن المبارک ہے"۔ بولی کہ حقیقت مین سلطنت اسکا نام ہے۔ ہرون الرشید کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیون کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہین ہو سکتا۔[1]

یہ امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگردون مین ہین اور امام صاحب کے ساتھ انکو خاص خلوص تھا۔ اُنکو اعتراف تھا کہ جو کچھ مجھکو حاصل ہوا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے فیض سے حاصل ہوا۔ انکا مشہور قول ہے کہ لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفة وسفیان لکنت کسائر الناس[2] یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ وسفیان کے ذریعہ سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو مین ایک عام آدمی سے بڑھکر نہ ہوتا"۔ امام ابو حنیفہ کی شان مین انکے اشعار اکثر منقول ہین خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین چند اشعار نقل کئے ہین جنمین سے ایک یہ شعر ہے ؎

رأیت ابا حنیفة حین تؤتی	ویطلب علمه بحرا غزیرا

[1] تاریخ ابن خلکان۔ ترجمہ عبد اللہ بن المبارک۔ ۱۲ [2] تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر۔ ترجمہ امام ابو حنیفہ۔ ۱۲

مرو کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ھ میں بمقام ہیت وفات پائی۔

یحییٰ ابن زکریا بن ابی زایدۃ

مشہور محدث تھے۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں صرف اُن لوگوں کا تذکرہ لکھا ہے جو حافظ الحدیث کہلاتے تھے۔ چنانچہ یحییٰ کو بھی انہی لوگوں میں داخل کیا ہے۔ اور انکے طبقہ میں سب سے پہلے انہیں کا نام لکھا ہے۔ علی بن المدینی جو امام بخاری کے مشہور استاد ہیں کہا کرتے تھے کہ "یحییٰ کے زمانہ میں یحییٰ پر علم کا خاتمہ ہوگیا"[۵۱] صحاح ستہ میں انکی روایت سے بہت سی حدیثیں ہیں۔ وہ محدث اور فقیہ دونوں تھے اور ان دونوں فنون میں بہت بڑا کمال رکھتے تھے چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں انکا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے احد الفقہاء الکبار والمحدثین الاثبات۔

یہ امام ابوحنیفہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور مدت تک اُنکے ساتھ رہے تھے یہانتک کہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں انکو صاحب ابی حنیفۃ کا لقب دیا ہے۔ یہ تدوین فقہ میں امام صاحب کے شریک اعظم تھے۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ تیس برس تک وہ شریک رہے اگرچہ یہ مدت صحیح نہیں لیکن کچھ شبہہ نہیں کہ وہ بہت دن تک امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ کا کام کرتے رہے اور خاصکر تصنیف و تحریر کی خدمت انہی سے متعلق تھی[۵۲] میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ "بعض لوگوں کا قول ہے کہ کوفہ میں اول جس شخص نے تصنیف کی وہ یحییٰ ہیں"۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ تحریر کا کام یحییٰ سے متعلق تھا اسلئے بعض لوگوں نے اُن ہی کو مستقل

---

۵۱ میزان الاعتدال علامہ ذہبی ترجمہ یحییٰ۔ ۱۲ ۵۲ الجواہر المضیئۃ ترجمہ یحییٰ۔ ۱۲

مصنف سمجھ لیا۔

مداین مین منصب قضا پر ممتاز تھے اور وہین ۱۸۲ھ مین ۶۳ برس کی عمر مین وفات پائی -

وکیع بن الجراح

فن حدیث کے ارکان مین شمار کئے جاتے ہین - امام احمد حنبل کو انکی شاگردی پر فخر تہا چنانچہ جب وہ انکی روایت سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو ان لفظون سے شروع کرتے تہے " یہ حدیث مجھسے اوس شخص نے روایت کی کہ تیری انکھون نے اسکا مثل نہ دیکھا ہوگا"[۱] یحییٰ بن معین جو فن رجال کے ایک رکن خیال کئے جاتے ہین انکا قول تہا کہ "مین نے کسی ایسے شخص کو نہین دیکھا جسکو وکیع پر ترجیح دون"[۲] اکثر ائمہ حدیث نے انکی شان مین - اس قسم کے الفاظ لکھے ہین بخاری و مسلم مین اکثر انکی روایت سے حدیثین مذکور ہین - فن حدیث و رجال کے متعلق انکی روایتین اور رائین نہایت مستند خیال کی جاتی ہین -

یہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد خاص تھے اور ان سے بہت سی حدیثین سنی تہین - اکثر مسایل مین امام صاحب کی تقلید کرتے تہے اور انہی کے قول کے موافق فتوی دیتے تھے - خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین لکہا ہے کان یفتی بقول ابی حنیفة وکان قد سمع منه شیئاً کثیراً[۳]۔ علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ مین اسکی تصدیق کی ہے - ۱۹۷ھ مین وفات پائی -

[۱] تہذیب الاسماء واللغات علامہ نووی ترجمۂ وکیع بن الجراح -۱۲ [۲] تہذیب الاسماء واللغات -۱۲ [۳] حافظ عبد البر کے قول "شیئاً" کے بجاے "حدیثاً" کا لفظ ہے جو صاف اور صریح اس دعوی پر دلالت کرتا ہے (دیکھو عقود الجمان خاتمہ فصل اول)

یزید بن ہرون

فن حدیث کے مشہور امام ہین۔ بڑے بڑے ایمہ حدیث انکے شاگرد تھے۔ امام احمد حنبل علی بن المدینی۔ یحییٰ بن معین۔ ابن ابی شیبۃ۔ وغیرہ نے انکے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا ہے علامہ نووی نے انکے تلامذہ کی نسبت لکھا ہے کہ انکا شمار نہین ہوسکتا۔ یحییٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ ایکبار مین انکی حلقۂ درس مین شریک تھا۔ لوگ تخمینہ کرتے تھے کہ حاضرین کی تعداد کم و بیش ستر ہزار تھی[۱]، کثرت حدیث مین لوگ انکی مثال دیتے تھے خود انکا بیان ہے کہ "مجھکو بیس ہزار حدیثین یاد ہین"[۲] علی بن المدینی (امام بخاری کے استاد) کہا کرتے تھے کہ مین نے انسے زیادہ کسیکو حافظ حدیث نہین دیکھا۔

فن حدیث مین انکو امام ابوحنیفہ سے تلمذ تھا۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین جہان ان لوگون کے نام لکھے ہین جنہون نے امام صاحب سے حدیثین روایت کین انکا نام بھی لکھا ہے۔ یہ ایک مدت تک امام صاحب کی صحبت مین رہے اور اسوجہ سے انکو امام صاحب کے اخلاق و عادات راے پر قایم کرنیکا کافی موقع ملاتھا۔ انکا قول ہے کہ "مین نے بہت سے لوگونکی صحبت اٹھائی لیکن ابوحنیفہ سے کسیکو بڑھکر نہین پایا"[۳] ۱۱۸ھ مین پیدا ہوئے اور ۲۰۶ھ مین وفات پائی۔

حفص بن غیاث

بہت بڑے محدث تھے۔ خطیب بغدادی نے انکو کثیر الحدیث لکھا ہے۔ اور علامہ ذہبی

---

[۱] تہذیب الاسماء واللغات نووی ترجمہ یزید بن ہرون۔ ۱۲ [۲] تہذیب الاسماء واللغات۔ ۱۲
[۳] تہذیب الکمال حافظ مزی ترجمہ امام ابوحنیفہ۔ ۱۲

نے انکو حفاظ حدیث مین شمار کیا ہے۔ امام احمد حنبل۔ علی بن المدینی وغیرہ نے ان سے
حدیثین روایت کین۔ یہ اس خصوصیت مین ممتاز تھے کہ جو کچھ روایت کرتے تھے زبانی کرتے تھے
کاغذ یا کتاب پاس نہین رکھتے تھے چنانچہ اسطرح جو حدیثین روایت کین اُسکی تعداد تین یا چار ہزار[۵۱]
ہے یہ امام صاحب کے ارشد تلامذہ مین سے ہین۔ امام صاحب کے شاگردون مین چند بزرگ نہایت
مقرب اور با اخلاص تھے جنکی نسبت وہ فرمایا کرتے تھے کہ "تم میرے دل کی تسکین اور میرے غم
کے مٹانے والے ہو" حفص کی نسبت بھی امام صاحب نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہین[۵۲]۔ مختصر
تاریخ بغداد مین اُنکی نسبت لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگردون مین تھے۔
مدت تک دنیاوی تعلقات سے آزاد رہے لیکن اخیر مین ضرورتون نے بہت تنگ کیا اتفاق
یہ کہ انھی دنون یعنی ۱۷۷ھ مین ہارون الرشید نے انکا شہرہ سُنکر انکو طلب کیا اور قضا کی
خدمت سپرد کی۔ چونکہ قرض سے زیر بار تھے مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ قاضی ابو یوسف قاضی القضاۃ
تھے اور قضا کا تمام سررشتہ اُنکے اہتمام مین تھا۔ چونکہ ہارون الرشید قاضی صاحب کے بغیر
اطلاع حفص۔ کو مقرر کر دیا اسلئے اُنکو فی الجملہ خیال ہوا اور حسن بن زیاد سے کہا کہ حفص کے
فیصلے ہمارے مرافعہ مین آئین تو اُنکو نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے لیکن جب اُنکے
فیصلے دیکھے تو اعتراف کیا کہ حفص کے ساتھ تائید الٰہی ہے[۵۳]۔

۱۱۷ھ مین پیدا ہوئے۔ تیرہ برس کوفہ مین اور دو برس بغداد مین قاضی رہے۔
۱۹۶ھ مین وفات پائی۔

[۵۱] میزان الاعتدال ترجمہ حفص۔ [۵۲] الجواہر المضیۃ ترجمہ حفص بن غیاث۔ [۵۳] الجواہر المضیۃ ترجمہ حفص بن غیاث۔

ابو عاصم النبیل

انکا نام ضحاک بن مخلد ہے۔ مشہور محدث ہین۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ مین انکی روایت سے بہت سی حدیثین مروی ہین۔ علامۂ ذہبی نے میزان الاعتدال مین لکھا ہے کہ "انکی توثیق پر تمام لوگون کا اتفاق ہے"۔ نہایت پارسا اور متورع تھے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ ابو عاصم نے خود کہا کہ "جب سے مجھکو معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے مین نے آج تک کسی کی غیبت نہین کی"۔

انکا لقب نبیل تھا جسکے معنی معزز کے ہین۔ اس امر مین اختلاف ہے کہ یہ لقب کیون ہوا؟ ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ شعبہ نے کسی وجہ سے قسم کھالی کہ مین حدیث نہین روایت کرونگا۔ چونکہ وہ بہت بڑے محدث تھے اور اُنکے درس سے ہزارون طلبا مستفید ہوتے تھے لوگون کو بہت تشویش ہوئی۔ ابو عاصم نے یہ حال سُنا تو اُسیوقت شعبہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ "مین اپنے غلام کو آپکی قسم کے کفارہ مین آزاد کرتا ہون۔ آپ قسم توڑ لیجئے اور حدیث کا درس دیجئے"۔ شعبہ کو انکے شوق اور ہمت پر تعجب ہوا اور فرمایا کہ انت نبیل اُسوقت سے یہ لقب مشہور ہوگیا۔[۵۱]

یہ بھی امام صاحب کے مختص شاگردون مین تھے۔[۵۲] خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا کہ "سفیان ثوری زیادہ فقیہ ہین یا ابوحنیفہؒ"۔ بولے کہ "موازنہ تو اون چیزون مین ہوتا ہے جو ایک دوسری سے ملتی جلتی ہون۔ ابوحنیفہ نے

---

۵۱ الجواہر المضیۃ۔ ترجمہ ابو عاصم۔ ۱۲ ۵۲ الجواہر المضیۃ۔ ۱۲

فقہ کی بنیاد ڈالی ہے اور سفیان صرف فقیہ ہین"

سنہ ۱۲ھ مین نوے برس کی عمر مین وفات پائی۔

عبدالرزاق بن ہمام

علامہ ذہبی نے انکا ترجمہ ان لفظون سے شروع کیا ہے احد الاعلام الثقات بہت بڑے نامو محدث تھے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ انکی روایتون سے مالامال ہین۔ امام احمد حنبل سے کسی نے پوچھا کہ حدیث کی روایت مین آپنے عبدالرزاق سے بڑھکر کسیکو دیکھا؟ جواب دیا کہ "نہین"۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً امام سفیان بن عیینہ۔ یحییٰ بن معین۔ علی بن المدینی۔ امام احمد حنبل۔ فن حدیث مین انکے شاگرد تھے طالبان حدیث بہت دور سے قطع منازل کرکے انکی خدمت مین سیکھنے جاتے تھے یہانتک کہ بعضون کا قول ہے کہ[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے پاس اسقدر دور دراز مسافتین طے کرکے لوگ نہین گئے۔

حدیث مین انکی ایک ضخیم تصنیف موجود ہے جو جامع عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے۔ امام بخاری نے اعتراف کیا ہے کہ "مین اس کتاب سے مستفید ہوا ہون" علامہ ذہبی نے اس کتاب کی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے کہ "علم کا خزانہ ہے"۔

انکو امام ابوحنیفہ سے فن حدیث مین تلمذ تھا۔ عقود الجمان کے مختلف مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کی صحبت مین زیادہ رہے۔ چنانچہ اُنکے اخلاق و عادات کے متعلق

---

[۱] انساب سمعانی و تاریخ یافعی ترجمہ عبدالرزاق بن ہمام۔ ۱۲

اُنکے اکثر اقوال کتابون مین مذکور ہین - انکا قول تھا کہ "مین نے امام ابوحنیفہ سے بڑہکر کسیکو حلیم نہین دیکھا"

سنہ ۱۲۶ھ مین پیدا ہوئے اور سنہ ۲۱۱ھ مین انتقال کیا -

داؤد الطائی

خدا نے عجب حسن قبول دیا تھا - صوفیہ اُنکو بہت بڑا مرشد کامل مانتے ہین تذکرۃ الاولیا مین اُنکے مقامات عالیہ مذکور ہین - فقہا اور خصوصاً فقہاے حنفیہ اُنکے تفقہ اور اجتہاد کے قایل ہین - محدثین کا قول ہے کہ ثقۃ بلا نزاع[۵۱] اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ان تمام القاب کے مستحق تھے - محارب بن وثار جو مشہور محدث تھے کہا کرتے تھے کہ "داؤد اگر اگلے زمانہ مین ہوتے تو خدا قرآن مجید مین اُنکا قصہ بیان کرتا[۵۲]" -

ابتدا مین فقہ و حدیث کی تحصیل کی پھر علم کلام مین کمال پیدا کیا اور بحث و مناظرہ مین مشغول ہوئے - ایک دن کسی موقع پر ایک شخص سے گفتگو کرتے کرتے اُسپر کنکری پھینک ماری اُسنے کہا "داؤد! تمہاری زبان اور ہاتھ دونون دراز ہو چلے" اُنپر عجیب اثر ہوا بحث و مناظرہ بالکل چھوڑ دیا تاہم تحصیل علم کا مشغلہ جاری تھا - برس دن کے بعد کُل کتابین دریا مین ڈبو دین اور تمام چیزون سے قطع تعلق کر لیا - امام محمد کا بیان ہے کہ "مین داؤد سے اکثر مسئلہ پوچھنے جاتا - اگر کوئی ضروری اور عملی مسئلہ ہوتا تو بتا دیتے ورنہ کہتے کہ بھائی! مجھے اور ضروری کام ہین" - یہ امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد ہین - خطیب بغدادی - ابن خلکان علامہ ذہبی

---

۵۱ میزان الاعتدال ذہبی - ۱۲ ۵۲ تاریخ ابن خلکان -

اور دیگر مورخین نے جہان اِنکے حالات لکھے ہین امام صاحب کی شاگردی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔ تدوین فقہ مین بھی امام صاحب کے شریک تھے اور اُس مجلس کے معزز ممبر تھے۔ سنہ۱۶۰ھ مین وفات پائی۔

اِن بزرگون کے سوا اور بھی بہت سے نامور محدثین مثلاً **فضل بن دکین۔ حمزہ بن حبیب الزیات۔ ابراہیم بن طہمان۔ سعید بن اوس۔ عمر بن میمون۔ فضل بن موسیٰ** وغیرہ امام صاحب کے تلامذہ مین داخل ہین لیکن ہمنے صرف اُن لوگون کا ذکر کیا ہے جو تلامذۂ خاص کہے جا سکتے ہین اور جو مدتون امام صاحب کی صحبت سے مستفید ہوئے ہین۔

فقہاء

جو تدوین فقہ مین شریک تھے

قاضی ابو یوسف

اُنکی منزلت اور عظمت شان اِس قابل تھی کہ اُنکا مستقل تذکرہ لکھا جاتا اور جب ہی اُنکے علمی کمالات کا اندازہ بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ فرصت کے کام ہین خدا کسیکو توفیق دے تو یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔ اِس کتاب کے موضوع کے لحاظ سے میرا اسیقدر فرض ہے کہ اُنکی مختصر تاریخ لکھدون جس سے اونکی لایف اور علمی کمالات پر ایک اجمالی راے قایم ہو سکے۔

نسب و ولادت

اُنکا نسب انصار سے ملتا ہے اِنکے مورث اعلی سعد بن حبتہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے تھے۔ اِنکے باپ ایک غریب آدمی تھے اور مزدوری محنت کر کے زندگی

بسر کرتے تھے۔ یہ ۱۱۳ھ یا ۱۱۱ھ مین بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ انکو اگرچہ بچپن سے لکھنے پڑھنے کا ذوق تھا لیکن باپ کی مرضی نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی پیشہ سیکھین اور گھر مین چار پیسے کما کر لائین۔ تاہم قاضی صاحب جب موقع اور فرصت پاتے علما کی صحبت مین جا بیٹھتے۔ ایک دن امام ابوحنیفہ کے حلقۂ درس مین حاضر تھے۔ کہ انکے باپ پہونچے اور وہان سے زبردستی اُٹھا لائے۔ گھر آکر سمجھایا کہ بیٹا! ابوحنیفہ کو خدا نے رزق کیطرف سے اطمینان دیا ہے۔ تم اونکی ریس کیون کرتے ہو؟ قاضی صاحب نے مجبوراً لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا اور باپ کے ساتھ رہنے لگے۔ امام ابوحنیفہ نے دوچار دن کے بعد لوگون سے پوچھا کہ "یعقوب اب نہین آتے" انکو امام صاحب کی جستجو کا حال معلوم ہوا تو حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی۔ امام صاحب نے چپکے سے ایک تھیلی حوالہ کی۔ گھر آکر دیکھا تو اُسمین سو درہم تھے۔ امام صاحب نے ان سے یہ بھی کہدیا کہ جب خرچ ہو چکے تو مجھسے کہنا۔ اسیطرح برابر انکو مدد دیتے رہے یہان تک کہ قاضی صاحب نے تمام علوم مین کمال حاصل کیا اور اُستاد وقت بنگئے۔

تحصیل علوم کے سامان۔

اساتذہ

قاضی صاحب نے امام ابوحنیفہ کے علاوہ اور بہت سے ائمۂ وقت کی خدمت مین علم کی تحصیل کی۔ اعمش۔ ہشام بن عروۃ۔ سلیمان تیمی۔ ابو اسحٰق شیبانی۔ یحییٰ بن سعید الانصاری وغیرہ سے حدیثین روایت کین محمد بن اسحٰق سے مغازی وسیر پڑھی۔ محمد بن ابی لیلیٰ سے فقہ کے مسایل سیکھے۔ خدا نے ذہن وحافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ مین ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ حافظ ابن عبد البر نے جو ایک مشہور محدث ہین لکھا ہے کہ ابو یوسف

محدثین کے پاس حاضر ہوتے اور ایک جلسہ مین پچاس ساٹھ حدیثین سُنکر یاد کر لیتے ؛

امام ابو حنیفہ جب تک زندہ ہے قاضی صاحب اُنکے حلقۂ درس مین ہمیشہ حاضر ہوتے

عہدۂ قضا۔

رہے۔ اُنکی وفات کے بعد دربار سے تعلق پیدا کرناچاہا ؟ چنانچہ خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۶ھ

مین انکو قاضی کی خدمت دی۔ مہدی کے بعد اُسکے جانشین ہادی نے بھی انکو اسی عہدہ پر

بحال رکھا۔ لیکن ہرون الرشید نے انکی لیاقتون سے واقف ہوکر تمام ممالک

اسلامیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا اور یہ وہ عہدہ تھا جو اُسوقت تک اسلام کی تاریخ مین کسیکو

نصیب نہین ہوا تھا بلکہ زمانۂ مابعد مین بھی بجز قاضی احمد بن ابی داؤد کے اور کسی کو نصیب

نہین ہوا۔ قاضی صاحب نے سترہ قضا مین جو ترقیان کین اونکی تفصیل خود اُنکی لائف

لکھی جاے تو لکھی جا سکتی ہے۔

وفات

جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول کی پانچوین تاریخ ۱۸۲ھ مین وفات پائی۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ مرتے وقت یہ الفاظ اُنکی زبان پر تھے۔ "اے خدا تو جانتا ہے

کہ مین نے کوئی فیصلہ عمداً خلاف واقع نہین کیا۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری

کتاب اور تیرے پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو۔ جب کوئی مشکل مسئلہ آتا تھا تو مین امام ابو حنیفہ کو

واسطہ بناتا تھا اور جہان تک مجھکو معلوم ہے ابو حنیفہ تیرے احکام کو خوب سمجھتے تھے اور

عمداً حق کے راستہ سے باہر نجاتے تھے" قاضی صاحب بہت بڑے دولتمند تھے لیکن دولت

کا استعمال اچھی طرح کیا۔ مرتے وقت وصیت کی کہ چار لاکھ روپیہ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ کوفہ۔

بغداد۔ کے محتاجون کو دئے جائین۔

قاضی صاحب متعدد علوم مین کمال رکھتے تھے۔ اگرچہ اُنکی شہرت زیادہ تر فقہ مین ہوئی لیکن اور علوم مین بھی وہ اپنے آپ ہی نظیر تھے۔ مورخ ابن خلکان نے ہلال بن یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ ابو یوسف۔ تفسیر۔ مغازی۔ ایام العرب۔ کے حافظ تھے اور فقہ اون کا ادنیٰ سا علم تھا" حدیث مین اُنکا یہ پایہ تھا کہ حفاظ حدیث مین شمار کیے جاتے تھے چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین اُنکا ترجمہ لکھا ہے۔ یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ "اہل الرائے مین ابو یوسف سے بڑھکر کوئی شخص کثیر الحدیث نہین" امام احمد حنبل کا قول ہے کہ کان منصفا فی الحدیث۔ مزنی جو امام شافعی کے مشہور شاگرد ہین کہا کرتے تھے ابو یوسف اتبع القوم للحدیث[۹۱] خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین امام احمد حنبل کا قول نقل کیا ہے کہ اوّل جب مجھکو علم حدیث کا شوق پیدا ہوا تو ابو یوسف کی خدمت مین حاضر ہوا۔ یحییٰ بن معین و امام احمد حنبل اور بہت سے ائمہ حدیث نے قاضی صاحب سے حدیثین روایت کین۔ اس سے زیادہ اُنکی عظمت شان کی کیا دلیل ہوگی[۹۲]۔

کثرت حدیث

فقہ مین جو اُنکا پایہ ہے اُس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کو خود اُنکے کمال کا اعتراف تھا۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہوے۔ امام صاحب عیادت کو گئے۔ واپس آئے تو ساتھیون سے کہا کہ "خدانخواستہ اگر یہ شخص ہلاک ہوا تو دنیا کا عالم ہلاک ہوا"۔ اور ائمہ بھی اُنکے حدت ذہن اور قوت فہم کے معترف تھے۔ امام اعمش اُس زمانہ کے ایک مشہور محدث تھے

۹۱؎ یہ اقوال علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین نقل کیے ہین۔ ۱۲ ۹۲؎ قاضی صاحب کی نسبت کتب رجال مین جرحین بھی منقول ہین مگر وہ عموماً ناقابل اعتبار ہین کیونکہ زیادہ تر وہ جرحین ہین جنکا منشا اجتہادی مسائل کا اختلاف ہے ۱۲

اُنہون نے قاضی صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا۔ اُنہون نے جواب بتایا۔ امام اعمش نے کہا اسپر کوئی سند بھی ہے؟ قاضی صاحب نے فرمایا ہان وہ حدیث جو فلان موقع پر آپ نے مجھسے بیان کی تھی۔ امام اعمش نے کہا "یعقوب! یہ حدیث مجھکو اُسوقت سے یاد ہے جب تمہارے والدین کا عقد بھی نہین ہوا تھا۔ لیکن اُسکا صحیح مطلب آج ہی سمجھ مین آیا"۔[۵۱]

تصنیفات

قاضی صاحب پہلے شخص ہین جسنے فقہ حنفی مین تصنیفین کین مختلف علوم مین اونکی تصنیفات بہت ہین اور ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین اونکی مفصل فہرست بھی نقل کی ہے لیکن ہماری نگاہ سے صرف کتاب الخراج گذری ہے اسلیے ہم اُسکے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہین۔ ہرون الرشید نے خراج و جزیہ وغیرہ کے متعلق قاضی صاحب سے یادداشتین طلب کی تھین۔ قاضی صاحب نے اُسکے جواب مین چند تحریرین بھیجین۔ یہ کتاب اُنھین تحریرون کا مجموعہ ہے۔[۵۲] اگرچہ اسمین بہت سے مضامین ہین لیکن زیادہ تر خراج کے مسایل ہین اور اسلیے اُسکو اُس زمانہ کا قانون مالگذاری کہہ سکتے ہین۔ اِس کتاب مین زمین کے اقسام بلحاظ حیثیت اور بلحاظ تنوع۔ لگان کی مختلف شرحین۔ کاشتکارون کی حیثیتون کا اختلاف۔ پیداوار کی قسمین۔ اس قسم کے اور مراتب کو اِس خوبی اور دقتِ نظر کے ساتھ منضبط کیا ہے اور اُسکے متعلق قواعد قرار دئے ہین کہ اُس زمانہ کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہے۔ طرز تحریر مین ایک یہ بڑی خوبی ہے کہ نہایت آزادانہ ہے۔ قواعد اور ہدایتون کے ساتھ جابجا اُن ابتریون کا ذکر ہے جو انتظامات سلطنت مین موجود تھین اور اون پر نہایت بیباکی کے ساتھ خلیفۂ وقت کو متوجہ کیا ہے

---

[۵۱] ابن خلکان۔ ترجمہ قاضی ابو یوسف۔ ۱۲۔ [۵۲] یہ کتاب مصر کے مطبع میریہ مین ۱۳۰۲ھ مین چھاپی گئی ہے۔

قاضی صاحب کی تاریخ زندگی مین جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہے وہ یہ ہے کہ ہرون الرشید جیسے جبّار اور خود پرست بادشاہ کے دربار مین وہ اپنے فرایض اس جرأت اور آزادی سے ادا کرتے تھے جسکی مثال ایشیای سلطنتون مین بہت کم ملسکتی ہے کتاب الخراج مین ایک جگہ وہ ہرون الرشید کو لکھتے ہین کہ "اے امیر المومنین! اگر تو اپنی رعایا کے انصاف کے لیے مہینہ مین ایکبار بھی دربار کرتا اور مظلومون کی فریاد سنتا تو مین امید کرتا ہون کہ تیرا شمار اُن لوگون مین نہوتا جو رعیت سے پردہ کرتے ہین - اور اگر تو وہ ایک دربار بھی کرتا تو یہ خبر تمام اطراف مین پھیل جاتی اور ظالم اپنے ظلم سے باز آتے * بلکہ اگر عُمّال وصوبہ دارون کو یہ خبر ہو پہنچے کہ تو برس دن مین ایک دفعہ انصاف کے لئے بیٹھتا ہے تو ظالمون کو کبھی ظلم پر جرأت نہونے پائے"!!

آزادی کے ساتھ اپنے فرایض کا انجام دینا۔

قاضی صاحب کے سوا کسکی جرأت تھی کہ ہرون الرشید کو یہ الفاظ لکھتا؟

تعجب یہ ہے کہ ایسا آزاد اور پاکیزہ نفس بھی دشمنون کے حملہ سے نہین بچا۔ قاضی صاحب کے مخالفین نے اُنکو خوشامدی اور زمانہ ساز کہا ہے اور اس مضمون کی چند روایتین بھی گھڑ لی ہین۔ بعض مورخین جنکو رطب ویابس سے کچھ بحث نہین اِن بیہودہ روایتون کو نقل بھی کر دیتے ہین جو کوتاہ بینون کے لئے "ہوی بس است" کا کام دیتی ہے۔ اِس قسم کی بعض حکایتین تاریخ الخلفاء مین منقول ہین لیکن یہ ظاہر ہے کہ کتاب الخراج کے فقرے جو ہمنے نقل کئے ہین جس قطعیت کے ساتھ ثابت ہین اُنکے مقابلہ مین اِن روایتون کا کس حد تک اعتبار ہوسکتا ہے۔

مخالفین کی تہمت آمیز روایتین۔

حاطب اللیل مورخین ایک طرف - بعض محدثین نے بھی مخالفت کے جوش مین تحقیق حق کی پروانہ کی بیہقی نے امام شافعی کے حالات مین ایک ضخیم کتاب لکھی ہے اُسمین لکھا ہے کہ امام شافعی جب ہرون الرشید کے دربار مین گرفتار ہو کر آئے تو قاضی ابویوسف اور امام محمد نے ہرون الرشید کو امام شافعی کے قتل کی راے دی اور کہا کہ اگر جلد تدارک نہین کیا جاتا تو یہ شخص سلطنت کو صدمہ پہونچائیگا !!! افسوس - امام بیہقی کو باایںہمہ محدثیت یہ بھی خیال نہ آیا کہ قاضی ابویوسف اس زمانہ سے بہت پہلے انتقال کر چکے تھے - لیکن خدا کا شکر ہے کہ خود محدثین ہی نے اس روایت کی تکذیب کی - حافظ ابن حجر نے جن سے بڑھکر اُنکے بعد محدث نہین ہوا امام شافعی کے حالات مین ایک کتاب لکھی ہے[1] جو آج کل مصر مین چھاپی گئی ہے - وہ اس روایت کو نقل کرکے لکھتے ہین - فھی مکذوبۃ وغالب ما فیھا موضوع وبعضھا ملفق من روایات ملفقۃ واوضح ما فیھا من الکذب قولہ فیھا ان ابا یوسف ومحمد بن الحسن حرضا الرشید علی قتل الشافعی - یعنی یہ روایت جھوٹی ہے اور اوسکا اکثر حصۂ موضوع ہے اور بعض حصے دوسری مختلف روایتون سے ماخوذ ہین اور جو صریح جھوٹ اوسمین ہے وہ یہ ہے کہ ابویوسف و محمد بن الحسن - نے ہرون الرشید کو امام شافعی کے قتل کی ترغیب دی -

قاضی صاحب کی طرف بعض اوّلیات بھی منسوب ہین - مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابویوسف پہلے شخص ہین جسنے علماء کے لئے ایک خاص لباس تجویز کیا کہ آج تک

اوّلیت

---

[1] اس کتاب کا نام توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس ہے اور ۱۳۰۱ھ مین مطبع میریہ مین طبع ہوئی ہے ۱۲

برتا جاتا ہے ورنہ اُن سے پہلے تمام لوگون کا ایک لباس تہا"

امام محمد بن الحسن الشیبانی

یہ فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہین۔ انکا اصلی وطن دمشق کے متصل ایک گانون تہا جسکو حرستا کہتے ہین۔ اِنکے والد وطن چہوڑکر واسط چلے آئے اور وہین سکونت اختیار کرلی۔ امام محمد ۱۳۵ھ مین یہین پیدا ہوئے۔ سن رشد کا آغاز تہا کہ کوفہ جانا ہوا۔ یہان علوم کی تحصیل شروع کی اور بڑے بڑے فقہاء و محدثین کی صحبت اُٹھائی۔ مسعر بن کدام امام سفیان ثوری۔ مالک بن دینار۔ امام اوزاعی وغیرہ سے حدیثین روایت کین۔ کم و بیش دو برس تک امام ابوحنیفہ کی خدمت مین رہے۔ امام صاحب کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسف سے بقیہ تحصیل کی۔ پہر مدینہ منورہ گئے اور تین برس تک امام مالک سے حدیث پڑہتے رہے۔ آغاز شباب ہی مین اِنکے فضل و کمال کے چرچے پہیل گئے تہے۔ بیس برس کے سن مین مسند درس پر بیٹھے اور لوگون نے ان سے استفادہ شروع کیا۔ ہرون الرشید نے انکے فضل و کمال سے واقف ہوکر قضا کی خدمت دی اور اکثر اپنے ساتھ رکھتا تہا۔ ۱۸۹ھ مین رے گیا تو انکو بہی ساتھ لے گیا۔ رے کے قریب رنبویہ ایک گانون ہے وہان پہونچکر قضا کی۔ اتفاق یہ کہ کسائی جو مشہور نحوی گذرا ہے وہ بہی اس سفر مین ساتھ تہا اور اُسنے بہی یہین انتقال کیا۔ ہرون الرشید کو نہایت صدمہ ہوا اور کہا کہ "آج فقہ اور نحو، دونون کو ہم دفن کر آئے" علامہ یزیدی نے جو ایک مشہور ادیب اور ہرون الرشید کے درباریون مین تہے نہایت جانگداز مرثیہ لکہا جسکا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

بایضاحہ یوماً وانت فقید	فقلتُ اذا ما اشکل الخطبُ مُزّکنا

ترجمہ یعنی ہمنے کہا کہ جب تو نرہا تو ہمارے لئے مشکلات کا حل کرنیوالا کہان سے آئیگا؟۔

امام محمد نے اگرچہ زندگی کا بڑا حصّہ دربار کے تعلق سے بسر کیا لیکن آزادی اور حق گوئی کا سرشتہ کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ۱۷۶ھ میں یحییٰ علوی نے جب عَلَم بغاوت بلند کیا تو ہرون الرشید اُنکا سروسامان دیکھکر حواس باختہ ہوگیا اور دبکر صلح اختیار کی۔ معاہدہ صلح قلمبند ہوا اور یحییٰ کے اطمینان کے لئے بڑے بڑے علماء و فضلاء فقہاء اور محدثین نے اُس پر دستخط کئے یحییٰ صلح پر راضی ہوکر بغداد میں آئے تو چند روز کے بعد ہرون الرشید نے نقض عہد کرنا چاہا۔ تمام عُلماء نے ہرون الرشید کے خوف سے فتویٰ دیدیا کہ صورت موجودہ مین نقض عہد جایز ہے لیکن امام محمد نے علانیہ مخالفت کی اور اخیر تک اپنے اصرار پر قایم رہے۔

امام محمد جس رتبہ کے شخص تھے اُسکا اندازہ۔ ائمہ مجتہدین کے اقوال سے ہوسکتا ہے امام شافعی کا قول ہے کہ "امام محمد جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اُتر رہی ہے" اُنہین کا قول ہے کہ "مین نے امام محمد سے ایک بارشتر کی برابر علم حاصل کیا" امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ یہ دقیق مسایل آپ کو کہان سے حاصل ہوئے؟۔ فرمایا محمد بن الحسن کی کتابون سے[1]،،

امام محمد کی حلقۂ درس سے اگرچہ اور بہت سے نامور علماء تعلیم پاکر نکلے لیکن اُن سب مین امام شافعی کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔ ہمارے زمانہ کے کم نظرون کو اس سے

---

[1] یہ تمام اقوال محدث نووی نے تہذیب الاسماء واللغات مین نقل کئے ہین ۔ ۱۲

تعجب ہوگا۔ اگلے زمانہ مین بھی ابن تیمیہ نے امام شافعی کی شاگردی سے انکار کیا تھا۔ لیکن حق کو کون دبا سکتا ہے؟ تاریخ و رجال کی آج سیکڑون کتابین موجود ہین۔ وہ کیا شہادت دے رہی ہین؟ ۔ بے شبہ امام شافعی کو امام محمد کی فیض صحبت نے بڑے بڑے کمالات کے رستے دکہائے اور اسکا خود اونکو اعتراف تہا۔ حافظ ابن حجر امام شافعی کا قول نقل کرتے ہین کَانَ محمد بن الحسن جیدَ المنزلۃِ عند الخلیفۃ فاختلفتُ الیہ وقلتُ ھو اولی من جھۃ الفقہ فلزمتہ وکتبتُ عنہ[51]۔ یعنی محمد بن الحسن خلیفہ کے ہان بہت معزز تھے اسلئے مین اونکے پاس آتا جاتا تہا۔ مین نے اپنے جی مین کہا کہ وہ فقہ کے لحاظ سے بھی عالی رتبہ ہین اسلئے مین نے اونکی صحبت لازم پکڑی اور اون کا درس قلمبند کرتا تھا۔

امام محمد خود بھی امام شافعی کی نہایت عزت کرتے تھے اور تمام شاگردون کی نسبت اُنکے ساتھ خاص مراعات کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ایک دن ہرون الرشید کے دربار مین جا رہے تھے۔ راہ مین امام شافعی ملے۔ جو انکی ملاقات کو آ رہے تھے۔ اوسیوقت گھوڑے سے اوتر پڑے اور نوکر سے کہا کہ "خلیفہ کے پاس جا اور عذر بیان کر کہ مین اِسوقت حاضر نہین ہو سکتا"۔ امام شافعی نے کہا "مین اور کسیوقت حاضر ہونگا آپ دربار مین تشریف لیجائین"۔ امام محمد نے کہا "نہین وہان جانا کچھ ضرور نہین"[52]۔ امام محمد و امام شافعی مین اکثر مناظرات بھی رہتے تھے۔ اور اِسی بنا پر بعضون کو اُنکی شاگردی سے انکار ہے لیکن اوس زمانہ کی اُستادی و شاگردی مین یہ لحوظ

[51] دیکھو توالی التاسیس مطبوعہ مصر صفحہ ۶۹۔ [52] توالی التاسیس صفحہ ۶۹۔

معیوب نہ تھے اور در اصل آج بھی معیوب نہین۔

امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ مین ہے اور اونکی تصنیفات عموماً اسی فن کے متعلق پائی جاتی ہین لیکن وہ تفسیر۔ حدیث۔ ادب۔ مین بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ "مین نے قرآن مجید کا عالم امام محمد سے بڑھکر نہین دیکھا" ادب و عربیت مین اگرچہ اونکی کوئی تصنیف موجود نہین لیکن فقہ کے جو مسایل نحو کے جزئیات پر مبنی ہین اکثر جامع کبیر مین مذکور ہین اور اون سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فن مین اُنکا کیا پایہ تھا چنانچہ ابن خلکان وغیرہ نے خصوصیت کے ساتھ اسکا ذکر کیا ہے۔

حدیث مین اُنکی کتاب موطا مشہور ہے۔ اسکے علاوہ کتاب الحجج جو امام مالک کی رد مین لکھی ہے اُسمین اکثر حدیثین روایت کی ہین اور متعدد مسایل مین جوش ادعا کے ساتھ کہا ہے کہ مدینہ والون کو دعوی ہے کہ وہ حدیث کے پیرو ہین حالانکہ ان مسایل مین صریح [1] اسکے خلاف حدیث موجود ہے"۔

امام محمد کی تصنیفات۔ تعداد مین بہت زیادہ ہین اور آج فقہ حنفی کا مدار انھی کتابون پر ہے ہم ذیل مین اُن کتابون کی فہرست لکھتے ہین جنمین امام ابوحنیفہ کے مسایل روایتاً مذکور ہین اور اسلئے وہ فقہ حنفی کے اصلی اصول خیال کئے جاتے ہین۔

مبسوط۔ اصل مین یہ کتاب قاضی ابو یوسف۔کی تصنیف ہے۔ اُنھین مسایل۔کو امام محمد نے زیادہ توضیح اور خوبی سے لکھا۔ یہ امام محمد۔کی پہلی تصنیف ہے۔

---

[1] الجواہر المضیئہ ترجمہ امام محمد ۱۲

جامع صغیر۔ مبسوط کے بعد تصنیف ہوئی۔ اِس کتاب مین امام محمد۔ نے قاضی ابویوسف کی روایت سے امام ابوحنیفہ۔ کے تمام اقوال لکھے ہین۔ کل ۱۵۳۲ مسئلے ہین۔ جنمین سے ایک سو ستر مسئلہ کے متعلق اختلاف رائے بھی لکھا ہے۔ اِس کتاب مین تین قسم کے مسائل ہین۔

(۱) جنکا ذکر بجز اِس کتاب کے اور کہین نہین پایا جاتا۔

(۲) اور کتابون مین بھی مذکور ہین لیکن اُن کتابون مین امام محمد۔ نے تصریح نہین کی تھی کہ یہ خاص ابوحنیفہ۔ کے مسایل ہین۔ اس کتاب مین تصریح کردی ہے۔

(۳) اور کتابون مین مذکور تھے۔ لیکن اِس کتاب مین جن الفاظ سے لکھا ہے اُن سے بعض نئے فائدے مستنبط ہوتے ہین۔ اس کتاب کی تیس چالیس شرحین لکھی گئین جنکے نام اور مختصر حالات کشف الظنون وغیرہ مین ملتے ہین۔

جامع کبیر۔ جامع صغیر کے بعد لکھی گئی ضخیم کتاب ہے۔ اسمین امام ابوحنیفہ۔ کے اقوال کے ساتھ۔ قاضی ابویوسف و امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہین۔ ہر مسئلہ کے ساتھ دلیل لکھی ہے۔ متاخرین حنفیہ۔ نے اصول فقہ کے جو مسائل قایم کئے ہین زیادہ تر اسی کتاب کی طرز استدلال و طرق استنباط سے کئے ہین۔ بڑے بڑے نامور فقہا۔ نے اسکی شرحین لکھین جنمین سے ۴۲ شرحون کا ذکر کشف الظنون مین ہے۔

زیادات۔ جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آئے وہ اسمین درج کئے اور اسی لئے زیادات نام رکھا۔

کتاب الحج۔ امام محمد۔ امام ابوحنیفہ۔ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ۔ گئے اور

تین برس وہان رہکر۔ امام مالک سے **موطا** پڑہی۔ اہل مدینہ کا طریقۂ فقہ جدا تہا بہت سے مسایل مین وہ لوگ امام ابو حنیفہ۔ سے اختلاف رکہتے تھے۔ امام محمد۔ نے مدینہ۔ سے آکر یہ کتاب لکھی۔ اسمین اول وہ ابو حنیفہ۔ کا قول نقل کرتے ہین۔ پہر مدینہ۔ والون کا اختلاف بیان کرکے۔ حدیث۔ اثر۔ قیاس۔ سے ثابت کرتے ہین کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب صحیح ہے اور دوسرون کا غلط۔ امام رازی۔ نے مناقب الشافعی۔ مین اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب چھپ گئی ہے اور ہر جگہ ملتی ہے۔ مین نے اُسکا ایک قلمی نسخہ بھی دیکھا ہے۔

سیر صغیر و کبیر۔ یہ سب سے اخیر تصنیف ہے۔ اول سیر صغیر لکھی۔ اُسکا ایک نسخہ امام اوزاعی کی نظر سے گذرا۔ اُنہون نے طعن سے کہا کہ اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت! امام محمد نے سُنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔ تیار ہوچکی تو ساٹھ جزون مین آئی۔ امام محمد اس ضخیم کتاب کو ایک خچر پر رکھوا کر ہرون الرشید کے پاس لے گئے۔ ہرون الرشید کو پہلے سے خبر ہوچکی تھی۔ اُسنے قدردانی کے لحاظ سے شہزادون کو بہیجا کہ خود جاکر امام محمد سے اوسکی سند لین۔

ان کتابون کے علاوہ۔ امام محمد کی اور تصانیف بھی فقہ مین موجود ہین مثلاً کیسانیات۔ جرجانیات۔ رقیات۔ ہرونیات۔ لیکن یہ کتابین فقہاء کی اصطلاح مین ظاہر الروایۃ مین داخل نہین۔ بلکہ کتاب الحج جسکا ذکر اوپر ہوچکا وہ بھی اس سلسلہ سے خارج ہے۔

امام زفر

فقہ مین اگرچہ ان کا رتبہ امام محمد سے زیادہ مانا جاتا ہے لیکن چونکہ اُنکی کوئی تصنیف موجود نہین اور اُنکے حالات بھی بہت کم معلوم ہین۔ اسلئے صاحبین سے اُنکو موخر رکھنا پڑا۔

یہ عربی النسل تھے۔ شروع زمانہ مین انکو حدیث کا توغل رہا اور اسیوجہ سے جیسا کہ علامہ نووی نے تہذیب اللغات مین تصریح کی ہے صاحب الحدیث کہلاتے تھے۔ پھر فقہ کی طرف توجہ کی اور اخیر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔

یحیی بن معین جو فن جرح و تعدیل کے امام ہین اُنکا قول ہے کہ زفر صاحب الرای ثقۃ مامون[۵۱]۔ بعض لوگون نے انکی تضعیف بھی کی ہے لیکن وہ مبہم ہے اور قابل اعتبار نہین۔

انکو خاصکر قیاسی احکام مین نہایت کمال تھا۔ امام ابوحنیفہ ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ اقیس اصحابی وکیع بن الجراح جنکا ذکر اوپر گذر چکا اِن سے استفادہ کرتے تھے قضا کا عہدہ بھی انکو ملا تھا۔ ۱۱۰ھ مین پیدا ہوئے۔ اور ۱۵۸ھ مین وفات کی۔

قاسم بن معن

بہت بڑے نامور شخص تھے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت کی ہے۔ اگرچہ انکو حدیث و فقہ مین بھی کمال تھا لیکن عربیت و ادب مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے

---

[۵۱] تہذیب اللغات والاسماء۔ علامہ نووی۔ ۱۲

امام محمد انکی خدمت مین استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے تھے۔ خلیفہ نے انکو کوفہ کا قاضی مقرر کیا مجبوراً قبول کرنا پڑا لیکن تنخواہ کبھی نہین لی۔

امام ابوحنیفہ کو ان سے خاص محبت تھی۔ یہ بھی منجملہ اُن لوگون کے ہین جنکی نسبت امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "تم لوگ میرے دل کی تسلی اور میرے غم کے مٹانے والے ہو" انکو بھی امام صاحب کے ساتھ نہایت خلوص تھا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ "آپ فقہ و عربیت دونون کے امام ہین۔ اِن دونون علمون مین سے وسیع کون علم ہے؟ فرمایا کہ "واللہ امام ابوحنیفہ کی ایک تحریر کُل فن عربیت پر بھاری ہے" ۱۸۸ھ مین وفات کی۔

اسد بن عمرو

یہ پہلے شخص ہین جنکو امام ابوحنیفہ کی مجلس تصنیف مین۔ تحریر کا کام سپرد ہوا۔ بہت بڑے رتبہ کے شخص تھے۔ امام احمد بن حنبل نے اِن سے روایت کی ہے اور یحییٰ بن معین نے انکو ثقہ کہا ہے۔

ہلال رازی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہرون الرشید۔ مکہ معظمہ گیا۔ طواف سے فارغ ہو کر کعبہ مین داخل ہوا اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔ تمام اہل دربار اور اعیان ہاشم کھڑے تھے مگر ایک شخص ہرون الرشید کی برابر بیٹھا۔ مجھکو نہایت تعجب ہوا۔ لوگون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسد بن عمرو ہین[۱]۔

[۱] الجواہر المضیئہ۔ ۱۲

بغداد مین قضا کے عہدہ پر مامور تھے۔ ۱۸۸ھ مین انتقال کیا۔

علی بن المسہر

فن حدیث امام اعمش و ہشام بن عروۃ سے حاصل کیا تھا۔ امام بخاری و مسلم نے انکی روایت سے حدیثین نقل کی ہین۔ امام احمد بن حنبل انکے فضل و کمال کا اعتراف کرتے تھے۔ امام سفیان ثوری نے امام ابو حنیفہ کی تصنیفات پر جو اطلاع حاصل کی انہین کے ذریعہ سے کی۔ موصل کے قاضی تھے۔ ۱۸۹ھ مین انتقال کیا[۱]۔

عافیہ بن یزید

یہ وہی بزرگ ہین جنکی نسبت امام ابو حنیفہ مجلس تصنیف مین فرمایا کرتے تھے کہ جبتک عافیہ نہ آ چکین کسی مسئلہ کو قلمبند نہ کرو۔ علامہ ذہبی نے انکی نسبت لکھا ہے۔ کان من خیار القضاۃ۔

حبان

کثیر الروایۃ تھے۔ ابن ماجہ مین انکی روایت سے متعدد حدیثین موجود ہین۔ امام ابو حنیفہ انکی قوت حفظ کے بہت مداح تھے۔ ۱۷۲ھ مین وفات کی۔

[۱] یہ حالات مجکو صفر الجواہر المضیئہ سے معلوم ہوئے۔ ۱۲



مندل

حبان کے بھائی تھے۔ امام اعمش و ہشام بن عروہ و عبدالملک بن عمیر۔ و عاصم احول۔ و امام ابو حنیفہ۔ سے حدیثین روایت کین۔ نہایت متورع اور پرہیزگار تھے۔ سنہ ۱۶۸ھ مین انتقال کیا۔ اِنکے بھائی حبان نے نہایت باا‌ثر مرثیہ لکھا۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین اُسکے چند اشعار نقل کئے ہین۔ دو شعر یہ ہین

فاذا اذکر فقدان اخی	انقلبت فی فراشی ارقا
واخ ای اخ مثل اخی	قد جری فی کل خیر سبقا

تمّ بالخیر

افسانۂ یاران کہن خواندم و رفتم	دریاب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم

۳۰ اپریل سنہ ۱۸۹۲ع

مقام علیگڈھ

شبلی نعمانی